بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صلّ علی محمد و آل محمد و عجّل فرجهم

موسوعہ قوانین اسلام

قانونِ خمس

تالیف:

سیّد افتخار حسین نقوی نجفی

سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

پیشکش: منتہائے نور مرکز تحقیقات، اسلام آباد

تعارف کتاب

نام کتاب :	قانونِ خمس
تالیف :	علامہ سیّد افتخار حسین نقوی النجفی
قانونی مشاورت :	فیض رسول جلبانی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)
علمی و تحقیقی معاونت :	محمد یعقوب توحیدی، محمد نقی
فارمیٹنگ و کمپوزنگ :	شاہد علی جعفری، سید شاہد عباس نقوی
بااہتمام :	منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، اسلام آباد
ناشر :	
سرورق :	
اشاعت :	
سال :	2024ء
تعداد :	
پرنٹر :	
ملنے کا پتہ :	منتہائے نور مرکزِ تحقیقات، اسلام آباد، پاکستان دانیال پلازہ، چھٹہ بختاور، پارک روڈ، اسلام آباد **فون:+92-333-1910220**

فہرست

کتاب قوانین خمس.. 39
اسلام میں فریضہ خمس 40
قرآن وسنت کی روشنی میں شرعی قوانین اخذ کرنے کی بنیاد 40
شیعہ امامیہ کا تعارف 41
شیعہ اثنا عشری (بارہ اماموں کے پیروکار) 42
ایران میں اسلامی حکومت کا قیام.. 42
بارھویں امامؑ کی غیبت کا زمانہ 43
فقہ جعفری سے مراد 44
موجودہ کتاب کا محرک اور تالیف کی وجہ..44
اسلام کا مالیاتی نظام.. 45
کتاب کا تعارف.. 49
اختصاریہ.. 50
پہلا باب.. 55
فریضہ خمس کی حکمت و فلسفہ.. 55
اور افادیت کا بیان.. 55

خمس کا فلسفہ 56

ایک سوال اور جواب 56

فریضہ خمس بارے آئمہ اہل بیتؑ کا بیان 57

موجودہ دور میں سادات کی کفالت اور امداد 58

فریضہ خمس سادات کے لیے زکوۃ کا متبادل 59

بنی ہاشم و سادات کی ضروریات کو پورا کرنا 59

حضرت امام رضاؑ کا مامون کے دربار میں فریضہ خمس کے بارے میں اہم بیان 60

قانون خمس کا بیان 62

عترت رسول ﷺ اور زکوۃ کے استعمال کا حکم 63

عترت رسولؐ کے لیے زکوۃ کے استعمال کے بارے میں آئمہ اہل بیت اطہارؑ کا بیان 65

اہل سنت حدیثی منابع میں عترت رسولؐ کے زکوۃ کے استعمال کا حکم 66

بنی ہاشم کے لیے زکوۃ کے عوض خمس 67

صدقہ کے کھجور سے اجتناب 70

صدقہ (زکوۃ) اور ہدیہ کا فرق 70

اہل سنت حدیثی منابع میں بیان شدہ مطالب پر تبصرہ اور بحث کا نتیجہ 72

دوسرا باب 75

خمس کی مختلف تعریفات و معانی 76

خمس کے بارے پیش کردہ تعریفات کا نتیجہ 77

قانون خمس اور وجوب خمس کے ثبوت 78
فریضۂ خمس کے قانون کا قرآن سے ثبوت 78
قرآن میں استعمال شدہ لفظ غنم کا معنی و مفہوم.. 79
ہدیہ، ہبہ، تحفہ، قرض، ارث، وقف اور غنیمت میں فرق.. 80
لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث.. 81
آیت خمس کے بارے میں شیعہ مفسرین کی رائے 83
خمس کے بارے میں اہل سنت کے مفسرین اور ان کے فقہاء کی آراء 87
ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی کا نظریہ 88
جلال الدین سیوطی کی رائے.. 88
ابن کثیر کی رائے.. 90
اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کا حصہ 90
بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے بارے میں وضاحت 91
قرطبیؒ کی رائے.. 92
فخر الدین رازی کی رائے 92
اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم.. 93
اہل سنت منابع حدیثی میں خمس کی تقسیم 94
جناب عبد مناف علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں 95
تیسرا باب.. 97

خمس کے متعلق 97

حضور اکرمؐ کے بیانات 97

فریضۂ خمس کے بارے میں سوال 98

سنۃ الوفود میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے بھیجے گئے خطوط میں خمس کا تذکرہ 98

۱۔ بنو البکاء کے نام خط اور وجہ استدلال 98

۲۔ بنی زہیر قبیلے کے نام 100

۳۔ مالک بن احمر کے نام خط 101

۴۔ صیفی بن عامر کے نام خط 102

۵۔ قبیلہ بنی لحم کے نام خط 103

۶۔ حمیری قبیلہ کے نام خط 104

۷۔ جھینہ قبیلہ کے نام خط 105

۸۔ بنی جوین الطائبین کے نام خط 107

۹۔ عمر بن معبد الجہنی کے نام خط 108

۱۰۔ عبد یغوث بن وعلہ الحارثی کے نام خط 108

۱۱۔ بنی معاویہ بن جرول الطائبین کے نام خط 109

۱۲۔ جنادہ ازدی کے نام خط 110

۱۳۔ مقتعل حضرت سلمان ن فارسی کے بھائی کے نام خط 110

۱۴۔ اکیدر کے نام خط 112

۱۵۔دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط 113
نبی اکرمؐ کی فریضہ خمس کے بارے میں تاکید.............................113
حضور پاکؐ کے زمانہ میں خمس وصول کرنے والے نمائندے..................114
ہاشمی زکوۃ وصولی کے لیے عامل نہیں بن سکتے.............................115
محمیۃ خمس کی وصولی.............................115
محمیہ کا تعارف.............................116
رسول پاکؐ کی جناب سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے لیے خمس کے بارے میں وصیت 116
حضور پاکؐ کی جانب سے خمس وصولی کی رسید.............................117
حضور پاکؐ کے کلمات میں صدقہ کا مفہوم.............................119
حضرت علیؑ یمن میں خمس وصولی کے نمائندہ.............................119
چوتھا باب.............................121
خمس کے متعلق.............................121
جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا.............................121
اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات.............................121
رسول اللہؐ کے وصال کے بعد فریضہ خمس کے بارے میں اہل بیتؑ کے بیانات..........122
خمس کے بارے میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا رویہ.............................124
حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خمس.............................125
حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ اور فریضۂ خمس.............................126

خمس کے متعلق امیر المومنین علی علیہ السلام کی روایت............................127
حرام مال سے مخلوط، حلال مال کا حکم...128
امیر المومنینؑ کیلئے کی جانے والی رسول اللہؐ کی وصیت میں خمس کا تذکرہ 128
امام حسن مجتبیٰ کا زمانہ اور خمس...130
حضرت امام حسینؑ اور وصولی خمس کا اقدام.....................................131
یمنی قافلے سے مال وصول کرنے کا فلسفہ 132
ظالم حکمرانوں کی سازش 133
امام علی زین العابدینؑ کا زمانہ اور خمس...134
امام زین العابدینؑ کا ایک شامی کے لیے خمس کی آیت سے استدلال....................134
منہال کے لیے امام علی زین العابدینؑ کا جواب.....................................135
حضرت محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہؒ اور وصولی خمس..................136
جناب عمر بن عبد العزیز بن مروان کا زمان 136
حضرت امام محمد باقرؑ کا زمانہ اور خمس...138
حضرت امام جعفر صادقؑ کا زمانہ اور خمس.......................................139
امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں خمس وصول کرنے والے کارندے.........................140
امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ اور خمس...141
حضرت امام علی رضاؑ کا زمانہ اور خمس 142
خمس کا آل محمد علیہم السلام کے لیے مخصوص ہونا 143

خمس کی وصولی پر مامور افراد.................................145

امام محمد تقی الجواد کا زمانہ اور خمس کا فریضہ.................................145

خمس وصول کرنے پر مامور افراد.................................146

امام علی نقیؑ کا زمانہ اور خمس.................................146

خمس وصول کرنے پر مامور افراد.................................147

حضرت امام حسن عسکریؑ کا زمانہ اور خمس.................................147

خمس وصول کرنے والے نمائندے.................................148

حضرت امام زمانہعج کی غیبت صغریٰ کا زمانہ اور خمس.................................148

پانچواں باب.................................151

قرآن وسنت اور آئمہ اہل بیتؑ.................................151

کے بیانات کی روشنی میں.................................151

فریضۂ خمس کے موارد.................................151

خمس کے موارد کا بیان.................................152

خمس کے موارد.................................152

فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کا چارٹ.................................153

ارباح مکاسب میں وجوبِ خمس کے دلائل.................................154

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان.................................154

سرداران عبابلہ کے نام پیغمبر اکرم ﷺ کا خط.................................158

کنز (خزانہ) پر خمس کے وجوب کے دلائل 160

رکاز کا معنی (معادن):.. 161

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 161

غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال پر خمس کے وجوب کے دلائل 162

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 162

حرام مال سے مخلوط، حلال مال پر خمس کے وجوب کے دلائل 164

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 164

جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت.. 166

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 166

کافر ذمی کی مسلمان سے خریدی گئی زمین پر خمس کے وجوب کے دلائل 168

چھٹا باب.. 171

"ارباح مکاسب" 171

خمس کے قوانین 171

کاروباری منافع/حاصل شدہ منافع 172

ارباح مکاسب کی تعریف اور ان پر خمس کا حکم.. 173

خمسی سال مقرر کرنا.. 173

خمسی سال کی کیفیت:.. 174

کارنٹی میں رکھا گیا مال.. 174

تعمیر شدہ جگہ کے بارے میں ارادہ بدل جانے کا حکم.............................174
ملازمین کی تنخواہیں...175
خرید شدہ کتابیں...176
زیورات کے بارے...176
مکان کے لیے زمین کی خریداری...176
ضروریات زندگی...176
جہیز کا سامان...176
جمع شدہ مال...177
بچی ہوئی اشیاء...177
مکان کی تعمیر...177
منفعت کے لیے خریدی گئی زمین...177
اُمور خیریہ، نذر نیاز، ہدیہ، تحائف...177
جمع شدہ مال خرچ نہ کرنا...178
ادارہ جات کا اپنے ملازمین کو ریلیف دینا...178
ہبہ کا عنوان...178
رہائشی مکان جہیز میں دینا...178
خمس سے فرار کی نیت سے ھبہ دینا...179
ہبہ میں ملنے والی اشیاء کا فروخت کرنا...179

کمرشل تعلیمی ادارہ 179
منافع سے ضروریات زندگی کے اخراجات سے بچت کا حکم 179
کاروبار کی نیت سے خریدا گیا سامان 180
کمیٹی ڈالنے کا حکم 180
بنک میں رکھے گئے قرض الحسنہ کا حکم 180
خمس واجب ہو جانے کی صورت 181
کاروبار کے لیے استعمال ہونے والے وسائل کا حکم 181
کاروبار سے منافع لینے کے اخراجات 181
کاروبار پر لگایا گیا سرمایہ 182
پہلی دفعہ خمس نکالنا 182
غیر مخمس مال کا استعمال 182
گھر کی تعمیر کے لیے لیا گیا سامان 182
غیر مخمس مال کا عبادت گاہوں میں استعمال 182
غیر مخمس مال سے کھانا پینا 183
غیر مخمس مال سے بنایا گیا مکان 183
قرض لے کر بنایا گیا مکان 183
بنک کا استعمال 184
مشترکہ کاروبار 184

کاروبار کے لیے اصل سرمایہ.. 184
سالانہ ضروریات زندگی.. 184
ہدایا و تحائف.. 184
جہیز میں دیا گیا مال.. 185
شوہر کا بیوی کو ہدیہ دینا.. 186
وراثت کا مال.. 186
شادی کے لیے بچایا ہوا مال.. 186
بیوی کے لیے زیورات بنانا.. 186
باپ کا بیٹی کو دیا گیا جہیز کا سامان.. 187
مہر کی رقم.. 187
میت کے ذمہ خمس.. 187
اولاد کے لیے پیسے بچا کر رکھنا.. 187
سالانہ اخراجات کے لیے لیا گیا قرضہ.. 188
طولانی مدت کے لیے لیا گیا قرضہ.. 188
کھیتی باڑی کے لیے غیر مخمس مال سے خریدا گیا بیج.. 188
پنشن کا حکم.. 189
اخراجات کے لیے قرضہ.. 189
انشورنس کمپنیوں کی طرف سے ملنے والی رقم.. 189

کاروبار کے لیے قرضہ.......................................189
غیر رہائشی گھر.......................................190
ایک گھر کا فروخت کرنا اور دوسرا خریدنا.......................................190
مخمس مال سے بنایا گیا گھر.......................................190
ضرورت سے زیادہ اشیاء اور استعمال کا سامان.......................................190
بیعانہ میں دی گئی رقم.......................................191
بچت کی رقم پر خمس کا حکم.......................................191
قرض دی گئی رقم.......................................191
بنک میں رکھی گئی رقم.......................................191
مخمس مال.......................................191
ضروریات زندگی کو فروخت کرنے سے ملنے والا مال.......................................191
مخمس رقم سے اضافہ.......................................192
خمس ادا نہ کی گئی جائیداد کی منفعت کا حکم.......................................192
شہداء فنڈ.......................................192
کاروبار سے ملنے والا سرمایہ.......................................193
اخراجات کے بعد خمس.......................................193
جمع شدہ مال.......................................193
رد مظالم کے لیے علیحدہ کر کے رکھی گئی رقم.......................................194

حج کے لیے بینک میں رکھا گیا سرمایہ......194
مشکوک مال کا خمس......194
ایک دفعہ خمس......195
قرض کی ادائیگی......195
خمس والی تاریخ سے پہلے......195
مخمس مال......195
فروخت نہ کیا گیا مال......195
کرایہ کا مکان......196
خمس ادا کی گئی اجناس......196
آباد کی گئی غیر آباد زمین کا حکم......196
خمس کی ادائیگی کے متعلق شک......197
فروخت شدہ مال کے بارے میں شک......197
مخمس مال کا حکم......197
سونے کی کرنسی کا حکم......197
سونا کو محفوظ رکھنا......197
مخمس مال سے خرید کیا گیا سامان......198
ہر آمدنی کا علیحدہ خمس......198
پگڑی پر دی گئی رقم......198

زمین کی آباد کاری 198
اقساط پر رہائشی پلاٹ یا مکان پر خرچ شدہ مال کا حکم........................ 199
پہلی مرتبہ خمس کا حساب.. 199
وقف شدہ اموال.. 199
کاروبار کے وسائل 199
خمس کی تاریخ.. 200
تعلیمی وظائف 200
خمس کی بروقت ادائیگی.. 200
سال کے اخراجات پر خمس کے واجب نہ ہونے کا ضابطہ........................ 200
رہائش کے لیے خریدی گئی زمین 201
رہائشی مکان کو کرایہ پر دینے کا حکم 201
منافع سے قرض کی ادائیگی 201
پرائیویٹ تعلیمی ادارہ قائم کرنا 201
شادی کرنے کے لیے جمع کیا گیا مال.. 202
ہدیہ کے لیے دیا گیا مال.. 202
غیر مسلم سے حاصل شدہ مال 202
پہلے سے ادا شدہ خمس.. 202
خمس کی تاریخ.. 202

بغیر خمس ادا کئے مال میں تصرف کرنا.. 203

جس مال پر خمس دیناواجب ہے.. 203

دکاندار کا حساب خمس.. 203

خمس کے سال کا آغاز.. 203

خمس کے سال سے پہلے کا قرض.. 204

خمس کی غرض سے خرید گیامال.. 204

مستحقین کے بارے میں.. 204

خمسی سال سے پہلے آمدنی کو تبدیل کرنے کا حکم.. 204

مخمس مال پر منفعت کا حکم.. 205

دیت کا حکم.. 205

مخمس اموال سے صرف شدہ مال کا حکم.. 205

خمس مال سے عطیہ دینا.. 206

مخمس مال میں اضافہ.. 206

دینی طلباء کے وظائف.. 206

خطباء وذاکرین کے بارے حکم.. 206

غیر مخمس مال کا خمس.. 206

کفن کا خمس.. 207

خمس سے بچنے کے لیے خرچ کئے گئے اموال کا حکم.. 207

طالبعلم کا خرید شدہ مکان.................................... 207

حکومت کا ٹیکس.................................... 207

پیشگی تنخواہ وصول کرنے کا حکم.................................... 207

وقت سے پہلے تنخواہ وصول کرنا.................................... 208

پنشن میں ملنے والی رقم کا حکم.................................... 208

اقساط پر خرید کی گئی ٹیکسی یا گاڑی کا حکم.................................... 208

حج کے لیے قرض پر لی گئی رقم.................................... 208

قرض دار کا حکم.................................... 209

سال کی آمدنی سے اقساط کی ادائیگی.................................... 209

انسان کے ذمہ مہریہ کا حکم.................................... 209

گھر کے ساتھ ملحقہ دکان کا حکم.................................... 209

رہائش، تفریح گاہ اور اولاد کی رہائش کے لیے خرید گئی زمین.................................... 210

مہمان کے اخراجات.................................... 210

صدقات اور حقوق شرعیہ کا حکم.................................... 210

میت کے حج کا حکم.................................... 210

کم استعمال ہونے والا مکان.................................... 211

مکان بنانے کی نیت سے خریدا گیا پلاٹ.................................... 211

سیر و تفریح کے لیے خرید شدہ زمین یا باغ کا حکم.................................... 211

اضافی برتن، بستر اور فرنیچر کا حکم 211
اضافی ادویات کا حکم 212
ذاتی استعمال کی گاڑی کا حکم 212
آئندہ کی ضرورت کے لیے خریدے گئے وسائل کا حکم 212
ایک سال کی ضروریات خریدنے کا حکم 212
کرایہ پر دیا گیا گھر 213
گاڑی اور دیگر ذرائع رفت و آمد کے خمس کا حکم 213
آرائش و زیبائش کے لوازمات، لوازم التحریر اور اسٹیشنری کا حکم 213
موبائل فون کے کارڈ 213
گھریلو حیوانات اور ان سے حاصل شدہ آمدنی 214
مؤنۃ کے مسائل 214
مؤنۃ کی تعریف 214
مؤنۃ کا ضابطہ 214
اخراجات کا معیار 215
مؤنۃ کے اخراجات کا ضابطہ 215
وہ اخراجات جن کا شمار ضروریات زندگی میں نہیں ہوتا 216
غیر مخمس مال سے خریدی گئی چیزوں کو فروخت کرنا 216
مؤنۃ کے اموال کو بیچنے کا حکم 217

وہ موارد جو مؤنہ نہیں کہلاتے ہیں 217
اولاد کے لیے بنائے گئے مکان کو کرایہ پر دینا 218
زیر استعمال چیز تبدیل کرکے دوسری چیز لینا 218
خمس کی ادائیگی کے وقت نیت 219
نابالغ بچے کے بارے میں 219
وقف عام 219
خمس کو اپنے ذمہ قرض لینا 219
تنخواہ کی وصولی 219
سونے چاندی کی کرنسی 220
سالانہ آمدنی کی بچت پر خمس 220
سال خمسی کی ابتدا کا ضابطہ 220
آمدنی اور اخراجات کی برابری 221
غیر شادی شدہ افراد پر خمس 221
بیوی کی آمدنی 221
سال خمسی کے آغاز کے لیے مہینہ کا انتخاب 221
خمس کا حساب کرنا 222
آمدنی کے خمس کا حساب کتاب اور اس کی ادائیگی کا طریقہ 222
خمس واجب ہونے کا وقت 222

سالانہ درآمد سے خرچہ کا منہا کرنا.. 222
خمس کا سالانہ اخراجات سے متعلق ہونا.. 223
سالانہ درآمد سے اس سال کے اخراجات منہا کرنا.. 223
رائس المال کے خمس کی ادائیگی اور حساب کرنے کا طریقہ.. 224
آمدنی کے خمس کا حساب صحیح ہونے میں شک.. 225
قسطوں میں خمس کی ادائیگی.. 225
مشکوک مال کا حکم.. 226
افادہ:.. 227
شیعہ حدیثی منابع میں.. 228
ساتواں باب.. 229
"معدنیات".. 229
کے احکام و قوانین.. 229
معدنیات (Minerals).. 230
شورزدہ زمین.. 230
معدن کے عنوان کا دایرہ.. 230
معدن سے خمس کا نصاب.. 230
آٹھواں باب.. 233
"خزانہ / کنز".. 233

احکام و قوانین 233

تعریفات (Definitions) 234

زمین کے اندر سے ملنے والا دفینہ 234

زمین سے ملنے والے خزانہ کا حکم 234

مملوکہ زمین سے ملنے والا خزانہ 235

حیوانات و پرندوں کے شکم سے ملنے والی قیمتی اشیاء 235

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام 235

مستند حدیث: (Authentic hadith) 236

نوّاں باب 239

"غوط خوری" 239

سے ملنے والی چیزوں کے 239

احکام و قوانین 239

تعریفات (Definitions) 240

سمندر سے حاصل شدہ مال پر خمس 240

سمندر کے کنارے کاروبار پر خمس 240

غوط خوری سے حاصل شدہ مال پر خمس 241

غوط خوری سے حاصل شدہ مال پر اخراجات کا حکم 241

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام 242

دسواں باب 243
"حرام مال سے مخلوط حلال مال" 243
پر احکام و قوانین 243
حرام مال کا خمس کی مقدار سے زیادہ ہونا.. 244
بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام.. 244
گیارہواں باب 247
جنگی غنائم 247
کے احکام و قوانین 247
کافر ذمی کے مال، خون، ناموس کا احترام 248
اہل حرب سے لیا گیا مال.. 248
کفار سے جنگ.. 248
امام معصوم علیہ السلام کی غیبت میں کفار سے جنگ کا حکم 249
غیر ذمی کفار کا حکم.. 249
غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمان 249
منقولہ و غیر منقولہ اموال کا حکم.. 250
مفتوحۃ عنوۃ زمین 250
مفتوحہ عنوہ والی زمینوں کا حکم.. 250
اہل سنت فقہاء کی رائے.. 250

خمس کے حصوں کے بارے میں اختلافات کا خلاصہ............................ 253
بارہواں باب... 255
"کافر ذمی کے مسلمان سے زمین خریدنے"........................... 255
پر خمس کے احکام و قوانین 255
آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان.................................. 256
تیرہواں باب... 257
قرآن و سنت کی روشنی میں 257
خمس کے حصّوں کے احکام و قوانین.................................. 257
خمس کی تقسیم... 258
خمس کی تقسیم کے متعلق آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان 261
ذوی القربیٰ کے مصادیق:... 269
اہلسنت کے ہاں ذی القربیٰ کے مصادیق 269
خمس کی تقسیم کے متعلق فقہائے اہل سنت کی رائے............................ 272
حنفیہؒ کے ہاں خمس کی تقسیم... 274
شافعی کے نزدیک خمس کی تقسیم 275
خمس کی تقسیم بارے علماء اہل سنت کے اقوال.............................. 276
ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نظریہ میں فرق 277
تقسیم خمس کے متعلق ابن عباس کا ایک قول.............................. 279

خمس کی تقسیم کے متعلق اہل سنت فقہاء کے نظریہ کا خلاصہ 281
خمس کی تقسیم کے متعلق فقہاء اہل سنت میں اختلاف 282
چہارم: عبداللہ بن عباس کا ایک قول 284
باب چودہ 289
انفال اور فیٔ کے مصادیق اور 289
ان اموال سے متعلق احکام و قوانین 289
انفال اور فیٔ کے احکام 290
تعریفات 290
قرآنی مستند: 291
شیعہ روایات میں غنیمت کا معنی: 293
خمس کی اہمیت: 293
تفسیر المیزان میں انفال کے بارے بیان 295
انفال کا معنی اور حکم: 296
انفال کے حکم کی وضاحت 298
رسول اللہ ﷺ کا سائلین کے لئے جواب 301
مومنین کے لئے پانچ صفات کا انتخاب: 303
انفال کی آیات کی بحث کا نتیجہ: 306
انفال اور گھر چھوڑنے کے حکم میں تشابہ: 308

بیان پر تبصرہ..310
انفال کے بارے آئمہ اہل بیتؑ اطہار کا بیان 310
فئی اور انفال میں آنے والے اموال:..315
انفال اور فئی کے تحت آنے والے اموال..317
انفال کے تحت آنے والے اموال 317
بادشاہوں کے مخصوص اموال..318
بیان آئمہ اہل بیت..319
انفال اہل سنت کے مفسرین اور محدثین کی رائے میں: 321
انفال بارے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ..321
صحیح بخاری سے آیتِ انفال کی تفسیر..324
آیت انفال کی تفسیر سنن ابو داود سے 326
جنگ کے بغیر حاصل شدہ اموال پر انفال کا اطلاق..328
انفال کے استعمال کی اجازت..329
آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان..329
فئی سے متعلق اہل سنت کے فقہاء کا نظریہ..330
امام شافعی کا قول:..331
پندرہواں باب..333
خمس کے متعلق بعض سوالات..333

کے جوابات..333

ملحق نمبر1..334

غیبت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اباحت خمس کا نظریہ اور اس کا تفصیلی جواب 334

از روئے حکمت جن چیزوں کا خمس معاف ہو گیا ان کا بیان......................344

قسم اوّل کا بیان..344

معافی کی قسم ثانی..350

کنیزوں کے خمس کی معافی کا بیان...351

دوسری چیز..358

ملحق نمبر۲..364

(وجوب خمس ضروریات دین سے)...364

وجوب خمس کے فی الجملہ ضروری ہونے کی تحقیق.................................365

منالکم سے مراد خمس نہیں..368

ملخص المسئلہ..369

ملحق نمبر۳..370

(خمس نہ دینے والا آئمہ اطہار علیہم السلام کی نظر میں)............................370

محبانِ آل رسولؐ سے التماس..373

ملحق نمبر۴..375

شیعہ امامیہ کے عظیم فقیہ...375

جناب آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الموسوی الخوئی قدس کا 375
وجوب خمس کے بارے میں تفصیلی بیان 375
تبصرہ از مؤلف کتاب 388
سولہواں باب 389
کتاب کے متعلق معلومات 389
کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی 389
کتاب کے بارے تعارفی کلمات 393
اختتامیہ (The End) 399
دعاء 399
منابع وماخذ 401

ابتدائیہ
(Preamble)

”بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین والحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین المصطفیٰ محمد خاتم النبین وآلہ الطاھرین الطیبین الھداۃ المیامین لاسیما علی بقیۃ اللہ فی العالمین واللعنۃ الدائمۃ علی اعدائھم اعداء الاسلام اجمعین من یوم عداوتھم الی قیام یوم الدین و بعد قیام یوم الدین“

اسلام مکمل نظام حیات ہے۔ انسان کے تمام مسائل کا حل اس میں موجود ہے۔ خالق انسان نے انسان کی ترقی اور کمال کے لیے انسان کی تمام مادی اور معنوی، دنیاوی اوراخروی ضروریات کا حل اس نظام میں دیا ہے۔ یہ تنہا نظام ہے جو انسان کی ہر طرح کی مشکلات حل کرنے کا ضامن ہے۔ انسان کے انفرادی اور اجتماعی مسائل کوسامنے رکھا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صاحبِ ارادہ اور خود مختار مخلوق بنایا ہے اور اسے عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے۔اس کے جسم کو متوازن بنایا ہے اور اسے احسن تقویم میں خلق فرمایا ہے۔انسان کی مادی ضروریات کا مکمل انتظام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوقات میں انسان کو اشرف اور افضل قرار دیا ہے، اسی لیے کائنات میں موجود ہر شے کو اللہ تعالیٰ نے انسان کے اختیار میں قرار دیا ہے۔ انسان کی جسمانی نشوونما اور بہت سی مادی ضروریات ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے کائناتی نظام کے تحت پوری ہورہی ہیں۔ اور کچھ ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انسان کو جدوجہد اور تحرک کرنا ہے۔ اپنی حیات کی بقاء کے لیے انسان کو عمل کرنا ہے۔ محنت کرنا ہے۔ انسان طبیعتاً اجتماعی مخلوق ہے۔ تنہا اور اکیلے میں وہ اپنے لیے سب کچھ حاصل نہیں کرسکتا۔ انسان کی نسل کی بقاء کے لیے ازدواجی زندگی ضروری ہے اور انسان کا پہلا یونٹ مرد اور عورت سے تشکیل پاتا ہے

پھر اولاد اور والدین کا مرحلہ آتاہے اور اس طرح خاندان تشکیل پاتاہے۔خاندان سے قبیلہ، قوم بنتی ہے۔ نسبی رشتے، سببی رشتے وجود میں آتے ہیں۔ ایک دوسرے سے روابط اور تعلقات استوار کرنے کے لیےانسان ضرورت محسوس کرتا ہے مل جل کرکام کرنا، ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ایک دوسرے سے مدد لینا، یہ سب انسان کی فطرت اور خلقت کا حصہ ہے۔ انسان کے لیے حیات کا مرحلہ ہے اور اس کے ساتھ موت کا مرحلہ ہے،انسان حیات اور موت کا مسافر ہے۔اس کی منزل آخرت ہے جہاں اسے ابدی زندگی ملے گی یا آرام وسکون، جنت الفردوس یا پھر بے آرامی، بے سکونی، آتش جہنم، ہمیشہ کا عذاب۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دیا،روح جیسی نعمت عطاء کرکے اسے اپنی تمام مخلوقات پر برتری عطاء کی اور انسان کے بابا حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ قرار دے کر انسان کے لیے اللہ نے اپنی زمین پر انہیں خلیفۃ اللہ کا منصب سمجھادیا۔ انسان سے اختیار سلب نہ کیا البتہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ کرامت اور عزت دی کہ اس کے لیے راہنمائی کا انتظام اپنی جناب سے کردیا۔ اپنے معصوم، برگزیدہ مصطفےٰ ومنتخب بندوں کو انسان کا ہادی بناکر بھیجا اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے راہنما اصولوں پر مشتمل کتابیں بھی ہادیوں کے ہمراہ بھیج دیں۔ انسان کو بتادیا کہ انہیں اپنے خالق، مالک، رازق کی اطاعت کرنی چاہیے کیونکہ جو خالق ہے مالک ہے، رازق ہے اسی کا قانون چلے گا لہٰذا اللہ ہی انسان کا رب اور حاکم علی الاطلاق ہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔ تمام عوالم اللہ کے قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔

انسان کو بھی اللہ ہی کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اپنی زندگی کو منظّم کرنا ہوگا تاکہ وہ اپنے لیے مطلوب کمال کو پاسکے جس طرح تمام عوالم جبری طورپر اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت چل رہے ہیں۔ انسان کو اپنے ارادہ اور اختیار سے اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے تحت اپنی زندگی گزارنا ہوگی۔ جب قانون اللہ کا ہے تو اطاعت بھی اسی کے لیے ہے اور یہی انسان کی کامیابی کا راز ہے کہ رسول اسلام ﷺ نے اسی بات کو اپنی تبلیغ کے آغاز میں تمام

انسانوں کو کامیابی کی نوید اس طرح بیان کی ''قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا'' تم سب ''لا الہ الا اللہ'' کے قائل ہو جاؤ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ جس کا مطلب یہ ہے کہ اے انسان اپنے خالق، مالک، رازق کے بنائے ہوئے قوانین کو قبول کرلو اور ان قوانین کی پیروی کرو اور اپنی زندگی کو اُن کے مطابق بنالو تو تمہارے لیے کامیابی اور کامرانی ہے۔

ہمارے لیے یہ سعادت ہے کہ ہم دین اسلام کے ماننے والے ہیں اور امتِ مسلمہ ہمارے لیے افتخار و امتیاز کا عنوان ہے۔ آج کے دور میں انسان کو طبقاتی کشمکش کا سامنا ہے انسانی معاشرہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ پوری دنیا ظالمانہ اقتصادی نظام میں پس رہی ہے، اسی کے تحت اجتماعی قوانین اور معاشرتی نظام نامہ بروئے کار لایا جارہا ہے۔ بادشاہت، ملوکیت، جبر و استبداد اور نام نہاد جمہوریت، اشرافیت، جاگیردارانہ نظام، اب تک دسیوں شکلیں ہیں اس نظام کی جسے انسان نے اپنی آرزو کو حاصل کرنے کے لیے بنایا ہے۔ انسان خود پرست ہے، خود پسند ہے، اپنے لیے سب کچھ چاہتا ہے، لالچی ہے، حسد کی بیماری اسے لگی ہوئی ہے، متکبر ہے، اقتدار پسند ہے۔

ہر فرد چاہتا ہے کہ وہ دوسروں کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرے۔ اسی مقصد کے لیے وہ قوانین بناتا ہے۔ ایک بالا دست طبقہ دوسرا زیر دست طبقہ وجود میں آتا ہے۔ اللہ کے نظام کے مدمقابل انسان نے اپنے لیے ایک نظام بنالیا جب سے انسان ہے۔ یہ جنگ ہے کہ نظام اللہ کا ہوگا یا اللہ مخالف نظام ہوگا جسے انسان خود سے بناتا ہے۔

ہر دور میں اللہ کے نمائندوں نے انسانوں کے درمیان آکر یہ ندا دی کہ ''ان اعبدالله واجتنبوا الطاغوت'' اللہ کی اطاعت میں آجاؤ (یعنی اللہ کے بنائے ہوئے نظام کے تحت زندگی گذارو) اور طاغوت (اللہ مخالف قوتوں) سے دور ہو جاؤ (اللہ مخالف قوتوں کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ مانو)

مقام افسوس ہے کہ مسلمان اللہ کا کلمہ پڑھتے ہیں، توحید کا زبانی اعلان کرتے ہیں لیکن جب عملی زندگی کا میدان آتا ہے تو الٰہی نظام نامہ سے بغاوت کرتے نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو اپنی کتاب میں واضح کر دیا کہ جو بھی اللہ کے بنائے ہوئے قوانین چھوڑ کر دوسرے قوانین کو اپنے اوپر نافذ کرے گا تو ایسا شخص، ایسا گروہ کافروں اور مشرکوں سے قرار پائے گا، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہ رہے گا۔ اسلام پر قائم رہنے کی شناخت اور علامت یہ ہے کہ انسان اپنے اختیار سے اپنے اوپر اللہ کے بنائے ہوئے اجتماعی قوانین کو نافذ کرلے۔

اس کے اقتصادی قوانین اسلامی نظام پر ہوں، اسلام نے جہاں پر انفرادی عبادات کو بیان کیا ہے، اخلاقیات پر زور دیا ہے، اجتماعی روابط و تعلقات کی بات کی ہے تو وہاں پر معاشرہ میں توازن کو برقرار رکھنے، طبقاتی تفاوت کے خاتمہ کے لیے ایک متوازن معاشی نظام دیا ہے۔ اس حوالے سے اسلامی اقتصادیات و معاشیات پر مفصل کتابیں موجود ہیں۔ یقینی امر ہے اگر تمام مسلمان طے کرلیں کہ وہ اپنے تمام اقتصادی نظامات کو قرآنی اور اسلامی اصولوں اور بنیادوں پر استوار کریں گے تو مسلمان پورے عالم انسانیت کے لیے ایک مثالی نظام حکومت پیش کر سکتے ہیں۔

اسلام نے اقتصادی نظام کے لیے بہت ساری بنیادیں فراہم کی ہیں جیسے قانون وراثت، قانون انفاقات، قانون خمس، قانون زکوۃ، قانون صدقات و خیرات، قانون کفارات و قصاص و دیت، قانون ایثار و ہمدردی، قانون تعاون وبر واحسان وغیرہ۔ ہر ایک کے بارے میں اپنی جگہ پر تفاصیل موجود ہیں اگر ان بنیادوں پر معاشی نظام استوار کیا جائے تو ایک متوازن معاشرہ تشکیل پا سکتا ہے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے مال حاصل کرنے کے ایسے ذرائع کو استعمال کرنے سے منع کر دیا ہے جو معاشرے میں طبقاتی تفریق کا سبب بنتے ہیں اور معاشرہ استحصال کا شکار ہو جاتا ہے جیسے سودی کاروبار، ذخیرہ اندوزی، حرام خوری، مالی واجبات کا ادا نہ کرنا، رشوت، دھوکہ دہی،

خیانت، کرپشن، بدکاری، دلالی، ملاوٹ، حرام اشیاء کی خرید و فروخت، نجس اشیاء کی خرید و فروخت اور اسی طرح کے مزید امور جن کی تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔ ہم اس کتاب میں اسلامی مالیات کے ایک اہم فریضہ "خمس" کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

کتاب قوانین خمس

Book on laws of Khums

اسلام میں فریضہ خمس
(Duty of khums in Islam)

اسلام میں خمس ایک اہم مالی واجب ہے۔ اسلامی مالیات میں خمس کی بڑی اہمیت ہے۔ خمس ہر مکلّف صاحبِ اختیار، عاقل و بالغ، باروزگار پر طے شدہ شرائط کے تحت واجب ہے۔ اس کے لیے تفاصیل اس کتاب میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ خمس کا واجب ہونا اسلام کے ضروری مسائل سے ہے اگر کوئی مسلمان اس کے وجوب کا انکار کردے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج قرار پاتا ہے کیونکہ اس کے وجوب پر قرآن کا واضح حکم موجود ہے اور سنتِ نبویؑ میں اس کی تفاصیل بیان ہوئی ہیں۔

اسلام میں شرعی قوانین اور احکام کو قرآن و سنت سے سمجھنے کے لیے فقہی مسالک وجود میں آئے اُن میں سے پانچ مشہور مسالک درج ذیل ہیں:

۱۔ فقہ جعفری   ۲۔ فقہ حنفی   ۳۔ فقہ مالکی

۴۔ فقہ شافعی   ۵۔ فقہ حنبلی

ان کے درمیان جو بنیادی فرق ہے اسے ہم آئندہ بحثوں میں بیان کریں گے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں شرعی قوانین اخذ کرنے کی بنیاد
(Basis for deriving Shariah laws in the light of Quran and Sunnah)

شیعہ اور اہل سنت دو مسلّمہ اسلامی فرقے ہیں۔ شیعہ اسلامی احکام اور قوانین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آئمہ اہل البیت علیہم السلام سے لیتے ہیں جبکہ اہل سنت برادران اسلامی قوانین کو سنتِ رسولؐ کے بعد اصحابِ پیغمبرؐ سے لیتے ہیں۔ اسی بنیاد پر فقہی مکاتب وجود میں آئے ہیں۔

شیعہ امامیہ

شیعہ امامیہ مکتب سے تعلق رکھنے والے خود کو فقہ جعفری کا پیرو قرار دیتے ہیں اور فقہ جعفری کے پیروکار اصولی (مقلدین) اور اخباری (غیر مقلدین) دو گروہوں میں تقسیم ہیں جبکہ اکثریت شیعہ امامیہ کی فقہ جعفری میں اصولی ہیں۔

اہل سنت

اہل سنت کے فقہی مکاتب میں بھی مقلدین اور غیر مقلدین کی تقسیم ہے۔ مقلدین آئمہ فقہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام حنبل، امام شافعی) کے پیرو ہیں غیر مقلدین خود کو احادیث کا پابند قرار دیتے ہیں جنہیں اہل حدیث یا سلفیہ کہا جاتا ہے اور وہ عام طور پر امام حنبل کے پیرو کہلاتے ہیں۔

قرآن و سنت کی پابندی

البتہ شیعہ امامیہ اور اہل سنت دونوں خود کو قرآن و سنت کا پابند قرار دیتے ہیں فقہی اور شرعی قوانین کی بنیاد قرآن و سنت ہی کو قرار دیتے ہیں تاہم قرآن فہمی اور سنت نبویؐ کو اخذ کرنے کے منابع میں مختلف ہو جاتے ہیں اسی فہم اور ماخذِ سنت کے فرق سے ہی مختلف فقہی مکاتب وجود میں آئے ہیں۔

شیعہ امامیہ کا تعارف
(Introduction to Shia Imamia)

عام اصطلاح میں شیعہ وہ ہیں جو حضرت علی بن ابی طالب علیہم السلام کو امام اول، حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو بالترتیب امام دوئم و سوئم قرار دیتے ہیں، اس کے بعد شیعہ میں بہت سے چھوٹے بڑے فرقے پیدا ہوتے رہے، کچھ کا اب وجود ہی باقی نہیں اور کچھ کا وجود باقی ہے۔ ان میں زیدی شیعہ جو حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام کو چوتھا امام مانتے ہیں اور ان کے بعد اپنا امام حضرت زید بن علیؑ زین العابدین کو قرار

دیتے ہیں اور اسی مناسبت سے وہ زیدی شیعہ کہلاتے ہیں فقہی اعتبار سے یہ لوگ بہت سے مسائل میں فقہ حنفی کے قریب ہیں۔

ایک گروہ شش امامی شیعہ ہیں جو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور پھر امام جعفر الصادق علیہ السلام کو مانتے ہیں ان کے بعد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے فرزند اسماعیل کو اپنا امام مانتے ہیں پھر ان کے دو گروہ وجود میں آتے ہیں:

۱۔ اسماعیلی شیعہ "بوہرے"

۲۔ آغا خانی

ان دونوں کی فقہ کی کوئی مشہور یا واضح کتاب موجود نہیں ہے ان کا شمار باطنی فرقوں میں ہوتا ہے۔ ان کے علاوہ بھی خود کو حضرت علی علیہ السلام سے منسوب کرنے والے کئی چھوٹے بڑے گروہ موجود ہیں جن کو اس جگہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

شیعہ اثنا عشری (بارہ اماموں کے پیروکار)
(Shia Twelver,Followers of the Twelve Imams)

عام طور پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص شیعہ ہے تو اس سے مراد بارہ امامی شیعہ ہی مراد لیے جاتے ہیں جو اس وقت پوری دنیا میں موجود ہیں عراق، ایران، لبنان، پاکستان، ہندوستان، بحرین، خلیجی ریاستوں، سعودی عرب، مسقط میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے البتہ دنیا کے ہر کونے میں اور ہر ملک میں اثناء عشری شیعہ موجود ہیں۔

ایران میں اسلامی حکومت کا قیام
(Establishment of Islamicgovernment in Iran)

سرزمین ایران پر صدیوں سے شیعہ بادشاہوں کی حکمرانی رہی ہے بادشاہت کی جگہ جمہوری اسلامی حکومت قائم کرنے اور شاہی ظالمانہ نظام کو تبدیل کرکے اسلامی قوانین پر

مشتمل اسلامی عادلانہ حکومت کرنے کے لیےایران میں موجود شیعہ علماء، فقہاء، مجتہدین کی قیادت میں سالہاسال اسلامی تحریکیں چلتی رہیں، بالآخر 1979 میں امام خمینیؒ کی قیادت میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا اور قرآن وسنت کی بنیاد پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی اس وقت پوری دنیا میں یہ ایک یہ ایسی اسلامی حکومت ہے جس میں فقہ جعفری کی بنیاد پر بنائے گئے قوانین پر عمل ہو رہا ہے۔ یہ بات بڑی واضح ہے کہ شیعوں کی اکثریت شیعہ امامیہ کہلاتے ہیں جو بارہ اماموں کو مانتے ہیں۔ پہلے امام حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر بالترتیب امام حسنؑ، امام حسینؑ بن علی بن ابی طالبؑ، امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین، امام محمدؑ بن علیؑ الباقر، امام جعفرؑ بن محمدؑ الصادق، امام موسیٰؑ بن جعفرؑ الکاظم، امام علیؑ بن موسیٰؑ الرضا، امام محمدؑ بن علیؑ الجواد، امام علیؑ بن محمدؑ النقی، امام حسنؑ بن علیؑ العسکری، امام محمدؑ بن الحسنؑ الحجۃ المهدیؑ الصاحب الخلف الصالح القائم گیارہ امام ہیں۔ بارہویں امام پردہ غیبت میں موجود ہیں وہ زندہ ہیں اسی سرزمین پر موجود ہیں اور وہ اللہ کی حفاظت میں ہیں۔اللہ کے اذن سے عالمی اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے بیت اللہ الحرام مکہ معظّمہ سے اپنی عالمی اسلامی تحریک کاآغاز کریں گے۔

بارھویں امامؑ کی غیبت کازمانہ
(The time of the backsliding of the twelfth Imam)

بارھویں امامؑ کی نیابت میں ہر دور میں جامع الشرائط مجتہدین وفقہاء اسلامی قوانین کو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کرتے ہیں ان کی ذمہ داریوں سے ایک یہ ہے کہ وہ پورے جہاں میں الٰہی حکومت کے قیام کے لیے زمین ہموار کریں، ماحول وحالات بنائیں تاکہ اللہ کے آخری خلیفہ، رسولؐ اللہ کے بارہویں وصیؑ، اللہ کے حکم سے حضرت امام مہدی علیہ السلام اس سرزمین پر اللہ کے نظام کو قائم کریں۔

فقہ ٔ جعفری سے مراد
(Refers to Fiqh jafari)

شیعہ امامیہ فقہ جعفری کی پیروی کرتے ہیں فقہ سے مراد اسلامی قوانین ہیں جن کو قرآن و سنت کی روشنی میں فقہاء و مجتہدین نے ہر دور کے تقاضوں کے مطابق تدوین کیا ہے فقہ جعفری حقیقت میں فقہ اسلام ہی ہے، فقہ امامیؑ اور فقہ جعفری تفصیلی دلائل کی بنیاد پر اخذ شدہ اسلامی قوانین اور شریعت محمدی ہی کا دوسرا نام ہے۔

موجودہ کتاب کا محرک اور تالیف کی وجہ
(The motivation and reason for the compilation of the present book)

اس کتاب سے پہلے خمس سے متعلق راقم کی "صحیفۂ خُمس" کے نام سے ایک کتاب منظر عام پر آئی ہے جس میں خمس کے وجوب، اس کی اہمیت و افادیت پر تفصیل سے بحث کی گئی فریضہ خمس کے بارے میں ممکنہ اعتراضات و اشکالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں جبکہ میری کتاب صحیفۂ خمس سے پہلے اسی موضوع پر میرے استاد محترم استاد العلماء علامہ سید گلاب علی شاہ (مرحوم) کی کتاب تبیان الخمس شائع ہوئی جو اس موضوع پر اردو زبان میں ایک مستدل و جامع کتاب ہے جسے حال ہی میں ان کے فرزند ارجمند جناب علامہ سید محمد تقی نقوی نے بعض اضافات کے ساتھ شائع کیا ہے لیکن یہ ہر دو کتابیں روایتی انداز میں تحریر کی گئی ہیں جبکہ موجودہ کتاب کو جدید تقاضوں بالخصوص مالیات سے متعلق قوانین کے تناظر میں تیار کیا گیا ہے یقیناً اس انداز میں لکھی گئی کتاب کو اہل دانش کے ہاں پذیرآئی ملے گی۔

کتاب کی تالیف کا اصلی محرک

اس انداز سے کتاب کی تالیف کا اصلی محرک یہ بنا کہ جب بندہ ناچیز اسلامی نظریاتی کونسل میں فقہ جعفری کے نمائندہ کی حیثیت سے 2011 میں پہلی مرتبہ رکن نامزد ہوا تو

میں نے یہ محسوس کیا کہ پاکستان کے علمی حلقوں میں فقہ جعفری کے مطابق فقہی نظریات اور اسلامی قوانین معلوم نہیں اور جو کتابیں اسلامی قوانین کے حوالے سے شائع ہو چکی ہیں ان میں فقہ جعفری کے مطابق اختلافی آراء کو تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا۔ تو ایسی صورتحال میں یہ بات دیکھی گئی کہ جب کوئی محقق اسلامی قوانین کے بارے آگہی حاصل کرنے کا خواہش مند اپنی تحقیق کے لیے یہ چاہے کہ وہ تمام اسلامی مسالک کی فقہی آراء کے بارے میں آگہی حاصل کرے تو اسلام کے ایک بہت بڑے مکتب (شیعہ) کے فقہی نظریات سے وہ ناواقف رہتا ہے کیونکہ اسے اردو زبان میں ایسی کوئی کتاب میسر نہیں ہے جس کے مطالعہ سے وہ اپنی علمی تشنگی کو بجھا سکے اور فقہ جعفری کے بارے میں نظریات سے مستند حوالوں کے ساتھ آگاہی حاصل کر سکے اسی بنیاد پر میں نے یہ طے کر لیا کہ اپنی اس موقعیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فقہ جعفری کے مطابق انسان کے احوال شخصیہ کے حوالے سے جتنے فقہی مسائل ہیں انہیں رائج الوقت قانون کی زبان میں تدوین کروں۔ اس کے لیے میں نے اپنی علمی و تحقیقی معاونت کے لیے معاون تحقیقی گروپ بھی تشکیل دیے جس کا نتیجہ تین کتابوں کی شکل میں سامنے آ چکا ہے۔

☆کتاب قانون نکاح ☆کتاب قانون طلاق

☆کتاب قانون میراث

اسلام کا مالیاتی نظام
(Financial system of Islam)

مندرجہ بالا تین عناوین پر کتابوں کی تیاری کے بعد اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں کام شروع کیا یہ عنوان بہت ہی وسیع ہے، اردو زبان میں اس پر بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے بالخصوص فقہ جعفری کی روشنی میں اسلام کے اقتصادی اور معاشی نظام کے متعلق اردو زبان میں زیادہ کام نہیں ہوا اس عنوان کے تحت ہمارا تحقیقی ادارہ (مرکز تحقیقات

منتہائے نور) اہل علم و دانش کے لیے بہت ہی عمدہ تحقیقی مواد مہیا کرے گا۔ لیکن اس عنوان کے تحت اسلامی اقتصادیات سے متعلق تفصیلی بحثوں کی تیاری سے پہلے بہت ہی مناسب جانا کہ اسلامی مالیات کے تحت دو اہم عنوان فریضہ خمس، فریضہ زکوٰۃ آتے ہیں، یہ دونوں مالی فریضے عام البلویٰ ہیں اور ہر مسلمان ان کی انجام دہی کرتا ہے نیز ان کے تحت اسلام کے مالیاتی نظام کے بنیادی مسائل بھی آتے ہیں لہٰذا یہ فیصلہ کیا گیا کہ ''احوال شخصیہ'' کے تحت آنے والی دیگر فقہی ابحاث پر مشتمل کتب لانے سے پہلے فریضہ خمس اور فریضہ زکوۃ سے متعلق دو الگ الگ کتابیں تیار کریں چنانچہ اس کاوش کا نتیجہ ''موسوعہ قوانین'' کی چوتھی جلد کتاب ''قوانین خمس'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔اس کے بعد پانچویں جلد ''کتاب قوانین زکوٰۃ'' منظر عام پر آئے گی۔اس کتاب کی تیاری میں ایک سال سے زیادہ عرصہ صرف ہوا۔

اس کتاب میں ہم نے فریضۂ خُمس سے متعلق فقۂ جعفری کے مطابق تفصیل سے گفتگو کی ہے جہاں ہم نے فقہ جعفری کی روشنی میں خمس کے قوانین کو تدوین کیا ہے وہاں پر اسلام کے باقی فقہی مسالک کے نظریات کو بھی ان کے حدیثی اور فقہی منابع سے فقہ جعفری کے ساتھ مشترک اور مختلف مسائل کو بھی بیان کیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں مرکز تحقیقات منتہائے نور کے ڈائریکٹر جناب مولانا محمد یعقوب توحیدی صاحب کی محنت و کاوش قابل تحسین ہے۔انہیں یہ اعزاز ہے کہ انھوں نے میری رہنمائی میں اس کتاب کے مطالب کو ترتیب وار تحریر میں لانے اور تمام مطالب کو ان کے اصلی مدارک سے تطبیق دینے اور کمپوزنگ کے تمام مراحل سے ان مطالب کو گذارنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر عظیم عطاء کرے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس کوشش و سعی کو درجہ قبولیت دے اور اس کا اجر و ثواب ان تمام افراد کو پہنچے جن کا میرے اوپر کسی بھی حوالے سے کوئی حق بنتا ہے اور

بالخصوص اس کا ثواب میرے والدین کے لیے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کا فیض عام کردے اور دین اسلام کے پیروکاروں کے لیے اس کتاب کو رہنمائی کا وسیلہ قرار دے۔

"آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین"

"اللھم عجّل لولیك الفرج واجعلنا من انصارہ واعوانہ"

سید افتخار حسین نقوی نجفی بن سید منظور حسین شاہ مرحوم

۱۱بج کر ۵۴ منٹ دوشنبہ (پیر) پکی شاہ مردان، میانوالی

۲۰۱۶/۱۱/۳۱, شب ۱۳صفر المظفر ۱۴۳۸ھ

کتاب کا تعارف
(Introduction of book)

☆اس کتاب کا نام ''قوانینِ خُمس'' ہے یہ کتاب سولہ ابواب پر مشتمل ہے اس کا ایک مقدمہ ہے جس میں خمس کے وجوب کی حکمت اور فلسفہ کو بیان کیا گیا ہے۔

☆اس کا متن فقۂ جعفری کے مطابق ہے جبکہ فقہائے اہل سنت کی آراء کو ان کے مستند حوالوں کے ساتھ درج کیا گیا ہے۔

☆خمس کے فریضہ کے اثبات کے لیے قرآن، احادیثِ نبویہؐ اور آئمہ اہل البیت علیہم السلام کے بیانات سے استنباط کیا گیا ہے۔

☆اس کتاب میں جس طرح شیعہ محدثین اور فقہاء کی خمس کے بارے میں آراء اور نظریات کو بیان کیا گیا ہےاور شیعہ مفسرین کے بیانات کو حوالہ جات کے ساتھ درج کیا گیا ہے اسی طرح آئمہ اہل سنت، محدثین، مفسرین اور ان کے معروف فقہاء کی آراء کو بھی درج کیا گیا ہے۔اس طرح یہ کتاب جامعیت کی حامل ہے۔

☆خمس کے متعلق فقہی مسائل کو موجودہ دور کے شیعہ فقہاء کی روزمرہ زندگی کے مسائل کے بارے میں سے کتب جیسے توضیح المسائل، استفتاءت، منہاج الصالحین، تحریر الوسیلہ سے استفادہ کرتے ہوئے انہیں قوانین کی شکل میں درج کیا گیا ہے اور ہر قانون کی جزئیات کو ضمناً لکھا گیا ہے۔

☆اردو زبان میں اس انداز میں لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے جبکہ خمس کے بارے میں اردو زبان میں اس سے پہلے ''تبیان الخمس'' تالیف استاد العلماء سید گلاب علی شاہؒ اور ''صحیفہ خمس'' جو راقم کی کاوش کا نتیجہ ہے، پہلے شائع ہو چکی ہیں۔

☆یہ کتاب راقم کی علمی و تحقیقی کاوش ''موسوعہ قوانین اسلام'' کی چوتھی جلد ہے۔ موسوعۃ قوانین اسلام دس جلدوں سے زائد پر مشتمل ہے جوکہ زیر تکمیل ہے۔

اختصاریہ
(Abbreviation)

زیر نظر کتاب کے ابواب میں درج شدہ مطالب کا اجمالی بیان ہے ذیل میں بیان کیا جارہاہے۔

باب۔۱

فریضہ خمس کی حکمت، فلسفہ ،فریضہ خمس کے بارے میں آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات ، خمس کے متعلق قوانین، بنی ہاشم کے لیے خمس کا استحقاق، خمس زکوۃ کا متبادل۔

باب۔۲

خمس کی تعریفات، خمس کے لغوی و اصطلاحی معنی، ھدیہ، ھبہ، تحفہ، قرض، ارث ، وقف اور غنیمت میں فرق،لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث،آیت خمس کے بارے میں شیعہ مفسرین کی رائے،اہل سنت کے مفسرین اور ان کے فقہا کی آراء،اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کا حصہ،اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم،اہل سنت کے ہاں احادیث میں خمس کی تقسیم۔

باب۔۳

حضور پاک ﷺ کا زمانہ اور فریضہ خمس، سنۃ الوفود میں مختلف قبائل کو لکھے گئے خطوط، بنی ہاشم زکوۃ کے لیے عاملین نہیں بن سکتے، حضور پاک ﷺ کی جناب سلمان و جناب ابوذر کے لیے خمس کے متعلق وصیت،وصولی خمس کی رسید، صدقہ سے مراد، دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط،نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فریضۂ خمس کے بارے میں تاکید،رسول اللہ ﷺ کے عملی اقدامات، خمس وصولی کے نمائندگان، وصولی خمس کے دو نمائندے،ابی اور عنبسہ، حضرت علیؑ یمن کے نمائندہ۔

باب۔۴

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد فریضہ خمس، بی بی زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امام علیؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ اور امام علی زین العابدینؑ کے خمس سے متعلق بیانات، حضرت محمد حنفیہؒ اور وصولی خمس، خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اور خمس، حضرت امام محمد باقرؑ سے حضرت امام حسن عسکریؑ تک ہر امام کے خمس سے متعلق بیانات، خمس وصولی کے کارندے، حضرت امام مہدیؑ کی غیبت صغریٰ میں فریضہ خمس اور غیبت کبریٰ میں خمس وصولی کا حکم۔

باب۔۵

خمس کے موارد کا بیان، خمس کے بیان شدہ سات موارد سے مربوط ابحاث، خمس کے وجوب والی قرآنی آیت، احادیث نبویہ اور آئمہ اہل البیت اطہار علیہم السلام کے بیانات، ارباح مکاسب میں وجوب خمس کے دلائل، معدنیات سے وجوب خمس کے دلائل، غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال سے خمس کے وجوب کے بارے میں دلائل، حلال مال جو حرام مال سے مخلوط ہو اس سے خمس نکالنے کے وجوب کا ثبوت، جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت، کافر ذمی کی مسلمان سے خرید شدہ زمین پر خمس کے وجوب کا ثبوت۔

باب۔۶

خمس کا مورد "ارباح مکاسب" کے قوانین۔

باب۔۷

خمس کا مورد "معدنیات" کے قوانین اور معدنیات سے خمس نکالنے کی شرائط اور معدنیات سے نکالے گئے مال کا نصاب۔

باب۔۸

خمس کے مورد ''خزانہ یا کنز'' سے متعلق قوانین، کنز کی تعریف، اس کے مصادیق اور خمس کی شرائط اور کنز سے حاصل شدہ مال کا نصاب۔

باب۔۹

خمس کے مورد '' غوطہ خوری'' سے حاصل شدہ اموال کے متعلق قوانین اور خمس کے وجوب کی شرائط۔

باب۔۱۰

خمس کے مورد ''حلال مال مخلوط بہ حرام مال'' سے متعلق قوانین

باب۔۱۱

خمس کے مورد '' جنگی غنائم سے حاصل شدہ مال'' کے قوانین، غنیمت کی تعریف، خمس کے وجوب کی شرائط، مال فیئ، انفال اور غنیمت میں فرق

باب۔۱۲

خمس کے مورد ''کافر ذمی کا مسلمان سے زمین خریدنا'' سے متعلق قوانین۔

باب۔۱۳

خمس کے سہام اور حصص، خمس کی تقسیم قرآن و سنت سے استدلال، اہل سنت فقہاء کی رائے، ذوی القربیٰ کی تعریف اور اس کے مصادیق اور خمس کے سہام سے متعلق قوانین۔

باب۔۱۴

انفال اور فیئ کی تعریف، اس کے مصادیق، قرآن و سنت کی روشنی میں اموال انفال اور فیئ کے مصارف، اہل سنت کے مفسرین اور فقہاء کی آراء۔

باب۔۱۵

اس باب کو ملحقات کا عنوان دیا گیا ہے جس میں مختلف علماء کی خمس سے متعلق لکھی گئی کتابوں سے خمس سے مربوط اہم علمی ابحاث شامل کی گئی ہیں۔

باب۔۱۶

کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی۔اظہار تشکر۔کلام آخر۔دعا۔منابع و مأخذ۔

پہلا باب
(Chapter One)

فریضۂ خمس کی حکمت و فلسفہ اور افادیت کا بیان

(Explanation of the wisdom, philosophy and usefulness of Fariza Khums)

خمس کا فلسفہ
(Philosophy of Khums)

خمس اسلام کے دیگر احکامات کی طرح ایک ایسا حکم ہے جس کی پابندی کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ جس طرح نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد کے احکامات کی پابندی واجب ہے اسی طرح خمس کا حکم بھی واجب الاطاعت ہے اور یہ فریضہ عبادات سے ہے، اس فریضہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لیے اور اپنے رسول کے قرابت داروں کے لیے اور ان کی اولاد سے جو فقراء و مساکین و یتامیٰ ہیں قرار دیا ہے۔

ایک سوال اور جواب
(A question and answer)

اسلام نے تو تمام نسلی امتیازات کا خاتمہ کیا ہے عرب و عجم، پیر و جوان، سیاہ و سفید سب برابر ہیں جبکہ خمس کے فریضہ سے تو خصوصی امتیاز ایک طبقہ کے لیے معلوم ہوتا ہے کیونکہ خمس میں رسول کے قرابت داروں کے لیے ایک خاص حصہ مقرر کیا گیا ہے جو بجائے خود ایک امتیاز ہے۔

یہ سوال ہر ذہن میں آسکتا ہے اور اکثر مقامات پر لوگ اس کا اظہار بھی کرتے ہوئے اس فریضہ کی اصلیت پر بھی معترض ہیں اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ایک اور سوال کی طرف توجہ ضروری ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے اسلام کے مالی واجبات سے ایک واجب فریضہ زکوۃ ہے۔ زکوۃ کے مصارف میں یہ بیان کیا گیا ہے غیر سید کی زکوۃ، سادات (رسول کے قرابت دار) پر حرام ہے، جب یہ طے ہے کہ عالم اسلام کے دیگر فقراء اپنی ضروریات زکوۃ کے مال سے پوری کریں گے جبکہ (رسول اللہ کے قرابت دار) سادات زکوۃ نہیں لے سکتے وہ سادات جو فقیر و مسکین ہیں ان کی ضروریات پورا کرنے کے لیے اگر زکوۃ متبادل اسلام میں قرار نہ دیا جاتا تو یہ عدل الٰہی کے خلاف اور سادات کے ساتھ ناانصافی ہوتی۔ اسلام دین کامل

اور جامع نظام حیات ہے اس میں انسان کے تمام طبقات کی ضروریات کو مد نظر رکھا گیا ہے، لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، سادات [حفظھم اللہ من البلیات والآفات۔۔۔] فریضہ زکوٰۃ کا متبادل فریضہ خمس قرار دیا ہے اس میں کسی قسم کے نسلی امتیازات کو پروان چڑھانے یا کسی طبقہ سے زیادتی والی بات ہر گز نہیں ہے۔

اگر ان دونوں مالی عناوین کو سامنے رکھا جائے تو پھر حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ اسلام نے سادات کے لیے خمس قرار دے کر کوئی امتیازی رویہ نہیں اپنایا بلکہ جہاں حاجت مند سادات کو غیر سید کی زکوٰۃ لینے سے روکا ہے وہاں ضرورت مند سادات کو خمس کے فریضہ سے سہارا دیا ہے چونکہ اسلام خدائے عادل کا بنایا ہوا نظام ہے اس لیے اس میں کسی کی حق تلفی کی گنجائش موجود نہیں ہے۔یہی بات فریضہ خمس کی حکت اور اسکا فلسفہ ہے۔

اس وضاحت کو مد نظر رکھتے ہوئے خمس کے فریضہ کو سادات کے لیے ایک امتیاز کہنا درست نہیں کیونکہ اسلام حکم دیتا ہے کہ خمس کا ۱/۲ امداد لینے کے حقدار، حاجت مند سادات کو دیا جائے اور ساتھ یہ شرط بھی قرار دی ہے کہ سال کے اخراجات کو مد نظر رکھتے ہوئے انہیں امداد دی جائے سال کے اخراجات سے زیادہ امداد دینے کی اجازت نہیں۔

فریضہ خمس بارے آئمہ اہل بیتؑ کا بیان
(Statement of Ahl al-Bayt about the duty of Khums)

جب اسی قسم کا سوال آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے دور میں اٹھایا گیا تو آئمہ اطہار علیہم السلام نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے کہ دراصل اس آیہ میں جو سہم خدا، سہم رسول، سہم قرابت دار، سہم یتیم، سہم مسکین اور سہم ابن سبیل کا ذکر آیا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان عناوین کے حامل افراد میں جا کر مال خمس کو تقسیم کردو بلکہ یہ لوگ ان اسہام (حصوں) کے عناوین ہیں۔ خمس کے فریضہ کو قرار دینے میں بنیادی اور اصل مقصد یہ ہے کہ

یہ مال رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں پہنچے اور ان کے بعد آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے پاس پہنچے۔ تاکہ رسول اکرم ﷺ اور ان کے بعد جو ان کے نائب و جانشین امام معصوم ہیں وہ اس سے سادات کے فقراء و مساکین و یتامیٰ کی کفالت کریں۔ اگر ایک وقت ایسا آ جائے کہ خمس کی رقم ان حضرات کے پاس نہ پہنچ سکے تو دوسرے مدات (دوسری جہت سے حاصل شدہ مال) سے ان کی کفالت کریں گے اور اگر مال خمس کی رقم پہنچ گئی تو وہ معمول کے مطابق ان کی کفالت کریں گے۔ جبکہ بقیہ رقم کو عمومی کاموں پر خرچ کریں گے۔

موجودہ دور میں سادات کی کفالت اور امداد

(Sponsorship and support of Sadat in present time)

یہی وجہ ہے کہ ہمارے زمانے میں اگرچہ امداد لینے کے حقدار سادات کی تعداد بہت زیادہ ہے جبکہ ان کی تعداد سے زیادہ خمس دینے والے موجود ہیں لہٰذا شیعہ فقہاء قرآن وسنت کی روشنی میں اہل بیتؑ کے بیانات سے استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سادات کو بھی خمس جامع الشرائط مجتہد اور حاکم شرع کی اجازت کے بغیر نہ دیں تاکہ ان کی ضروریات سے جو اضافی رقم بچ جائے تو شیعہ فقہاء جو کہ زمانہ غیبت حضرت امام مہدیؑ میں ان کے نائب ہیں، وہ ان اموال کو دوسری جگہوں پر خرچ کر سکیں۔

اسی بنا پر آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے فرمایا ہے کہ "لہ فضل و علیہ نقص" سادات امام یا نائب امام کی کفالت میں رہیں گے اگر مال خمس میں کمی واقع ہو جائے تو امام یا نائب امام دوسری مد سے ان کی ضروریات کو پورا کریں گے اور اگر خمس زیادہ مل جائے تو اسے سادات فقیر کو نہ دیں گے بلکہ اسے مسلمانوں کی عام ضروریات پر خرچ کریں گے۔ لہٰذا اگر کوئی یہ خیال کرے کہ شیعہ مذہب نے سادات کے لیے ایک عظیم بجٹ قرار دیا ہے اور اس طرح سے انہیں ثروت مند بنانا چاہا ہے تو یہ بات غلط ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

فریضہ خمس سادات کے لیے زکوۃ کا متبادل
(Substitute for Zakat for Sadat in the duty of khums)

زکوۃ لینا سادات پر حرام ہے جبکہ سادات میں بہت سے فقراء، مساکین، یتامی (جو امداد لینے کے مستحق ہیں) موجود ہیں جو اپنے روزگار کے لیے پریشان ہیں ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے فریضہ خمس قرار دیا گیا ہے اور خمس کا فریضہ فقط جنگی غنائم سے نکالنا محدود نہیں کیونکہ جنگ تو ہر جگہ یا ہر زمانے میں نہیں ہوگی کہ جنگی غنائم آئیں اور سادات کو ان میں سے خمس دیا جائے، اور ان کی ضروریات کو پورا کیا جائے، لہٰذا فریضہ خمس جنگی غنائم سمیت تمام محاصل پر قرار دیا گیا جس کی تفاصیل بعد میں بیان ہوں گی۔

بنی ہاشم وسادات کی ضروریات کو پورا کرنا
(Fulfilling the needs of Bani Hashem and Sadat)

اب سوال یہ ہے کہ بنی ہاشم میں سے احتیاج کا خاتمہ کیسے ہوگا؟ اور کس طرح سے بنی ہاشم کے فقراء اپنی ضروریات کو پورا کریں گے؟ ان کی معاشی بدحالی کیسے دور ہوگی؟ ان کے حالات کو سدھارنے کے لیے اسلام نے کیا نظام دیا ہے؟ کیا اسلام ناقص دین ہے کہ اس نے اتنے بڑے طبقے کے فقراء کی معیشت کو یکسر نظرانداز کر رکھا ہے؟ ایسا نہیں ہے کیونکہ ایسا اعتراض اسلام پر اس وقت وارد ہو سکتا ہے کہ غنائم سے مراد فقط جنگی غنیمت ہو اگر "انما غنمتم" کو اس کے وسیع تر مفہوم میں لیا جائے تو پھر اسلام پر ایسے اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جیسا کہ بعد میں تفصیل سے بیان آئے گا کہ آئمہ اہل بیت علیہم السلام نے واضح فرمایا کہ "انما غنمتم" سے "کسبتم" مراد ہے اور یہی معنی حضور پاک ﷺ کے خطوط سے بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ نے "غنمتم" سے مراد جنگی غنائم کی بجائے ہر قسم کی آمدن اور کمائی کو لیا ہے، آئندہ کی ابحاث میں بیان ہوگا کہ انسان جو کچھ کماتا ہے اس میں سے سال بھر کے

اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ کم یا زیادہ اس کے پاس بچ جائے اس پر خمس ادا کیا جائے گا یہی غنیمت کا مفہوم ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا مامون کے دربار میں فریضہ خمس کے بارے میں اہم بیان

(Important Statement of Hazrat Imam Raza (AS)'s in the Court of Ma'mun about the duty of Khums)

مامون کے دربار میں مختلف اسلامی فرقوں کے علماء نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے آل محمد علیہم السلام کی فضیلت کے بارے پوچھا۔

امامؑ نے فرمایا: خدانے قرآن حکیم کے ۱۲ مقامات پر واضح طور پر ان کی فضیلت کو بیان کیا ہے ان میں سے پہلی آیت ﴿واعلموا انما غنمتم۔۔۔ الخ﴾ ہے۔ اس آیت میں خالق حکیم نے ذی القربیٰ کے لیے وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے دیا ہے کیا اس بیان سے معلوم نہیں ہو جاتا کہ آل اور امت کے درمیان واضح فرق موجود ہے کہ خدا نے آل کو ایک مقام پر اور باقی ساری امت کو ایک اور مقام پر قرار دیا ہے، آل محمد کے لیے وہ حصہ رکھا ہے جو حصہ کائنات کے مالک نے اپنے لیے رکھا ہے، جبکہ قرآن کی دوسری آیات میں عام یتیموں اور مساکین کے حصوں کی بھی بات ہوئی ہے لیکن سب کو معلوم ہے کہ یتیم کا حصہ اس وقت تک ہے جب تک وہ یتیمی میں ہے جس وقت اس کی یتیمی ختم ہو جائیگی اس کا حصہ بھی ختم اور یہی حال مسکین کا ہے کہ جب اس کی احتیاج ختم ہو گی یہ عنوان بھی ختم ہو جائے گا لیکن پیغمبر کے قرابت داروں کا حصہ قیامت تک کے لیے ہے اور وہ استحقاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت کی وجہ سے ہے اس میں فرق نہیں پڑتا کہ وہ غنی ہو یا فقیر کیونکہ اللہ سے غنی تو کوئی اور نہیں ہو سکتا پھر بھی اللہ نے اپنا حصہ رکھا ہے اور اپنے رسول کے لیے بھی خمس میں حصہ قرار دیا ہے بالکل اسی طرح رسول کے قرابت داروں کا حصہ بھی ہے۔

جس طرح اللہ نے خمس میں اپنے اور اپنے رسول کے ساتھ آل محمد کا حصہ رکھا ہے اسی طرح سے اطاعت میں بھی انہیں ساتھ رکھا ہے ارشاد ہوتا ہے﴿اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم﴾ [النساء ۵۹] اللہ کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو، پس اطاعت کی ابتداء اللہ کی ذات سے ہوتی ہے پھر اس کے رسول کی اطاعت ہے اور اس کے بعد آل محمد علیہم السلام کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سب اللہ کی وہ نعمتیں ہیں جو اس خاندان کے ساتھ مختص ہیں۔

جب صدقہ (واجب زکوۃ) کی بات ہوئی تو اللہ نے اپنے رسول کی آل کو اس سے بری قرار دیا اور ارشاد ہوا ''انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمولفۃ قلوبھم وفی الرقاب و الغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ'' بتحقیق صدقات (فریضہ زکوۃ) فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ قلوب، غلام، مقروض، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور غربت زدہ مسافروں کے لیے (صدقات) اللہ کی طرف سے فرض کیے گئے ہیں۔

امامؑ فرماتے ہیں؛آپ نے دیکھا کہ اس آیت میں خدا نے اپنے لیے یا اپنے رسول یا اُن کے قرابت داروں کے لیے کوئی حصہ نہیں رکھا کیونکہ خدا نے اپنی ذات کو اس سے منزہ قرار دیا ہے اور اپنے رسول کو بھی اس سے منزہ قرار دیا بالکل اسی طرح سے اپنے رسول کے اہل بیت کو بھی اس سے منزہ قرار دیا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ صدقہ کو آل محمد کے لیے حرام قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ ہاتھوں کا میل ہے اور خدا نے اہل بیت اطہار علیہم السلام کو ہر نجاست اور میل سے پاک قرار دیا ہے پس جب ان کو پاک وطاہر قرار دیا ہے تو ان کے لیے اسی چیز (خمس) کو اختیار کیا ہے جو رب کائنات نے اپنے لیے قرار دیا ہے۔[1]

1۔ تفسیر نور الثقلین جلد ۳، ص۴۸۔ ۴۹۔

قانون خمس کا بیان
(Explanation of Law of Khums)

قانون: بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اور اولاد رسول (حسنی و حسینی سادات) کے لیے غیر سادات کی زکوۃ سے امداد لینا حرام ہے۔

قانون: رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں، آل رسول ﷺ (حسنی و حسینی سادات) کے لیے فریضہ خمس قرار دیا گیا ہے ان کے فقراء و مساکین اور یتامی کی ضروریات کو خمس سے پورا کیا جائے۔

تشریح:

۱۔ خمس کے چھ سہام (حصے) ہیں، اللہ، رسولؐ، ذوی القربیٰ، فقراء، مساکین، یتامیٰ۔

۲۔ موجودہ دور میں خمس کے پہلے تین حصے رسول اللہ ﷺ کے بارہویں وصی حضرت امام مہدیؑ کے لیے ہیں جو ان کی غیبت کے زمانہ میں ان کے عمومی نائبین جامع الشرائط مجتہد کے اختیار میں ہیں، اس حصہ کو سہم امام کہا جاتا ہے، باقی تین حصے (فقراء، یتامیٰ، ابن سبیل) سادات کے لیے ہیں ان کو سہم سادات کہا جاتا ہے۔

۳۔ اولاد فاطمہ علیہا و علیہم السلام کو سادات کہا جاتا ہے لیکن ان کے علاوہ اولاد علی علیہ و علیہم السلام جو جناب فاطمہ علیہ السلام سے نہیں، اسی طرح اولاد عقیل بن ابی طالبؑ ،اولاد جعفر بن ابی طالبؑ، بھی خمس لینے کا استحقاق رکھتے ہیں اسی طرح ہر وہ شخص جس کا شجرہ نسب بنی ہاشم سے جاملتا ہو اس کے لیے غیر بنی ہاشم کی زکوۃ لینا حرام ہے، ان کے واسطے خمس کا حصہ ہے۔

۴۔ کسی کے سید ہونے کے واسطے شہرت کافی ہے اگر سیادت بارے شک ہو تو پھر تحقیق کی جائے۔ سادات کے علاوہ دیگر بنی ہاشم میں سے کسی کو خمس دینے کے لیے تحقیق کی جائے لیکن اگر کسی کے متعلق یقین ہو کہ وہ بنی ہاشم سے ہے تو اسے خمس دے سکتے ہیں۔

عترت رسول ﷺ اور زکوۃ کے استعمال کا حکم
(Ruling on the use of Itrat Rasool and Zakat)

مستند حدیثی:۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان

ا۔ عن الحسن ابن علی علیه السلام، انه قال؛ أخذ رسول الله ﷺ بیدی فمشیت معه، فمرنا بتمر مصبوب وأنا یومئذ غلام صغیر فجمزت فتناولت تمرة فجعلتها فی فی (فأخرج التمرة) بلعابها و رمی بها فی التمر، وکان من تمر الصدقة، وقال؛ انّا اهل بیت لا تحل لنا الصدقة۔1

ترجمہ: ”امام حسن ابن علی علیہ السلام فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہؐ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے ساتھ لے گئے ہم ایک ایسی جگہ سے گزرے جہاں پر کھجوروں کا ڈھیر پڑا تھا ان دنوں میں کم سن تھا میں نے اس ڈھیر میں سے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھی تو پیغمبر ﷺ نے میرے منہ سے لعاب سمیت وہ کھجور باہر نکالی اور اُسے کھجوروں کے ڈھیر میں پھینک دیا کیونکہ وہ کھجور صدقے کے تھے پھر پیغمبر ﷺ نے فرمایا؛ ہم اہل بیت ہیں ہمارے لیے صدقہ (زکوۃ) حلال نہیں ہے۔“

۲۔عن جعفر بن محمد علیهما السلام قال؛ قال رسول الله ﷺ لا تحل الصدقة لی ولا لأهل بیتی، ان الصدقة أوساخ أموال الناس، فقیل لأبی عبدالله علیه اسلام الزکاة التی یخرجها من ذلك؟ قال؛ نعم۔2

1۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۸ ح۷۷۹۵۔

2۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۸ ح۷۷۹۶۔

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا؛ صدقہ (زکوۃ) میرے لیےاور میرے اہل بیت کے لیے حلال نہیں ہے، کیونکہ زکوۃ لوگوں کے اموال کا میل ہے پھر امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا آیا وہ زکوۃ جو انسان ادا کرتا ہے وہ اموال کا میل ہے؟ امامؑ نے فرمایا؛ جی ہاں!''

۳۔عن العیص بن القاسم، عن ابی عبداللہ علیہ السلام، قال؛ ان أناساً من بنی ھاشم، أتوا رسول اللہ ﷺ فسألو أن یستعملھم علی صدقۃ المواشی والنعم، فقالو؛ یکون لنا ھذا السھم الذی جعلہ اللہ للعاملین علیھا، والمؤلفۃ قلوبھم، فنحن اولی بہ، فقال رسول اللہ ﷺ یا بنی عبد المطلب ان الصدقۃ لا تحل لی ولا لکم، ولکن وعدت الشفاعۃ، ثم قال أنا اشھد انہ قد وعدھا فما ظنکم یا بنی عبد المطلب اذ أخذت باب الجنۃ، أترونی مؤثراً علیکم غیرکم۔[1]

ترجمہ: ''عیص بن قاسم، امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی ہاشم کے کچھ لوگ پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپؐ سے گزارش کی کہ ان کو مال مویشی کی زکوۃ وصول کرنے پر لگا دیں تاکہ اس کے بدلے میں جو اللہ تعالیٰ نے عاملین اور مؤلفہ قلوبھم زکوۃ کا حصہ قرار دیا ہے وہ ان کو مل جائے اور کہا کہ ہم اس کام لینے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے (ان کی یہ بات سن کر) فرمایا اے اولا د عبدالمطلب! صدقہ (زکوۃ) میرے لیے اور آپ کے لیے حلال نہیں ہے ہاں! مجھے آپ لوگوں کی شفاعت کا وعدہ دیا گیا ہے پھر آپؐ نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ نے اس کے بدلے آپ لوگوں کی شفاعت کا وعدہ دیا ہے تمہارا کیا خیال ہے اے اولاد عبدالمطلب! کہ میں قیامت کے دن

1۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۹ ح۷۷۹۹۔

جس وقت جنت کے دروازے کو پکڑے ہوئے ہوں گا تو کیا میں تمہارے اوپر تمہارے غیر کو ترجیح دوں گا؟ (ایسا نہیں ہوگا میں آپ لوگوں کی اس مقام پر شفاعت کروں گا)۔

عترت رسولؐ کے لیے زکوۃ کے استعمال کے بارے میں آئمہ اہل بیت اطہارؑ کا بیان

(Narration of Imams of Ahl al-Bayt regarding the use of Zakat for Itrat of the Prophet's (S.A.W)

۱۔ عن جعفر بن محمد علیه السلام قال: لا تحل لنا زكاة مفروضة ،وما أبالي أكلت من زكاة أو شربت من خمر، ان الله حرّم علينا من صدقات الناس أن نأكلها و نعمل عليها۔[1]

ترجمہ: ”امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا؛ واجب زکوۃ لینا ہمارے لیے حلال نہیں ہے، واجب زکوۃ والے مال سے کھانا اورشراب پی لینا میرے لیےایک جیسے ہیں، بلاشک وتردید اللہ نے لوگوں کے صدقات (زکوۃ) کا کھانا ہمارے اوپر حرام قرار دیا ہے۔اور یہ کہ ہم زکوۃ وصولی کے عامل نہیں (جیسا کہ بعد میں تفصیل سے بیان ہوگا کہ اہل البیتؑ اور ان کی اولاد زکوۃ کی وصولی کے لیے عاملین (کارندے) بھی نہیں بن سکتے کیونکہ ان کے کام کی اجرت زکوۃ سے دی جائے گی، جس کا لینا ان پر حرام ہے)۔“

۲۔عن الصادق علیه السلام انّ الله لا اله الاّ هو لمّا حرّم علينا الصدقة انزل لنا الخمس، فالصدقة علينا حرام، والخمس لنا فريضة والكرامة لنا حلال۔[2]

ترجمہ: ”امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: بتحقیق اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، خدا نے ہمارے اوپر صدقہ (زکوۃ) کو حرام قرار دیا ہے اور

1۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج۷، ص ۱۱۹ ح۷۹۷۷۔

2۔ من لایحضرہ الفقیہ ج، ۲ ص، ۲۱ ح، ۷۷؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۸۳ ح، ۲۔

ہمارے لیے خمس کا حکم نازل فرمایا ہے، لہٰذا صدقہ (زکوۃ) ہمارے اوپر حرام ہے اور خمس کا فریضہ ہمارے لیے قرار دیا گیا ہے یہ ہماری کرامت اور بزرگی ہے جو ہمارے لیے حلال ہے۔"

اہل سنت حدیثی منابع میں عترت رسولؐ کے زکوۃ کے استعمال کا حکم

(Ahl-al-Sunnat Hadith sources on the command of the Prophet's (S.A.W to use Zakat)

۱۔عن ابی هريرة ؓ يقول اخذ الحسن بن علی ؑ تمرة من تمر الصدقة فجعلها فی فيه فقال رسول الله ﷺ كخ كخ ارم بها اما علمت انا لا ناكل الصدقة۔[1]

ترجمہ: "ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حسنؑ بن علیؑ نے صدقہ کی کھجور کا ایک دانہ اپنے منہ میں ڈال لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ تھو تھو! اسے منہ سے باہر پھینک دے کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ ہم لوگ صدقہ (زکوۃ کا مال) نہیں کھاتے۔"

۲۔عن شعبة بهذا الاسناد و قال انا لا تحل لنا الصدقة-[2]

ترجمہ: "شعبہ سے یہی روایت آئی ہے اور اس میں یہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے لئے صدقہ حلال نہیں ہے۔"

۳۔عن شعبة فی هذا الاسناد كما قال ابن معاذ انا لا ناكل الصدقة-[3]

ترجمہ: "شعبہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا ہم صدقہ نہیں کھاتے۔"

۴۔عن ابی هريرة ؓ عن رسول الله ﷺ انه قال انی لا نقلب الی اهلی فاجد التمرة ساقطة علی فراشی ثم ارفعها لا كلها ثم اخشیٰ ان تكون صدقة فالقيها-[4]

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی (مترجم)، علامہ وحید الزمان ج ۳۔۴ ص ۹۲۔

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی (مترجم)، علامہ وحید الزمان ج ۳۔۴ ص ۹۳۔

3۔ حوالہ سابق۔

4۔ حوالہ سابق۔

ترجمہ: ’’حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ میں اپنے گھر جاتا ہوں اور اپنے بچھونے پر کھجور پڑی پاتا ہوں اور اٹھاتا ہوں کہ کھاؤں پھر اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں یہ کھجور صدقہ کی نہ ہو، میں اسے واپس پھینک دیتا ہوں۔‘‘

۵۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ وجد تمرۃ فقال لو لا ان تکون من الصدقۃ لأکلتھا۔[1]

ترجمہ: ’’انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کو ایک کھجور پڑی ملی تو آپ ﷺ نے وہ کھجور لے کر فرمایا؛ اگر یہ کھجور صدقہ کی نہ ہوتی تو میں اسے کھالیتا۔‘‘

بنی ہاشم کے لیے زکوۃ کے عوض خمس

(Khums instead of Zakat for Bani-Hashim)

۶۔عن عبد المطلب بن ربیعة بن الحارث حدثه قال اجتمع ربیعة بن الحارث والعباس بن عبد المطلب فقال واللہ لو بعثنا ھذین الغلامین قال لی و للفضل بن عباس الی رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله فکلماه فامرھما علی ھذه والصدقات فادیا ما یؤدی الناس واصابا مما یصیب الناس قال فبینما ھما فی ذلك جاء علی ابن ابی طالب عنه فوقف علیھما فذکر له ذلك فقال علیؑ لا تفعلا فواللہ ما ھو بفاعل فانتحاه ربیعة بن الحارث فقال واللہ ما تصنع ھذا الا نفاسة منك علینا فواللہ لقد نلت صھر رسول اللہ ﷺ فما نفسناه علیك قال علی علیه السلام ارسلوھما فانطلقا واضطجع قال لما صلی رسول اللہ ﷺ الظھر سبقاه الی الحجرة فقمنا عندھا حتی جاء فاخذ باذاننا ثم قال اخرجا ما تصرران ثم دخل ودخلنا علیه وھو یومئذٍ عند زینب بن جحش قال فتوکلنا الکلام ثم تکلم احدنا

1۔ حوالہ سابق۔

فقال یا رسول الله، انت ابرالناس واوصل الناس وقد بلغنا النکاح فجئنا لتامرنا علی بعض هذه الصدقات فنودی الیك کما یؤدی الناس ونصیب کما یصیبون قال فسکت طویلاً حتی اردنا ان نکلم قال وجعلت زینب تلمع الینا من ورآء الحجاب ان لا تکلماه قال ثم قال ان الصدقة لا تنبغی لآل محمد انما هی اوساخ الناس ادعوا الی محمیة وکان علی الخمس ونوفل بن الحارث بن عبد المطلب وال فجاءه فقال لمحمیة انکح هذا الغلام ابنتك للفضل بن العباس ﷺ فانکحه وقال لنوفل بن الحارث انکح هذا الغلام ابنتك فانکحنی وقال لمحمیة اصدق عنهما من الخمس کذا وکذا قال الزهری ولم یسمه لی۔[1]

ترجمہ: ''عبدالمطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ ہم جمع ہوئے ربیعہ بن حارث، اور عباس بن عبدالمطلب اور ہم دونوں نے آپس میں یہ کہا کہ اللہ کی قسم! ہم بھیج دیں ان دونوں لڑکوں کو یعنی مجھ کو اور فضل بن عباس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اور یہ دونوں جا کر ان سے عرض کریں کہ حضرت ان کو تحصیلدار بنا دیں زکوۃ پر (زکوۃ کی وصولی کے لیے عاملین سے قرار دے دیں) اور یہ دونوں حضرت کو زکوۃ لا کر دیا کریں گے جیسے اور لوگ ادا کرتے ہیں اور اس طرح کچھ ان کو بھی مل جائے گا جیسے اور لوگوں کو ملتا ہے یہی گفتگو ان کے درمیان ہو رہی تھی کہ علی بن ابو طالبؑ آئے اور ان کے آگے آکر کھڑے ہو گئے اور ان دونوں نے علی علیہ السلام سے اس کا ذکر کیا (کہ ہم نے یہ تجویز آپس میں تیار کی ہے) تو حضرت علیؑ نے کہا کہ تم ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس مت بھیجو کہ قسم اللہ کی حضرت ایسا نہیں کرنے والے (اس لیے کہ آپ کو یہ معلوم تھا کہ زکوۃ سادات پر حرام ہے) وہ یہ سن کر برامان گئے۔ حضرت علیؑ کو ربیعہ بن حارث نے کہا کہ اللہ کی قسم تم ہمارے ساتھ جو یہ کرتے ہو تو یہ حسد سے اور قسم اللہ پاک کی تم نے جو یہ شرفِ رسول اللہ ﷺ کی دامادی کا پایا ہے تو اس

1۔ صحیح مسلم مع شرح نووی (مترجم)، علامہ وحید الزمان ج ۳۔ ۴ ص ۹۵، ۹۴۔

کا تو ہم آپ سے کچھ حسد نہیں کرتے۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا کہ اچھا ٹھیک ہے تم ان دونوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس روانہ کرو اور ہم دونوں چلے گئے اور حضرت علیؑ وہیں پر لیٹ رہے جب حضور پاک ﷺ ظہر کی نماز پڑھ چکے تو ہم دونوں جلدی سے حجرے میں آپؐ سے پہلے جا پہنچے اور وہاں پر کھڑے ہوگئے حجرے کے پاس یہاں تک کہ آپ تشریف لائے اور ہم دونوں کے کان پکڑے (یہ شفقت اور ملاعبت تھی آپ کی کہ لڑکے اس سے خوش ہوتے ہیں) اور فرمایا آپ سے کہ ظاہر کرو جو تم دل میں بات تیار کرکے لائے ہو پھر آپ حجرے میں تشریف لے گئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ حجرے میں داخل ہوئے اور اس دن آپ ام المومنین حضرت زینب کے پاس تھے حضور پاک ﷺ کے سامنے ہم ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ تم بولو! ان میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ سب سے زیادہ قرابت داروں سے صلہ رحم کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ قرابت داروں پر احسان کرنے والے ہیں اور ہم نکاح کو پہنچ گئے ہیں (یعنی جوان ہو گئے ہیں ہم شادی کرنا چاہتے ہیں) ہم اس لیے حاضر ہوگئے ہیں کہ آپ ﷺ ہم کو زکوۃ پر تحصیلدار بنادیں کہ ہم بھی آپ کو زکوۃ وصول کرکے لادیں جیسے اور لوگ لاتے ہیں اور ہم کو بھی اس مال سے کچھ مل جائے جیسے اوروں کو مل جاتا ہے (تاکہ ہمارے نکاح کا خرچ نکل آئے) حضرت ان کی بات سن کر چپ ہو رہے۔بڑی دیر تک خاموش رہے یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ پھر کچھ کہیں جبکہ ام المومنین حضرت زینبؓ ہم سے پردہ کی آڑ میں اشارہ فرماتی ہیں کہ اب کچھ نہ کہو۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ نے فرمایا کہ زکوۃ آل محمد کے لائق نہیں، یہ تو لوگوں کا میل ہے (شاید یہ ضرب المثل یہیں سے ہے کہ روپیہ پیسہ ہاتھوں کی میل ہے) مگر تم میرے پاس محمیہ کو بلاؤ (یہ نام تھا آپ کے خزانچی کا) اور وہ خمس کے اوپر مقرر تھا اور بلالاؤ نوفل بن حارث بن عبد المطلب کو کہا راوی نے پھر یہ دونوں حاضر ہوگئے اور فرمایا محمیہ سے کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے فضل بن عباس کو بیاہ دو اور نوفل بن حارث سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکی اس لڑکے سے بیاہ دو

یعنی مجھ سے (عبدالمطلب بن ربیعہ سے) میرا نکاح کر دیا گیا اور محمیہ سے فرمایا کہ ان دونوں کا مہر اتنی مقدار میں خمس سے ادا کر دو زہری نے اتنا کہا ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن عبداللہ میرے شیخ نے مہر کی مقدار نہیں فرمائی۔"

صدقہ کے کھجور سے اجتناب
(Avoidance of dates of charity)

۷۔حدثنا موسی بن اسمٰعیل و مسلم بن ابراهیم المعنی قالا حدثنا عن قتادة عن انس بن مالك قال ان النبی ﷺ كان یمر بالتمرة العائرة فما یمنعه من اخذها الا مخافة ان تكون صدقة۔[1]

ترجمہ: "موسیٰ بن اسمٰعیل و مسلم بن ابراہیم، حماد، قتادہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کہیں کوئی کھجور مل جاتی جس کا معلوم نہ ہوتا تو آپؐ اس کھجور کو اس خدشہ سے نہ لیتے تھے کہ کہیں وہ کھجور صدقے کی نہ ہو۔"

صدقہ (زکوٰۃ) اور ہدیہ کا فرق
(Difference between charity and Hediya)

حضور پاک ﷺ اور آپ کی آل پر ہدیہ حلال ہے۔

۱۔عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال اهدت بریرة رضی اللہ عنہا الی النبی ﷺ لحماً تصدق به علیها فقال هو لها صدقة ولنا هدیة۔[2]

ترجمہ: "انس نے کہا ہدیہ دیا بریرہ نے نبی ﷺ کو کچھ گوشت کہ اس کو کسی نے اس کے واسطے صدقہ (زکوٰۃ سے) دیا تھا تو آپ ﷺ نے اس سے لے لیا اور فرمایا ان کے لیے صدقہ ہے جو انہیں دیا گیا اس نے جو ہمیں دیا ہے وہ ہمارے لیے ہدیہ ہے۔"

1۔ سنن ابو داؤد مترجم، علامہ وحید الزمان جلد ا، ح ۷ ۱۶۳۔

2۔ صحیح مسلم مع شرح نووی (مترجم)، علامہ وحید الزمان ج ۳۔۴ ص ۹۷۔

۲۔عن عائشۃ ؓ واُتی النبی ﷺ بلحم بقرٍ فقیل ھذا ما تصدق بہ علیٰ بریرۃ فقال ھولھا صدقۃ ولنا ھدیۃ۔[1]

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک بار گائے کا گوشت نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا اور کسی نے کہا کہ یہ گوشت صدقے کا ہے جو بریرہ کو ملا تھا تو آپؐ نے فرمایا ان پر صدقہ ہے اور ہمارے لیے (بریرہ کی جانب سے) ہدیہ ہے۔“

۳۔ عن عائشۃ ؓ قالت کانت فی بریرۃ ثلاث قضیات کان الناس یتصدقون علیھا وتھدی لنا فذکرت ذلك للنبی ﷺ فقال ھو علیھا صدقۃ ولکم ھدیۃ فکلوہ۔[2]

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ بریرہ کے حکم سے تین حکم شرعی ثابت ہوئے لوگ اس کو صدقہ دیتے تو وہ ہمیں ہدیہ کر دیتی تو ہم نے اس کا ذکر رسول اللہؐ سے کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ اس کے لیے صدقہ ہے اور تمہارے لیے ہدیہ ہے سو تم کھاؤ۔“

۴۔عن عائشۃ ؓ عن النبی ﷺ بمثل ذلك الا انہ قال وھولنا منھا ھدیۃ۔[3]

ترجمہ: ”حضرت عائشہؓ سے وہی روایت مروی ہے مگر اس میں یہ فرمایا کہ وہ ہمارے لیے اس کی طرف سے ہدیہ ہے۔“

۵۔عن ام عطیۃ قالت بعث الی رسول اللہ ﷺ بشاۃ من الصدقۃ فبعث الیٰ عائشۃ منھا بشیءٍ فلما جاء رسول اللہ الی عائشۃ قال ھل عندکم شیء قالت لا الا ان نسیبۃ بعثت الینا من الشاۃ التی بعثتم بھا الیھا قال انھا قد بلغت محلھا۔[4]

1۔ حوالہ سابق۔

2۔ حوالہ سابق۔

3۔ حوالہ سابق۔

4۔ صحیح مسلم مع شرح نووی (مترجم)، علامہ وحید الزمان ج۳۔۴ ص۹۸۔

ترجمہ: ''ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا بھیجا میرے پاس رسول اکرم ﷺ نے صدقہ کی بکری کا گوشت تو میں نے اس سے تھوڑا سا گوشت حضرت عائشہؓ کو بھیج دیا جب آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لائے اور ان سے سوال کیا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے تو انہوں نے عرض کی کہ نہیں مگر نسیبہ نے (یعنی ام عطیہ نے) ہمارے پاس کچھ گوشت بھیجا ہے اس بکری سے جو آپ نے ان کے پاس بھیجی تھی آپؐ نے فرمایا وہ اپنی جگہ پہنچ گئی۔ (اس روایت کو باقی روایات سے ملا کر پڑھا جائے تو آپ نے اس گوشت کو ام عطیہ کی طرف سے عطیہ قرار دیا اور اس کا استعمال اپنے لیے جائز قرار دیا)۔''

٦-عن ابی هريرة رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ كان اذا اتی بطعام سال عنه فان قيل هدية اكل منها وان قيل صدقة لم يا كل منها-[1]

ترجمہ: ''ابوہریرہؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کی عادت تھی کہ جب کھانا آتا تو پوچھ لیتے، اگر ہدیہ ہوتا تو کھاتے اور صدقہ (زکوۃ سے) ہوتا تو نہ کھاتے۔''

اہل سنت حدیثی منابع میں بیان شدہ مطالب پر تبصرہ اور بحث کا نتیجہ

(The result of comments discussionson the demandsstated in Hadith sources of Ahl-al-Sunnah)

ہم نے اہل سنت کے حدیثی منابع سے ایسی احادیث دی ہیں جن سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکوۃ بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور آل رسول ﷺ پر حرام ہے، ہدیہ اور عطیہ ان پر حلال ہے ہم نے ان احادیث کا وہی ترجمہ دیا ہے جو ان منابع کے اردو تراجم میں دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم جلد ٣۔ ٤؛ علامہ وحید الزمان)

1۔ حوالہ سابق۔

خمس کا فلسفہ

اس تفصیلی بحث کا نتیجہ یہ ہوا کہ خمس اسلام کا اہم فریضہ ہے، جس کا فلسفہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور ان کی آلؑ کے لیے ایک شرف و کرامت قرار دیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں پر ایک ایسا مالی فرض قرار دیا گیا ہے کہ جس کے ذریعے رسول اسلام حضرت محمد ﷺ کے خاندان سے جو یتامیٰ، مساکین اور فقراء ہیں ان کا انتظام بیت المال سے ہو جائے اور اس کا جو ۱/۲ حصہ ہے وہ رہبریت، قیادت کے پاس موجود رہے جس کے ذریعے وہ اسلام اور مسلمانوں کے مفادات کا تحفظ کریں۔

جبکہ اُمت کے باقی طبقات (جو غیر سادات ہیں، رسول اللہ ﷺ کے خاندان سے نہیں) کے یتامیٰ، مساکین اور فقراء کے لیے اور ان کی دیگر انتظامی اور معاشی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے زکوٰۃ کا فریضہ قرار دیا ہے اور اس کے علاوہ بھی دیگر مالی واجبات کو قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں کسی کے لیے کوئی برتری نہیں مگر تقویٰ کی بنیاد پر، شرف و کرامت تقویٰ کی بنیاد پر ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی نیابت جن شخصیات کو دی ہے اور جنہیں ہدایت کا سرچشمہ قرار دیا ہے توان کے لیے منصبی برتری ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی میں معاشرہ کے ہر طبقہ کی ضروریات کو پورا کرنے کا مناسب انتظام کر دیا ہے ایسا متوازن نظام بنایا ہے کہ جس پر عمل کرنے سے طبقاتی کشمکش پیدا نہ ہو اور معاشرہ کے تمام افراد اخوت و برادری کے بندھن میں آجائیں، سب ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد ہوں اور مال کا ارتکاز بھی کسی ایک طبقہ کے پاس نہ ہو، مال معاشرہ میں گھومتا رہے، کسی ایک کے پاس منجمد ہو کر نہ رہ جائے۔ اسلام کے مالیاتی نظام پر اگر پوری طرح عمل کیا جائے تو ایک خوشحال متوازن معاشرہ وجود میں آئے گا کوئی کسی پر مالی برتری کی وجہ سے بالادست نہ ہو گا بلکہ اخوت و برادری کا ماحول وجود میں آجائے گا، معاشرہ کے کمزور طبقات بھی خوشحال زندگی گزار رہے ہوں گے، یہ امتیاز فقط اسلام کا ہے۔

اسلام نے مالیات کے حوالے سے ایسے قوانین وضع کیے ہیں جو انسانی معاشرہ میں مال و دولت کی بنیاد پر طبقہ بندی کو ختم کرنے کی بنیاد بنتے ہیں اس بارے میں اسلام کے مالی نظام پر تحریر شدہ تفصیلی کتب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ ہمارا تحقیقی ادارہ بھی اس بارے میں اردو زبان میں انتہائی اہم اور موجودہ دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر کتب تیار کر رہا ہے، جو علمی حلقوں کے لیے ایک خوشخبری ہو گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت واسعہ کا صدقہ اور اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ اور ان کی آل اطہار علیہم السلام کے وسیلہ سے ہمیں اس علمی کام کو جلد از جلد مکمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

دوسرا باب
(Chapter 2)

خمس کی تعریفات اور قرآن و سنت کی روشنی میں خمس کے وجوب کا ثبوت اور اہمیت

(Definition of Khums and proof and importance of obligation if Khums in the light of Quran and Sunnah)

خمس کی مختلف تعریفات ومعانی
(Different definitions and meaning of Khums)

خمس کا معنی: لغت میں اس کا معنی پانچواں حصہ ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں خمس اسلامی مالیات میں ایک اہم مالی فریضہ کا عنوان ہے۔

فریضہ خمس کی مختلف تعریفات فقہی کتب میں موجود ہیں، ان میں سے اہم تعریفات ذیل میں بیان ہوئی ہیں، ان تعریفات سے واضح ہو جاتا ہے کہ فریضہ خمس سے شریعت میں کیا مراد لیا جاتا ہے۔

ا۔ خمس اس مالی فریضہ کا نام ہے جسے مکلّف حلال طریقہ سے حاصل ہونے والی آمدنی (جیسے زراعت، باغبانی، تجارت، محنت، مزدوری، صنعت وحرفت وغیرہ، معدنیات سے حاصل شدہ مال، غوطہ خوری سے ملنے والا مال، جنگی غنائم سے حاصل شدہ مال یا زمین میں چھپے خزانہ سے جو مال ملے اپنے) جو اس کے اور اس کی عیال کے اخراجات اور اس آمدنی کے حاصل کرنے پر آنے والے اخراجات کے جدا کرنے کے بعد جو کچھ مال اس کے پاس بچے اس کا پانچواں حصہ اللہ، اللہ کے رسولؐ، ان کے قرابت داروں، یتامیٰ، مساکین، فقراء کو دے دیتا ہے۔

اس طرح جو مال حرام میں مل جائے اور اسے جدا کرنا ممکن نہ ہو تو اس سے پانچواں حصہ نکال کر اسے حلال کیا جائے گا۔

اور جو کافر ذمی مسلمان سے زمین خرید کرے تو اس سے بھی خرچ شدہ رقم پر خمس وصول کیا جائے گا۔

۲۔ مسالک الافہام میں خمس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

الخمس حق مالی ثبت لبنی ھاشم فی مال مخصوص بالاصالة عوض عن الزكاة۔

ترجمہ: ”خمس ایک ایسا مالی حق ہے جو مخصوص اموال پر بالاصالۃ(بنیادی قانون کے تحت) زکوۃ کے بدلے میں بنی ہاشم کے لیے ثابت ہے۔“

۳۔ صاحب جواہر الکلام نے خمس کی تعریف اس طرح بیان کی ہے:

”خمس ایک ایسا مالی حق ہے جسے اللہ جو مالک الملک ہے نے اپنے بندوں پر ایک مخصوص مال پر فرض قرار دیا ہے (یہ مالی فریضہ قرار دیا ہے) اپنی ذات کے لیے اور بنی ہاشم کے واسطے، بنی ہاشم اللہ کے بندوں پر حاکم ہیں، سید و سردار ہیں، ان سب پر فضیلت و برتری رکھتے ہیں، ان کے محسن ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز و اکرام بنی ہاشم کے لیے مختص کیا ہے کہ انہیں واجب صدقہ (زکوۃ) کے استعمال سے روک دیا کہ وہ لوگوں کی میل کچیل اور گندگی ہے اور خمس کے وجوب کو ان کا حق قرار دیا ہے۔ زکوۃ کو میل کچیل قرار دیا ہے اس سے ان کو پاک رکھا ہے اور اس میں خود کو بنی ہاشم کے ساتھ شامل کر کے اس اعزاز کو اور بڑھا دیا ہے اور اسے ایمان کی شرط قرار دیا ہے۔“ (جواہر الکلام، بحث خمس)

خمس کے بارے پیش کردہ تعریفات کا نتیجہ

خمس کی پیش کردہ مختلف تعریفات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فریضہ خمس ایک ایسا مالی حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے، اپنے رسولؐ کے لیے، اپنے رسولؐ کے قرابت داروں کے لیے اور ان کے یتامیٰ، مساکین اور ابناء السبیل کے لیے زکوۃ کے عوض قرار دیا ہے اور یہ ایک خاص قسم کا مالی حق ہے جس کی تفصیلات اس کتاب میں موجود ہیں۔

قانون خمس اور وجوب خمس کے ثبوت
(Law of Khums and evidence of obligation of Khums)

قانون: خمس ایک مالی فریضہ ہے جسے ادا کرنا ہر مکلّف پر واجب ہے اور یہ فریضہ زکوۃ کا متبادل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے، رسولؐ اور آل رسولؐ کے لیے مقرر کیا ہے۔

ضمن: خمس اللہ، رسولؐ، ذی القربیٰ اور ایسے ایتام، مساکین اور ابناء السبیل کا حق ہے جو بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اور خاندان رسول ﷺ (حسنی و حسینی سادات) سے ہوں۔

فریضۂ خمس کے قانون کا قرآن سے ثبوت

مستند قرآنی:۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[1]

ترجمہ: ’’اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ، اس کے رسول اور قریب ترین رشتے داروں اور یتیموں اور مساکین اور مسافروں کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔‘‘

غنیمت سے مراد فائدہ ہے اور غنیمت کی جمع غنائم ہے، غنائم جس طرح ان تمام چیزوں کو کہا جاتا ہے جو جنگ کے ذریعہ کفار سے حاصل کی گئی ہوں جیسے ہتھیار، لباس، غلام،

1۔ الانفال ۴۱۔

سواریاں اسی طرح غنائم ان اموال پر بھی بولا جاتا ہے جنہیں کفار سے جنگ لڑے بغیر حاصل کیا گیا ہو ان میں معدنیات، سمندر سے غوطہ خوری، کے ذریعہ حاصل شدہ موتی ، مونگے، جواہرات اور دیگر قیمتی اشیاء ،دفن شدہ ملنے والے خزانے اور جو کچھ انسان کماتا ہے مختلف ذرائع سے جیسے تجارت، زراعت، صنعت وحرفت وغیرہ ان سب سے حاصل ہونے والے منافع سے سال بھر کے اخراجات نکالنے کے بعد جو کچھ بچ جاتا ہے اسے بھی غنیمت وغنائم میں شمار کیا جاتا ہے۔

قرآن میں استعمال شدہ لفظ غنم کا معنی و مفہوم

(The meaning of the word wheat used in the Quran)

غنم۔ هو تناول مالٍ لم يكن مالكاً من قبل ومن مصاديقه الماخوذ من العدو بالحرب ومايتحصل بالتجارة۔

ترجمہ: ”غنم: ایسے مال کا حصول جس کا انسان پہلے مالک نہیں تھا اور اس کے مصادیق میں سے وہ مال ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل کیا جاتا ہے یا وہ مال جو کسب وکار، محنت وعمل، صنعت وحرفت کے ذریعے انسان کو ملتا ہے۔“

واعْلَمواأنّما غَنِمْتُم مِن شَيءٍ فأنَّ لِلّٰهِ خُمُسَه ولِلرَّسول۔۔۔۔الخ (انفال:۴۱)

يراد مطلق ما يتناول غنماً من أي شيءٍ وبأي طريق كان، غنيمةً في حرب أو ربحاً في تجارة أو أُجرة من عمل۔

آیت میں غنمتم سے مراد مطلق فائدہ ہے جو کسی بھی چیز یا ذریعے سے انسان کو حاصل ہوا ہو، جنگ سے مال غنیمت کے طور پر، کسی تجارت کے فائدہ یا کسی کام کی اُجرت کے طور پر، یہ سب مصادیق غنمتم ہیں۔

ہدیہ، ہبہ، تحفہ، قرض، ارث، وقف اور غنیمت میں فرق
(Difference between donation,Islamic Gift, debt or loan,Inheritance,waqf or trust and booty)

ویشترط فی صدق مفهوم الغنم: ان یتحصل فی نتیجة عمل و مجاهدة، وأما ما یصل الی شخص من دون عمل: فلا یصدق علیه الغنم، کما فی الهبة والعطیة والارث-

ترجمہ: ”مفہوم غنم صادق آنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ فائدہ، کسی عمل اور کوشش کے نتیجے میں حاصل ہوا ہو لیکن ایسا فائدہ جو کسی شخص کو بغیر عمل اور محنت و مشقت کے حاصل ہوتا ہے اس پر لفظ غنم صادق نہیں آتا جیسے ہبہ، تحفہ اور میراث۔“

فان حقیقة الارث والهبة: جعل شخص نائباً عن المالك الأول واقامته فی مقامه من دون عمل فیما بینهما، فالثانی مکلّف بما یکلّف به الأوّل-

وراثت اور ہبہ میں دوسرے شخص کو پہلے مالک کا نائب قرار دیا جاتا ہے اور وہ پہلے مالک کی جگہ لے لیتا ہے اس میں ان دونوں کے درمیان عمل موجود نہیں ہوتا لہٰذا دوسرا شخص اسی بات کا مکلّف ہو جاتا ہے اس مال سے متعلق جیسے پہلا مالک تھا یعنی جس طرح پہلا اس مال کا مالک تھا اسی طرح دوسرا شخص پہلے کی نیابت میں اس کا مالک بن جاتا ہے یا تو پہلے کے مرنے کے بعد مال لیتا ہے کہ وہ مال ارث کہلاتا ہے یا کہ پہلے کی طرف سے دوسرے کو بطور ہدیہ، تحفہ، ہبہ کے طور پر دیا جاتا ہے یا دوسرے کے لیے وقف کر دیا جاتا ہے جبکہ غنم کا مفہوم اس طرح نہیں ہے اس میں محنت کا عنصر شامل ہے اسی طرح قرض ہے جو دوسرے شخص کو بغیر کسب وکار کے ملتا ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُم حَلالاً طَيِّباً واتَّقوا اللهَ اِنَّ اللهَ غَفورٌ رَّحيم (انفال: ٦٩)

أی من الأموال التی تحصلت فی ایدیکم بعمل و مجاهدة صحیحة، فهی حلال طیب لکم، فانها نتیجة جهادکم فی سبیل الله، وارباح تجارتکم وعملکم-

"مماغنمتم" سے مراد وہ اموال ہیں جو تمہیں جائز عمل اور صحیح و جائز محنت و کوشش کے نتیجے میں حاصل ہوئے ہیں تو اس طرح کے اموال تمہارے لیے حلال ہیں کیونکہ یہ اموال اللہ کی راہ میں تمہارے جہاد کا نتیجہ ہیں اور جو تمہاری تجارت اور تمہارے کاروبار و عمل کے ارباح (منافع) سے ہیں۔

تَبتَغونَ عرضَ الحَیاۃ الدُّنیا فعندَاللہ مَغانم کَثیرۃ۔(النساء: ۹۴)

یرادمطلق ما یتناول من الاموال المادیة والفوائد الروحانیة التی یعطیھا من یشاء۔

ترجمہ: "اس سے مراد ہر وہ مادی اور روحانی فوائد ہیں جو خدا اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔"

ومَغانمَ کَثیرَۃً تأخذونَھا وکانَ اللہُ عَزیزاً حَکیماً وعَدکُم اللہ مَغانم کَثیرَۃ تأخذونھا فَعجَّلَ لَکُم۔ (النساء: ۹۴)

لفظ غنم کے متعلق لغوی بحث

(Litleral Discussion of the word wheat)

مفردات الفاظ القرآن میں آیا ہے:

الْغَنَمُ معروف. قال تعالى: وَ مِنَ الْبَقَرِ وَ الْغَنَمِ حَرَّمْنا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُما [الأنعام/ 146]. و الْغُنْمُ: إصابته و الظّفر به، ثم استعمل في كلّ مظفور به من جهة العدى و غيرهم.

قال تعالى: وَ اعْلَمُوا أَنَّما غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ [الأنفال/41]

ترجمہ: "غنم کا معنی معروف ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " اور گائے اور غنم (بھیڑ، بکریاں) کی چربیوں کو ہم نے ان پر حرام قرار دیا ہے"۔

"غنم کا معنی ہے کسی چیز کو پا لینا، کسی چیز کو حاصل کر لینا، کسی چیز کو لے لینا پھر یہ اس حاصل شدہ مال پر استعمال کیا گیا جو کسی لڑائی یا کسی اور طریقہ سے ملا ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "واعلموا انما غنمتم من شیء۔۔۔الخ"

فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلالًا طَيِّباً [الأنفال/ 69]، و الْمَغْنَمُ: ما يُغْنَمُ، و جمعه مَغَانِمُ. قال: فَعِنْدَ اللهِ مَغانِمُ كَثِيرَةٌ [النساء/94].

ترجمہ: "مغنم سے مراد جو مال غنیمت کے طور پر حاصل کیا جاتا ہے اس کی جمع مغانم ہے ،اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس تو بہت زیادہ مال و متاع اور فوائد ہیں۔"[1]

غَنِمْتُ: الشَّیءَ میں نے کسی چیز کو حاصل کر لیا یعنی (أَغْنَمَهُ)اس نے کسی چیز کو حاصل کر لیا، پالیا(غُنْماً) أَصَبْتُهُ (غَنِيمَةً) و (مَغْنماً) و الْجَمْعُ (الْغَنَائِمُ)جب غنم کو استعمال کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔۔۔(غنیمۃ و مغنماً) تو اس کا معنی لیا جاتا ہے کہ میں نے اس فائدہ کو پا لیا ہے ،اس کی جمع الغنائم اور المغانم ہے، یہ جملہ جو بولا جاتا ہے کہ الغُنْم بالغُرم تو یہ قرض سے حاصل شدہ مال غنیمت ہے، جس طرح جو مالک ہوتا ہے وہ اس مال سے فائدہ لیتا ہے اس کا اس مال میں کوئی شریک نہیں ہوتا، اس طرح وہ قرض کا بھی متحمل ہوتا ہے و (الْمَغَانِمُ) و (الغُنْمُ بالغُرْمِ) أَيْ مُقَابَلٌ بِهِ فَكَمَا أَنَّ الْمَالِكَ يَخْتَصُّ (بِالْغُنْمِ) وَ لَا يُشَارِكُهُ فِيهِ أَحَدٌ فَكَذلِكَ يَتَحمَّلُ الْغُرْمَ (غَنِم کا معنی اس نے کما لیا، حاصل کر لیا، فائدہ اٹھا لیا) غنم، غرم کے وسیلہ سے، یعنی غنم غرم کے مد مقابل ہے کہ جس طرح غنم جو کمایا ہوا مال ہے وہ مالک کے لیے ہوتا ہے اس کے ہمراہ کوئی شریک نہیں ہوتا اسی طرح قرض وہ کا کسی اور نے اس کا بوجھ نہیں اٹھانا

---

[1]۔ مفردات الفاظ القرآن ص ٦١٥۔

جس نے قرض لیا ہے اسی نے اس کا بوجھ اٹھانا ہے اپنی کمائی سے اس نے اسے ادا کرنا ہوتا ہے۔

وَ لَا یَتَحَمَّلُ مَعَهُ أَحَدٌ وَ هذَا مَعْنَى قَوْلِهِم (الغُرْمُ مَجبُورٌ بِالْغُنْمِ) اور اس کے ہمراہ کوئی ایک بھی اس کا بوجھ نہیں اٹھاتا یہ معنی ہے اس قول کا کہ، "الغرم مجبور بالغنم"

قرض کی رقم جو قرض لینے والا ہے اسے ہی دینا ہوتی ہے وہی اس قرض کی ادائیگی کا متحمل ہوتا ہے اس لیے یہ جملہ بولا جاتا ہے "الغرم مجبور بالغنم" قرض کمائے ہوئے مال سے ادا ہوگا، انسان کو قرض بغیر مشقت کے ملتا ہے، اسی لیے اس پر لفظ غُرْم بولا گیا ہے اس لفظی بحث کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ غنیمت، غنم، مغانم یہ ایسے مال کے حصول پر بولا جاتا ہے جو مال محنت و مشقت سے حاصل ہو۔ لہٰذا خمس کی بحث میں اس آیت سے فریضہ خمس بارے استدلال کے لیے اس لفظ کے لغوی معنی کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

آیت خمس کے بارے میں شیعہ مفسرین کی رائے

(Opinion of Shia jurists about the Ayat of Khums)

شیعہ مفسرین نے آیت خمس کے بارے آئمہ اہل بیتؑ سے نہایت ہی عمدہ مطالب بیان کئے ہیں ہم بعض تفاسیر سے کچھ مطالب نقل کر رہے ہیں تاکہ اُن کی رائے سے آگاہی ہوسکے۔
تفسیر مجمع البیان کے مصنف اس آیت کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

واعلموا انما غنمتم من شیء ای مما قل او کثر[1]

ترجمہ: "تم یہ بات جان لو کہ یہ بات طے ہے کہ تم جو کچھ حاصل کر لو (جو تمہیں مل جائے) خواہ وہ کم ہو یا زیادہ تو اس میں خمس ہے۔"

[1]۔ تفسیر مجمع البیان: ج ۳: ص ۵۴۳۔

اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ "ما" موصولہ ہے اور "مِنْ شیء" اس کا بیان ہے لہٰذا یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ شئے مفہوماتِ عامہ شاملہ میں سے ہے اور سابقاً ثابت ہو چکا ہے کہ "غنم" کا معنی "نال وأصاب" ہے جس کا معنی مال حاصل کر لینا ہے لہٰذا آیت خمس کا معنی اس طرح ہوگا۔ "واعلموا ان شیء الذی نلتموہ واصبتموہ فان للّٰہ خمسہ وللرسول الخ" کہ تم یہ بات جان لو کہ تم جس چیز کو پالو اور جسے تم حاصل کرلو تو اس کا (پانچواں حصہ) "خمس" اللہ تعالیٰ کا مال ہے اور اس کے رسولؐ کا ہے الی آخر الآیۃ۔

شیعہ فقہاء کا نظریہ

صاحب مجمع البیان نے آیت کی تفسیر بیان کرنے کے بعد شیعہ فقہاء کا نظریہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

قال اصحابنا ان الخمس واجب فی کل فائدۃ تحصل للانسان من المکاسب و ارباح التجارات، وفی الکنوز والمعادن والغوص وغیر ذالک مما ھو مذکور فی الکتب و یمکن ان یستدل علی ذالک بھٰذہ الآیۃ فان فی عرف اللغۃ یطلق علی کل ذالک اسم الغنم والغنیمۃ۔

ترجمہ: "ہمارے اصحاب (شیعہ فقہاء) نے یہ فرمایا ہے کہ خمس ہر اس فائدے پر واجب ہے جو انسان کسی کسب و کار اور ارباح تجارات کے ذریعے حاصل کرتا ہے یا خزانہ اور معدنیات، دریا میں غوطہ خوری اور دیگر ذرائع سے حاصل کرتا ہے اور ان کے علاوہ دوسرے ذرائع سے اسے جو مال ملتا ہے جس کی تفصیل فقہی کتب میں مذکور ہے، ان تمام ذکر شدہ عناوین کے بارے اس آیت سے استدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ عرف لغت میں ان تمام چیزوں پر غنم اور غنیمت کا اطلاق ہوتا ہے۔"[1]

1۔ تفسیر مجمع البیان، ج ۴ ص ۵۴۳، ۵۴۴۔

2۔ المنجد ص ۳۴۸، مکتبہ دانیال، لاہور۔

صاحب مجمع البیان نے قرآن کی ایک اور آیت سے اس معنی پر استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے:

فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (سورۃ النساء: ۹۴) "ای فی مقدورہ فواضل ونعم ورزق ان اطعتموہ فیما امرکم بہ وقیل معناہ ثواب کثیرلمن ترک قتل المؤمن۔

ترجمہ: "اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت ان احکام میں کرو جن کا اس نے تم کو حکم دیا ہے تو پھر تمہارے لیے بڑے منافع ہیں، نعمتیں اور رزق فراواں ہے یہ سب اس کی قدرت میں ہے جو وہ تمہیں عطاء کرے گا۔"

اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ اس شخص کے لیے ثواب کثیر ہے جو قتل مومنِ کو ترک کردے۔ صاحب مجمع البیان کی عبارت میں فواضل کا لفظ مغانم کے معنی میں آیا ہے تو اس بات پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

لغت کی مشہور کتاب "المنجد" میں اس لفظ کے معنی کے بارے میں آیا ہے: "فواضل المال غلته وارباحه" فواضل، مال کی پیداوار اور منافع کو کہتے ہیں اور لغت کی معروف کتاب القاموس المحیط میں آیا ہے: "وفواضل المال مایاتیك من غلته ومرافقه" کہ فواضل مال، مال کے منافع جو غلہ جات اور اس سے متعلق چیزوں سے تجھے حاصل ہوئے ہیں۔

نیز فواضل، جلیل القدر نعمتوں اور درجات رفیعہ کو بھی کہتے ہیں جبکہ اس جگہ مطلق فواضل مراد ہیں۔ پس یہ لفظ مال کے منافع، جلیل القدر نعمتیں اور درجات رفیعہ سب کو شامل ہے کیونکہ لفظ مغانم نکرہ ہے جو تخصیص کا نہیں تعمیم کا معنی دیتا ہے۔اس میں عمومیت و شمولیت ہے۔

لہٰذا اس کا معنی اس طرح کریں گے:

فان عنداللہ مغانم کثیرہ وفواضل جسیمۃ فھو خیرلکم ان اطعتم اللہ فیما أمرکم بہ واتنھیتم عما نھٰکم عنہ۔

ترجمہ: ''بتحقیق اللہ تعالیٰ کے پاس مغانم کثیرہ ہیں اور اللہ کے پاس بڑے بڑے انعامات اور بھاری منافع ہیں اور اگر تم ان احکام میں اللہ کی اطاعت کرو جن کے بجالانے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے اور ان امور کے ارتکاب سے رک جاؤ جن سے اللہ نے تمہیں منع کیا ہے تو اللہ کی جانب سے تمہارے لیے اس اطاعت کے نتیجے میں انعامات، نعمات اور بھاری منافع ملیں گے جو تمہارے لیے بہتر ہے۔''

کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملنے والا رزق بہتر ہے اور اللہ کی جانب سے بڑی نعمات ہیں، یہ امر تمہارے لیے خیر ہے بہتر ہے، شرط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جس کام کے کرنے کا حکم دیا ہے اور جس کام سے منع کیا ہے یعنی اللہ کے اوامر اور نواہی میں تم اللہ کی اطاعت کرو، اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت پر تمہیں ثواب دے گا لہٰذا تم یہ سب کچھ اللہ سے طلب کرواور جن چیزوں کا قدرت نے تمہیں حکم دیا ہے اور جن سے تم کو منع کیا ہے ان میں اگر تم اس کی اطاعت کرو تو اللہ تعالیٰ کے انعام اور فوائد کثیرہ تمہارے لیے ہر چیز سے بہتر ہیں ان کے فوائد و منافع کے ذریعے اللہ تمہیں تمہاری اطاعت کا معاوضہ دے گا، لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ان سب کو طلب کرو۔

تفسیر نور میں آیت خمس کے ضمن میں بیان ہوا ہے:

''لفظ ''غنیمت'' اور ''غرامت'' دونوں قرآن میں چھ مرتبہ استعمال ہوئے ہیں، جس طرح غرامت صرف جنگی نقصان کو نہیں بلکہ ہر نقصان کو کہا جاتا ہے اسی طرح سے غنیمت بھی صرف اس مال کو نہیں کہا جاتا جو جنگ کے ذریعے حاصل ہو بلکہ ہر منفعت پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لغت کی کتابیں، جیسے لسان العرب، تاج العروس اور قاموس اسی طرح سے اہل سنت مفسرین جیسے قرطبی، فخر رازی اور آلوسی نے لفظ غنیمت کا لغت میں ہر منفعت پر اطلاق

ہونے میں شک نہیں کیا۔ اسی طرح مفردات راغب میں آیا ہے کہ: غنیمت سے مراد ہر وہ فائدہ ہے جو انسان کو حاصل ہوتا ہے۔"[1]

خمس کے بارے میں اہل سنت کے مفسرین اور ان کے فقہاء کی آراء
(Opinion of Ahl-Sunnat commentators and their jurists about Khums)

ذیل میں ہم آیت خمس کے متعلق اہل سنت مفسرین کی رائے کا ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔ مشہور مفسر قرآن زمخشری اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

انما غنمتم ما موصولۃ ومن شیء بیانہ قیل من شیء حتی الخیط والمخیط۔[2]

کہ "انما غنمتم" میں "ما" موصولہ ہے اور "من شیء" اس کا بیان ہے "من شیء" کہا گیا ہے اس لیے کہ خمس ہر شے پر واجب ہے حتیٰ کہ سوئی اور دھاگے میں بھی واجب ہے۔

۲۔ اہل سنت کے مفسر جناب نیشاپوری اپنی کتاب غرائب القرآن میں آیت خمس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقولہ من شیء بیان ما ای من کلما یقع علیہ اسم الشیء حتی المخیط والخیاط۔[3]

کہ قول باری تعالیٰ "من شیء ما" کا بیان ہے یعنی ہر اس چیز کا خمس ہوتا ہے جس پر "اسم شیء" واقع ہو حتیٰ کہ سوئی کا خمس ادا کرنا بھی واجب ہے، مخیط و خیاط کا عطف تفسیری ہے۔

---

[1]۔ تفسیر نور، جلد ۳ صفحہ ۳۲۱۔

[2]۔ تفسیر کشاف: ج ۲: ص ۱۲۶۔

[3]۔ تفسیر غرائب القرآن نظام الدین القمی نیشاپوری: ج ۱۰: ص ۳۔

ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی کا نظریہ
(Idealogy of Abu-Mansoor Muhammad Bin Muhammad Al-Matridi)

۳۔آیت خمس کے ذیل میں اہل سنت کے مشہور مفسر ابو منصور محمد بن محمد الماتریدی السمرقندی رقمطراز ہیں: غنیمت سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں نے مشرکین سے جنگ کے بعد حاصل کیا ہے۔

اور فیئ سے مراد وہ مال ہے جو مسلمانوں کو کفار کے ساتھ صلح کے نتیجے میں حاصل ہوا ہو۔ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ امام کا ہوگا اور باقی چار حصے مسلمانوں میں تقسیم کیے جائیں گے اور فیئ پورا امام لے لے گا جسے مسلمانوں کے مصالح میں خرچ کرے گا۔اس پر اہل علم کا اجماع ہے اور اخبار متواترہ اسی بات پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ روایت بیان ہوئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مال غنیمت کے متعلق سوال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''لی خمسہ'' و اربعۃ اخماسہ ''لھؤلاء'' یعنی المسلمین (میرا حصہ اس مال میں خمس (پانچواں حصہ) ہے اور باقی کے چار حصے ان لوگوں کے ہیں یعنی تمام مسلمانوں کے ہیں۔[1]

جلال الدین سیوطی کی رائے
(Opinion of Jala-ud-Deen-Siuti)

۴۔آیت خمس کے ذیل میں اہل سنت کے مشہور مفسر جلال الدین سیوطی تفسیر درّ منثور میں لکھتے ہیں:

1۔ تاویلات القرآن، الماتریدی السمرقندی ج، ۶ ص، ۲۱۶۔۲۱۷۔

"امام عبدالرازق نے مصنف میں ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ" سے مراد ہے کہ جو چیز حتیٰ کہ سوئی بھی تم غنیمت میں حاصل کرو، اس پر خمس ہے۔

امام عبدالرازق نے مصنف میں ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ رحمہما اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت کے ضمن میں حضرت ابو العالیہؒ نے کہا ہے کہ مال غنیمت لایا جاتا اور اسے رکھ دیا جاتا پھر رسول اللہ ﷺ اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرتے، پھر اس کا ایک حصہ الگ کر لیتے اور چار حصے ان لوگوں کے درمیان تقسیم فرمادیتے، جو جنگ میں حاضر ہوتے۔ پھر علیحدہ کیے ہوئے سارے حصے میں اپنا دست مبارک مارتے اور جس شیء پر ہاتھ رکھتے اسے کعبہ معظّمہ کے لیے مختص کر دیتے۔ پھر آپ بقیہ حصہ کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمادیتے۔ایک حصہ نبی مکرم ﷺ کے لیے، دوسرا حصہ ذوالقربیٰ کے لیے، تیسرا یتامیٰ کے لیے، چوتھا مساکین کے لیے اور پانچواں ابن سبیل کے لیے مخصوص کر دیتے تھے۔

امام ابن جریر، ابن منذر اور ابو الشیخ رحمہم اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ حضور نبی مکرم ﷺ اور آپ کے قرابت دار صدقات میں سے کوئی شئے نہیں کھاتے تھے، کیونکہ صدقہ ان کے لیے حلال نہیں، پس حضور نبی مکرم ﷺ کے لیے خمس کا پانچواں حصہ ہے اور آپ کے قرابت داروں کے لیے بھی خمس کا پانچواں حصہ ہے۔ اس طرح خمس کا ایک حصہ یتامیٰ، مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے"۔[1]

1۔ تفسیر درّ منثور ج۳ ص ۵۸۰-۵۸۱۔

ابن کثیر کی رائے

(Opinion of Ibn-kateer)

۵۔آیت خمس کے ذیل میں ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: سابقہ تمام امتوں کے لیے مال غنیمت حرام رہا لیکن اس امت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اسے حلال کر دیا، اس کی تقسیم کی تفصیل یہاں بیان ہو رہی ہے۔ مال غنیمت کے پانچ حصے ہوں گے، چار حصے مجاہدین کے اور ایک حصہ ان کا جن کا بیان اس آیت میں ہے، لیکن یہ قول بعید از قیاس ہے، اس لیے کہ یہ آیت بدر کے واقعے کے بعد اتری ہے۔۔ الخ

پھر فرماتے ہیں کہ: سیدنا علی بن حسین، حسن بن محمد بن حنفیہؒ رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا و آخرت کا سب کچھ اللہ ہی کا ہے۔ حضور کے بعد ان دونوں حصوں کے بارے میں (اللہ اور رسول کے حصوں کا) کیا ہوا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں حضرتؐ کا حصہ آپ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو۔ ان کی رائے میں ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے گا۔ خلافت صدیقیہ اور فاروقیہ میں اسی قول پر عمل ہوتا رہا ہے۔

ابراہیم کہتے ہیں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ حضور ﷺ کے حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے، پوچھا گیا کہ حضرت علیؓ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سے سخت تھے۔

اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کا حصہ

(The share of Relatives according to Sunni sect)

اکثر علماء کا یہی قول ہے، ہاں ذوی القربیٰ کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کا ہے۔ اس لیے کہ اولاد عبد المطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور شروع اسلام میں موافقت

کی اور انہی کے ساتھ انہوں نے گھاٹی (شعب ابی طالب) میں قید ہونا بھی منظور کر لیا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑے بیٹھے تھے اور آپ کی حمایت میں تھے، ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وجہ سے، کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کی وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کی فرمانبرداری کی وجہ سے ستائے گئے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل گو یہ بھی آپؐ کے چچازاد بھائی تھے، لیکن وہ ان کی حمایت نہیں کرتے تھے بلکہ ان کے خلاف تھے، انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے تمام قبائل ان کے مخالف ہیں، اسی لیے حضرت ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قرابت دار تھے، اس قصیدے میں انہوں نے کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ کی طرف سے ان کی اس شرارت کی سزا ملے گی۔

بنی عبد شمس اور بنی نوفل کے بارے میں وضاحت
(Explanation about banu Abd Shams and Bani Naufal)

ایک موقع پر ابن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ نے خیبر کے خمس میں سے بنو عبد المطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا، حالانکہ آپ کی قرابت داری کے لحاظ سے ہم سب بالکل یکساں اور برابر ہیں، آپ نے فرمایا سنو، بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تو یکساں ہیں، بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے مجھ سے نہ جاہلیت اور نہ ہی اسلام میں بے اعتنائی کی ہے۔ یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں"۔[1]

1۔ تفسیر ابن کثیر ج، ۱۰ص، ۴۱۰۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔

قرطبیؒ کی رائے

(Opinion of Qortbi)

۶۔ مشہور اہل سنت مفسر قرطبیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں یوں رقمطراز ہیں:
"جان لو کہ (علماء اہل سنت) کا اس پر اتفاق ہے کہ آیت (واعلموا انما غنمتم) میں غنیمت سے مراد وہ اموال ہیں جو جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے نتیجے میں لوگوں کو ملیں۔ لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہے یہ قید اس کے لغوی معنی میں موجود نہیں ہے لیکن عُرفِ شرع میں آئی ہے"۔[1]

فخر الدین رازی کی رائے

(Opinion of Fakhr-ud-din-Razi)

۷۔ فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں تصریح کرتے ہیں:

غنیمت یہ ہے کہ انسان کسی چیز کے حصول میں کامیاب ہو جائے۔ لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا معنی ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: شرعی معنی (فقہاء اہل سنت کے مطابق) وہی جنگی غنائم ہیں۔[2]

جو مال غنیمت کا کفار سے ہاتھ آئے اس کے پانچ حصے کئے جائیں، چار حصے تو مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جائیں اور ایک حصہ امام اپنے پاس رکھے اس میں پھر پانچ حصے کئے جائیں ایک حصہ بنی ہاشم اور سادات کا ہے، ایک حصہ یتیموں کا، ایک مسکینوں کا اور ایک باقی مسلمانوں کے مفید کاموں میں صرف کیا جائے جیسے لشکروں کی تیاری، پل بنانا، سڑکوں کی مرمت وغیرہ۔

1۔ تفسیر قرطبیؒ ج، ۴ ص، ۴۰۔

2۔ تفسیر فخر الدین رازی، ج، ۱۵ ص، ۱۴۶۔

اہل سنت کے نزدیک خمس کی تقسیم

(According to Sunni Sect the division of Khums)

قرآن مجید میں خمس کی تقسیم یوں مذکور ہے کہ اللہ کے لیے اور رسول اللہ کے لیے اور رشتہ داروں کے لیے اور یتیموں کے لیےاور مسکینوں کے لیے یہ سب پانچ قسمیں ہوئیں اس وجہ سے پھر خمس کے پانچ حصے کرنا چاہیں۔ لیکن اللہ اور رسول کا حصہ اب نہیں رہا اور ذی القربیٰ یعنی رشتہ داروں سے بنی ہاشم اور بنی مطلب مراد ہیں جن پر زکوۃ حرام کر دی گئ ہے اور یتیم اور مسکین اب تک قائم ہیں۔ پس کل تین حصہ دار تو موجود ہیں اور جو دو حصے بچیں وہ بھی انہی لوگوں میں تقسیم کئے جائیں یا مسلمانوں کے عام مفید کاموں میں صرف ہوں جیسے سامان جہاد خریدنے اور جہاد کی تیاری میں، اب خود امام یعنی حاکم اسلام کا حصہ تو وہ ہمارے دین میں ایک سپاہی یعنی لشکری کے برابر ہے صرف امام کو اتنا اختیار ہے کہ وہ غنیمت کا مال بانٹنے سے پہلے کوئی ایک چیز جو اس کو پسند آئے اٹھا سکتا ہے جیسے کوئی غلام یا لونڈی یا گھوڑا یا ہتھیار اس کو صفی (عمدہ، خالص) کہتے ہیں۔ اس کے سوا اور امام کی کوئی فضیلت نہیں ہے نہ مال غنیمت میں اس کو زیادہ تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ صرف ایک سپاہی کی مثل وہ بھی تنخواہ لے۔ البتہ امام کی جو ذاتی جائیداد، تجارت ہو اس سے کچھ غرض نہیں لیکن ملک کی آمدنی میں سے امام کا حصہ عام سپاہی سے زیادہ نہیں ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیاکے کسی اور دین میں عدل وانصاف ہے یا اسلام سے بڑھ کر کسی اور دین میں بے تکلفی اور سادہ پن ہے۔ قربان ان قاعدوں کے جو بانی اسلام نے قائم کئے تھے اگر مسلمان ان پر قائم رہتے تو اب تک ساری دنیا نہ سہی اکثریت تو ضرور مسلمان ہو جاتی اور جو قومیں مسلمان نہ ہوتیں ان کے دلوں میں بھی اسلام کا شوق پیدا ہو جاتا۔ کیا کوئی جمہوریت جو آج کل بزعم خود مہذب اقوام نے قائم کی ہے اس طرز حکومت سے بہتر ہو سکتی ہے کہ امام اور بادشاہ بھی ایک عام آدمی کے برابر حصہ پائے اور ملک کی آمدنی میں سارے مسلمان برابر کے شریک

ہوں۔ جب اس قاعدے پر عمل ہوتا ہے تو در حقیقت ملک کا ہر شخص بادشاہ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اپنا ملک بچانے کی ایسی ہی فکر ہوتی ہے جیسے خود بادشاہ یا امام کو۔ اسی وجہ سے اسلامی حکومت میں ہر مسلمان سپاہی، فوجی اور عسکری ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ دوسری اقوام تو ان قاعدوں پر عمل پیرا ہیں اور انہوں نے اپنے ملک میں جمہوریت اور مساوات قائم کر لیں اور مسلمان جن کے دین کی وجہ یہ قاعدے متعارف ہوئے تھے وہ ان سے محروم رہیں اور مسلمانوں کے نواب یا بادشاہ مسلمان رہ کر بھی کبھی قرآن یا حدیث کا نام تک نہ لیتے۔ اور ملک کی کل آمدنی کو اپنی ذاتی جائداد کی طرح شیر مادر سمجھیں اور ملک کے سارے خزانے کو اپنی ذاتی عیش و عشرت اور فضول خرچیوں اور ناچ اور رنگ رلیوں اور کھانے اور کپڑے اور جواہرات کے خریدنے کے لیے خرچ کرنے میں عار محسوس نہ کریں اور عام آدمی فاقوں سے مر رہا ہو اور اسے دو وقت کی روٹی بھی میسر نہ ہو، نہ جاڑے (سردیوں) میں تن ڈھانپنے کے لیے کپڑا ملے۔۔۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اہل سنت منابع حدیثی میں خمس کی تقسیم

(Distribution of khums in Sunni Sect hadith sources)

مستند حدیثی:

حدیث نبوی میں اس بارے میں اس طرح بیان ہوا ہے:

حدثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا ایوب بن سوید عن یونس بن یزید عن ابن شھاب عن سعید بن المسیب ان جبیر بن مطعم اخبرہ انہ جاء ھو و عثمان بن عفان الی رسول اللہ یکلمانہ فیما قسم من خمس خیبر لبنی ھاشم و بنی المطلب فقالا قسمت لا خواننا بنی

المطلب وقرابتنا واحدة فقال رسول الله انما اری بنی هاشم وبنی عبدالمطلب شیئاً واحداً۔[1]

ترجمہ: "جناب سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے کہ جبیر بن مطعم نے ان سے بیان کیا کہ وہ اور حضرت عثمان بن عفانؓ رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے خیبر کے تقسیم شدہ مال میں ہم اور بنی ہاشم اور بنی مطلب برابر کے حقدار تھے۔ لیکن آپؐ نے ہمارے بھائیوں بنی مطلب کو تو مال دیا حالانکہ ہماری اور ان کی آپؐ سے قرابت داری یکسان ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔"

جناب عبد مناف علیہ السلام کی اولاد کے بارے میں
(About the offspring of Mr.Abdul-Manaf)

حضرت عبد مناف کے چار بیٹے تھے:

۱۔ ہاشم ۲۔ مطلب ۳۔ نوفل ۴۔ عبد شمس۔

جناب جبیر نوفل کی اولاد سے تھے جبکہ حضرت عثمانؓ عبد شمس کی اولاد سے تھے تو آنحضرت نے ذی القربیٰ کا حصہ بنی ہاشم اور بنی مطلب کو دیا تو اس تقسیم پر ان دونوں جناب جبیر اور جناب عثمان نے اعتراض کیا کہ خیر بنی ہاشم کی فضیلت کا تو ہمیں انکار نہیں کیونکہ آپ ہاشم کی اولاد سے ہیں لیکن بنی مطلب کو ہمارے اوپر ترجیح کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ ہماری اور ان کی قرابت آپؐ سے یکساں ہے آپؐ نے ان کے اعتراض کے جواب میں فرمایا یہ سچ ہے۔ لیکن بنی مطلب ہمیشہ یہاں تک کہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی بنی ہاشم کے ساتھ رہے تو وہ اور بنی ہاشم ایک ہی ہیں برخلاف بنی امیہ یعنی عبد شمس کی اولاد کے کیونکہ امیہ عبد شمس کا بیٹا تھا جس کی اولاد میں حضرت عثمانؓ اور معاویہ اور تمام بنی امیہ تھے کہ ان میں اور بنی ہاشم میں کبھی اتفاق نہیں رہا اور جب قریش نے قسم کھائی تھی کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب سے شادی بیاہ

1۔ سنن ابن ماجہ مترجم، علامہ وحید الزمان جلد ۲، ح ۲۸۸۲۔

نہ کریں گے، نہ میل جول رکھیں گے جب تک وہ آنحضرتؐ کو ہمارے سپرد نہ کردیں اس وقت بھی بنی مطلب اور بنی ہاشم آپؐ کے ساتھ ہی رہے پس اس لحاظ سے آپؐ نے ذی القربیٰ کا حصہ ان دونوں کو دیا، دوسروں کو نہ دیا۔اس بیان میں حضرت محمد مصطفیٰؐ نے واضح فرمادیا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب ایک ہی ہیں اس کی وجہ ان کا ہمیشہ حتی زمانہ جاہلیت میں اور پھر زمانہ اسلام میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلا جھجک اور بغیر کسی عذر کے حمایت جاری رکھنا ہے جبکہ بنی نوفل اور بنی عبد شمس نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ آپؐ کی مخالفت کرتے رہے۔

تیسرا باب
(Chapter Three)

خمس کے متعلق
حضور اکرمؐ کے بیانات

Orders of
Hazrat Muhammad (PBUH)
about Khums

فریضۂ خمس کے بارے میں سوال

خمس کے بارے عموماً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں خمس کے بارے میں کیا طریقے رائج تھے اور آپ کے فرمودات کیا تھے؟ ان سوالات کا جواب پیغمبر اسلام ﷺ کے ان خطوط میں موجود ہے جو آپ نے مختلف قبائل کے سرداروں کو لکھے ۔ آپ ﷺ کے خطوط ایسی تاریخی دستاویز ہے جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اور ان خطوط میں پیغمبر اسلام ﷺ نے جس طرح نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے بالکل اسی طرح اپنی کمائی سے خمس ادا کرنے کے باقاعدہ احکامات صادر فرمائے ہیں۔

سنة الوفود میں پیغمبر اکرمؐ کی جانب سے بھیجے گئے خطوط میں خمس کا تذکرہ

(Letters sent by holy Prophet (PBUH) in Sunnah al-Foud)

جب اسلام جزیرۃ عرب کے باہر پھیل گیا تو ۸ ہجری کے بعد سے مختلف علاقوں اور قبائل سے وفود کی شکل میں افراد نے مدینہ منورہ میں حضور پاکؐ کی خدمت میں حاضری دینا شروع کی، حضور پاکؐ نے انہیں مختلف اوقات میں جو خطوط جاری فرمائے ان میں خمس کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ ہے اس لیے ہم اس جگہ ان خطوط میں سے چند کو بطور سند پیش کر رہے ہیں اور خطوط کے ضمن میں خمس کے حوالے سے تشریحی بیانات بھی شامل ہیں۔

ا۔ بنو البکاء کے نام خط اور وجہ استدلال

(Letter to Banu-al-Baqaa and reasoning)

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لفجیع بن عبد اللہ:

هذا كتاب من محمد النبي للفجيع ومن تبعه ومن اسلم واقام الصلاة وآتى الزكوة واطاع الله ورسوله واعطى من المغنم خمس الله ونصر نبي الله واشهد على اسلامه وفارق المشركين فانه آمن بامان الله وامان محمد ﷺ-[1]

ترجمہ: "یہ تحریر محمدؐ کی طرف سے ہے جو بنی فجیع کے لیے اور وہ جوان کے ماتحت ہیں۔آپ نے تحریر فرمایا جس نے اسلام کو قبول کیا اور نماز قائم کی اور زکوۃ ادا کی اور اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کی اور مغنم (جومال کمایا ہے) سے اللہ کا خمس دیا اور اللہ کے نبی کی نصرت کی اور اپنے اسلام پر گواہی دی اور مشرکین کو چھوڑ دیا ایسا شخص اللہ اور محمدؐ کی امان میں ہے۔"

وجہ استدلال

اس خط میں بات ہو رہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی امان میں کون ہے؟ تو جہاں زکوۃ کا ذکر نماز کے فوراً بعد آیا ہے... اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کی بات ہوئی ہے وہاں پر یہ بھی لکھا گیا ہے کہ جو کچھ اس نے کمایا اس سے وہ خمس ادا کرے۔ پس خمس کا فریضہ زکوۃ کے علاوہ ہے اور خمس تمام اقسام کی منفعت سے ہے کیونکہ یہاں پر جنگی غنیمت کی بات نہیں ہو رہی تاکہ یہ کہا جاسکے کہ جنگی غنائم سے خمس ادا کرے۔

[1]۔ اسد الغابۃ (واللفظ لہ) ج۴، ص۱۷۵، والاصابۃ ج۴، رقم ۶۹۶۰ والطبقات الکبریٰ ج۱، ص۲۷۴، واوعزالیہ ابو عمر فی الاستیعاب فی ترجمۃ معاویہ بن ثور،، والمجموعۃ ص۲۳۵ عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۸۰، ثم قال انظر اشپر نکر ج۳، ص۴۰۶، ۴۰۵۔

۲۔بنی زہیر قبیلے کے نام
(Names of Bani Zuhair tribe)

بنی زہیر قبیلے کا وفد رسول اکرمؐ کی خدمت میں آیا اور اُس وفد کا سربراہ نمر [نمیر] بن تولب تھااور بنی زہیر قبیلہ عکل کی ایک خاص شاخ کا نام ہے اور یہ بہت بڑے قبیلہ مضر سے ہیں ان کی طرف آپؐ نے خط تحریر فرمایا کہ یہ خط بنی زہیر کے لیے ہے جو عکلیین سے ہیں۔

كتابه صلى الله عليه وآله لبنی زهير العكليين

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد النبى لنبى زهيربن اقيش حى من عكل، انهم ان اشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله، و فارقو المشركين، واقروابالخمس فى غنائمهم وسهم النبى وصفيه، فانهم آمنون بامان الله ورسوله۔ [1]

ترجمہ: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے خط ہے بنی زہیر بن اقیش کے لیے جو کہ عکل کی ایک شاخ ہے کہ بتحقیق اگر وہ لوگ گواہی دیں کہ:“

۱۔اشهد ان لا اله الا الله وان محمد ﷺ رسول الله۔

۲۔مشرکین سے دور ہوں۔

[1]۔ الطبقات الکبریٰ ج۱ص۲۷۹ (واللفظ لہ) وکنزالعمال ج۲، ص۲۷۱، وسنن ابی داود فی کتاب الخراج فی (ب۲۰) والسنن الکبریٰ للبیہقی ج۶، ص۳۰۳، وج۷، ص۸۵، وج۹ص۱۳، ومسند احمد ج۵ص۷۷ ،۷۸، ۳۶۳والاموال ص۱۲، واسد الغابۃ ج۵ص۴۰ ، ۳۸۹، والاستیعاب ھامش الاصابۃ فی ترجمۃ النمر بن تولب واوعزالیہ فی الاصابۃ فی ترجمتہ ایضا۔ ونقلہ جمھرۃ رسائل العرب ج۱ص۶۸، عن المواھ شرح الزرقانی ج۳ص۳۸۲، وصبح الاوشی ج۱۳ص۳۲۹۔ وفی المجموعۃ ص۲۴۵ عن رسالت نبویۃ لعبدالمنعم خان رقم۴۰، ۲۳وا علام السائلین رقم۷، والاغانی ج۱۹ص۱۵۸، ونصب الرایہ للزیلعی رقم۵ ثم قال: انظر اشپرنکر ج۳ص۲۳۷ (التعلیقۃ الاولی) وکایتانی ۹: ۹۲۔

۳۔ خمس کا اقرار کریں غنائم سے اور یہ اقرار کریں کہ سہم نبیؐ اور نبی کے جانشین کا حصہ دیں گے یعنی نبیؐ کے وصی کا حصہ دیں گے تو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی امان میں ہیں۔

وجہ استدلال: اس خط میں غنائم سے خمس دینے کی بات ہے لیکن اس جگہ جنگ سے حاصل شدہ مال مراد نہیں بلکہ ہر قسم کے حاصل شدہ مال سے خمس دینے کی بات ہے۔ کیونکہ جنہیں یہ خط لکھا جا رہا ہے ان کے ساتھ جنگ نہیں ہوئی تاکہ جنگی غنائم مراد لیے جائیں۔

۳۔مالک بن احمر کے نام خط

(Letter in name of Malik bin Ahamr)

جب حضرت نبی اکرمؐ تبوک کی طرف تشریف لے گئے جو کہ ۹ ہجری کا واقعہ ہے اس بات کو مالک بن احمر نے سنا تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور آپؐ نے اس کے اسلام کو قبول فرمایا۔ اس نے آپؐ سے درخواست کی کہ آپؐ ایک تحریر لکھ دیں جس کو وہ اپنی قوم کے درمیان دعوت اسلام کے طور پر پیش کرے۔ آپؐ نے ایک تحریر لکھی جو چمڑے پر تھی چمڑا چار انگشت عرض اور ایک بالشت طول کا تھا یہ مالک بیٹا ہے احمر جزامی کا جو جزام بن عدی ہے کہلان قبیلے کی شاخ ہے۔

اس کے لیے آپؐ نے تحریر فرمایا:

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لمالك بن احمر الجذامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ ھذا کتاب من محمد رسول اللہ لمالك بن احمر ولمن تبعه من المسلمین مانالهم ماقامو الصلاة وآتو الزکاة، واتبعوا المسلمین وجانبو

المشرکین، وادوا الخمس من المغنم وسھم الغارمین و سھم کذا وکذا، فھم آمنون بامان اللہ عزوجل وامان محمد رسول اللہ۔[1]

ترجمہ: ”بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ تحریر محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے مالک بن احمر کے لیے اور ان کے لیے ہے جو اسلام قبول کر رہے ہیں۔ امان ہے ان کے لئے.... جو نماز قائم کریں، جو زکوۃ ادا کریں، جو مسلمانوں کی پیروی کریں، جو مشرکین کو چھوڑ دیں، جو اپنے مال سے خمس ادا کریں، جو قرض داروں کا حصہ دیں۔“

اس طرح رسولؐ نے اور بھی حصے بتائے .... تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی امان میں ہیں۔

وجہ استدلال: اس جگہ بھی کوئی جنگ نہیں ہوئی تاکہ جنگی غنائم مراد لیے جائیں بلکہ عام مال مراد ہے۔ یہ خمس کے فریضہ پر بڑی واضح دلیل ہے۔

۴۔ صیفی بن عامر کے نام خط
(Letter to Saifi bin Amir)

صیفی بن عامر کا وفد آپؐ کے پاس آیا وہ بنی ثعلبہ قبیلے کا سردار ہے، حضور نبی کریمؐ نے ان کے لیے یہ تحریر لکھ کر دی۔

کتابہ صلی اللہ علیہ والہ ال صیفی بن عامر

[1]۔ اسد الغابۃ ج ۴ ص ۲۷۱، والاصابۃ ج ۳، رقم ۷۵۹۳، واوعزالیہ فی الاستیعاب ھامش الاصابۃ فی ترجمۃ مالک بن احمر الجذامی، وفی لسان المیزان لابن حجر ج ۳ ص ۲۰، نقلہ لمبارک بن احمر ولعلہ سہو من قلمہ، لانہ لم یذکر مبارکا فی الاصابۃ ولا ابن الاثیر فی اسد الغابۃ، ونقلا الکتاب لمالک بن احمر۔ والمجموعۃ ص ۲۰۲، رقم ۱۷۴، عن اسد الغابۃ والاصابۃ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ ھذا کتاب من محمد رسول اللہ لصیفی بن عامر علی بن ثعلبة بن عامر، من اسلم منھم و اقام الصلوة وآتی الزکاة، واعطی خمس المغنم و سھم النبی والصفی فھو آمن بامان اللہ[1]

کہ جو ان میں سے اسلام لے آئے وہ نماز قائم کرے.....زکوۃ دے...اور اپنے مال سے خمس ادا کرے اور نبی کریمؐ کا حصہ ادا کرے اور نبیؐ کے وصی کا حصہ ادا کرے تو وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی امان میں ہے۔

وجہ استدلال: جنگی غنائم اس جگہ بھی مراد نہیں ہیں بلکہ عام مال سے خمس کی بات ہے یہ بھی واضح ہوا کہ خمس زکوۃ کے علاوہ مالی فریضہ ہے۔

۵۔ قبیلہ بنی لحم کے نام خط
(A letter to the tribe of Bani Laham)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من اسلم من حدسٍ من لحم واقام الصلوٰة واتی الزکوٰة واعطی حظ اللہ وحظ رسولہ وفارق المشرکین فانہ اٰمنٌ بذمة اللہ وذمة محمد ومن رجع عن دینہ فان ذمة اللہ وذمة محمد رسولہ بریئةٌ ومن شھد لہ مسلم باسلامہٖ فانہ اٰمن بذمة محمد وانہ من المسلین۔[2]

---

[1]۔ الاصابۃ ج ۲، رقم ۱۱۱۷، واوعزالیہ فی اسد الغابۃ ج ۳ ص ۴ ۱۳ المجموعۃ ص ۶۴ رقم ۴۰، عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۶۱ (عن ابن الاثیر وابن حجر)

[2]۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۶۶، المجموعۃ ص ۶۵ عن الطبقات ثم قال: انظر اشپرنکر ج ۳ ص ۴۲۵۔

"اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

قبیلہ لخم میں سے جو اسلام لائے، نماز پڑھے، زکوۃ دے اللہ اور اس کے رسول کا حصہ دے (اس سے مراد زکوۃ سے علاوہ فریضہ ہے اور وہ خمس ہے) مشرکین سے علیحدگی اختیار کرے تو وہ اللہ اور محمدؐ کی پناہ میں آگیا لیکن جو شخص مرتد ہو جائے تو اللہ اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہیں جس شخص کے اسلام کی شہادت کوئی مسلمان دے تو وہ بھی محمدؐ کی پناہ میں ہے اور وہ بھی مسلمانوں میں سے شمار کیا جائے گا۔"

وجہ استدلال: اس خط میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حصہ دینے کی بات ہوئی ہے اور وہ زکوۃ کے علاوہ ہے، دیگر خطوط کی روشنی میں اس سے خمس ہی مراد لیا گیا ہے۔

۶۔ حمیری قبیلہ کے نام خط
(Letter to the Hamiri tribe)

كتابه صلى الله عليه وآله الى ملوك حمير

من محمد النبى رسول الله الى الحارث بن عبد كلال؛ ونعيم بن عبد كلال والنعمان قيل ذى رعين؛ وهمدان ومعافر؛ اما بعد ذلكم، فانى احمد اليكم الله الذى لااله الاهو، اما بعد فانه قدوقع بنا رسولكم مقفلنامن ارض الروم فلقينا بالمدينة، فبلغ ما ارسلتم وخبرما قبلكم وانبانا باسلامكم، وقتلكم المشركين، وان الله قد هديكم بهدايته

ان اصلحتم واطعتم اللہ و رسولہ، واقمتم الصلوۃ وآتیتم الزکاۃ واعطیتم من المغانم خمس اللہ وسھم نبیہ وصفیہ۔ [1]

اس طرح قبیلہ حمیر کا ایک وفد آیا تو ان کی طرف آنحضرت نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ... اللہ کے نبی محمدؐ کی طرف سے حارث بن عبد الکلال، نعیم بن عبد الکلال اور نعمان قیل ذی ایمن اور ہمدان اور مغافر کے نام خط۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت دی ہے .. اگر تم نیک کام کروگے ... اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروگے، نماز قائم کروگے، زکوۃ ادا کروگے، غنیمت سے اللہ کا خمس ادا کروگے، اللہ کے نبیؐ کا اور اللہ کے نبی کے صفی کا خمس دوگے.... تو تمہارے لیے امان ہے جنت جاؤگے۔

(یہاں قربیٰ کو صفی کے نام سے یاد کیا گیا ہے) اس تحریر میں بھی خمس کا زکوۃ سے علیحدہ ذکر ہے۔

۷۔ جھینہ قبیلہ کے نام خط
(Letter to the Jhinna tribe)

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لجھینۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم؛ ھذا کتاب من اللہ العزیز علی لسان رسولہ بحق صادق و کتاب ناطق، مع عمرو بن مرۃ لجھینۃ بن زید: ان لکم بطون الارض وسھولھا، وتلاع الاودیۃ وظھورھا، علی ان ترعوا نباتھا وتشربوا مائھا۔ علی ان تؤدوا الخمس۔ وفی التیعۃ

[1]۔ الطبری ج ۲، ص ۳۸۱، والبدیۃ والنھایۃ ج ۵ ص ۷۵، وفتوح البلدان للبلاذری ص ۸۲، والسیرۃ الحلبیہ ج ۳ ص ۲۵۸ وسیرۃ ابن ہشام ج ۴ ص ۲۵۸، ۲۶۰، وسیرۃ زینی دحلان ھامش الحلبیہ ج ۳ ص ۳۰، والمجمھرۃ ج ۱ ص ۵۵۔ واخرج نبذا منھا ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۳۵۶ و ج ۴ ص ۵۳۰، وابو عبید فی الاموال ص ۱۳ و ۲۷ والملا علی المتقی الھندی فی کنز الاعمال ج ۳ ص ۳۰۸، واللفظ للاول۔ ونقل ابن الاثیر شطرا منہ فی اسد الغابۃ ج ۲ ص ۱۴۶، فی ترجمۃ ذی یزن، واو عزالیہ ابن سعد فی الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۴، وکنز الاعمال ج ۲، ص ۲۸۷۔

والصریمة شاتان آذا اجتمعتا ؛ فان فرقتا فشاۃ شاۃ، لیس علی اھل المثیر صدقة ولا علی الواردۃ لبقة، واللہ شھید علی مابیننا ومن حضر من المسلمین[1]

''مجموعۃ الوثائق السیاسیہ میں ہے آپؐ نے جہنیہ قبیلے کے لیے خط تحریر فرمایا.....
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم.... یہ خط اللہ کی جانب سے ہے جو عزیز اور غالب ہے اور اس کے رسولؐ کی زبان سے یہ خط جاری ہوا ہے...اور اس کا رسولؐ جو کہ صادق ہے اور حق لایا ہے اور.....کتاب ناطق لایا ہے، یہ خط عمرو بن مرہ کو دے کر بھیج رہے ہیں جہنیہ قبیلے کے لئے....جو کہ زید کا بیٹا ہے کہ آپ معدنیات اور وادیوں اور اس کے اوپر والے حصے، پہاڑوں کے دامن اور ان کی چوٹیوں، زراعت کی زمینوں، کھیتی باڑی، آبی ذخائر کے مالک ہو.... پانی کو آپ استعمال کریں اور پئیں، ان سب کو آپ اپنے استعمال میں لائیں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب چیزوں سے خمس ادا کریں....''

وجہ استدلال: اس خط میں واضح طور پر خمس کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے اس میں خمس کے مختلف موارد کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بھی واضح ہے کہ یہ فریضہ زکوۃ کے علاوہ ہے۔ یہاں پر وادیوں، معدنیات اور جتنے جنگلات ہیں ان کی آمدنی سے، کھیتی باڑی سے، آبی ذخائر سے سب کے بارے میں آپؐ فرماتے ہیں کہ ان سب کو آپ استعمال کر سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ ان سب سے خمس ادا کریں گے۔

جبکہ زکوۃ کا علیحدہ تذکرہ ہے اور خمس کا علیحدہ تذکرہ اور خمس کے بارے میں غیر مشروط اور مطلق کہا گیا ہے۔ یعنی خمس ہر چیز سے دینا ہے یہ خدا کا قانون ہے اس کے رسولؐ نے ہم تک پہنچایا ہے۔

---

[1]۔ المجموعۃ ص ۱۸۵، رقم ۱۵۷، عن رسالت النبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۷۸، وجمع الجوامع للسیوطی فی مسند عمر بن مرۃ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں خمس کا ایک تصور موجود تھا، جتنے عناوین اس خط میں ذکر ہوئے ہیں یہ سب کے سب آمدنی کے ذرائع ہیں اور عام طور پر اقتصادی بنیاد کو فراہم کرنے والے عناصر ہیں۔البتہ ان عناوین کو بطور مثال ذکر کیا گیا ہے۔ ان سب کی آمدنی سے خرچ کرنے کی اجازت ہے ان سے کہا جا رہا ہے کہ آپ کھا پی سکتے ہیں لیکن ان کا خمس دینا ضروری ہے۔سب کے استعمال کے حلال ہونے کو خمس دینے کے ساتھ مشروط کر دیا گیا ہے۔ خمس کے وجوب کے بارے میں یہ تحریر بہت ہی واضح ہے۔

۸۔بنی جوین الطائبین کے نام خط
(A letter to Bani Juwain al-Taybeen)

کتابہ صلی اللہ علیہ وآلہ لبنی جوین الطائبین

لمن آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتى الزكاة وفارق المشركين، واطاع الله ورسوله، واعطى من المغانم خمس الله وسهم النبى، واشهد على اسلامه فان له امان الله و محمد بن عبدالله؛ وان لهم ارضهم ومياههم ما اسلموا عليه، وغدوة الغنم من ورائها مبيتة، وكتب المغيرة[1]

ایک اور خط ملاحظہ کریں یہ خط بنی جوائین الطائبین کے نام ہے(طائی قبیلے کو بنی جوائین کہا گیا ہے)

اس میں فرماتے ہیں کہ یہ خط ان کے لیے ہے جو اللہ پر ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، مشرکین کو چھوڑتے ہیں، اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرتے ہیں اور جو کچھ انکی کمائی ہے اس سے اللہ کا خمس ادا کرتے ہیں اور نبیؐ کا خمس دیتے ہیں۔

---

[1]۔ الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۹،وفی المجموعۃ ص۲۲۱، عن الدیبلی رقم ۲۰، ثم قال:انظر کایتانی ۱۰:۷ ۳ و اشپر نکر ج۳ص۳۹۱۔

ایسا کرنے والوں کا اسلام صحیح اور درست ہے ان کے لیے اللہ کی امان ہے اور محمدؐ بن عبداللہ کی امان ہے۔ اور تحقیق ان کے لیے زمین اور ان کے لیے پانی ہیں جب تک وہ اسلام پر ہیں

وجہ استدلال: اس خط میں بھی خمس کا وجوب براواضح ہے:

۹۔ عمر بن معبد الجہنی کے نام خط

(A letter to Umar-bin-Mabad al-Jahni)

من آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتى الزكاة وفارق المشركين، واطاع الله ورسوله، واعطى من المغانم خُمُس الله وسهمَ النبي، واشهد على اسلامه فان له امان الله وامان محمد صلى الله عليه وآله وسلم۔ [1]

ترجمہ: "ان میں سے جو اللہ پر ایمان لایا، نماز قائم کی، زکوۃ دی، مشرکین سے جدائی اختیار کی، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اور اپنی کمائی میں سے اللہ کا خمس اور اس کے رسولؐ کا حصہ ادا کیا نیز اپنے ایمان کا اعلان کیا پس ایسے افراد کے لیے اللہ کی جانب سے امان ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے امان ہے۔"

۱۰۔ عبد یغوث بن وعلہ الحارثی کے نام خط

(A letter to Abd Yaghouth bin Wala-al-Harithi)

انّ له ما اسلم عليه من ارضها و اشيائها(يعنى نخلها) ما اقام الصلوٰة و اٰتى الزكوٰة، و اعطى خُمس المغانم فى الغزو۔ [2]

---

[1] ۔ الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۷۱ والمجموعۃ ص۱۸۱، عن الطبقات، وقال: انظر اشپر نکر ج۳ ص۱۵۱ (التعلیقۃ الاولی) س

[2] ۔ الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۸۔ والمجموعۃ ص۱۰۴ عن الطبقات؛ ورسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۶۵، ثم قال: انظر کایتانی ۱۰: ۸، واشپر نکر ج۳ ص۵۱۱ (التعلیقۃ الاولی)

بلا شک جس کیفیت میں وہ اسلام لایا ہے وہ زمینیں اور ان پر جو چیزیں ہیں (آپ کی مراد کھجور کے درخت ہیں) وہ سب اس کے لیے ہیں جب تک وہ نماز قائم کرتا رہے، زکوۃ دیتا رہے اور جنگ سے مالِ غنیمت کا خمس ادا کرے۔

وجہ استدلال

اس خط میں "خُمس المغانم فی الغزو" ہے غزوہ سے مراد جنگ ہے لہٰذا اس میں جنگی غنائم سے خمس دینے کی بات ہوئی ہے اس سے ایک بات معلوم ہوتی ہے کہ جنگی غنائم سے خمس فقط ان جنگوں کا نہیں جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ہوئیں بلکہ جب اور جہاں جنگ ہو اپنی شرائط کے ساتھ تو اس سے جو مال ملے گا اس مال کا خمس دینا ہوگا۔

۱۱۔ بنی معاویہ بن جرول الطائبین کے نام خط
(A letter to Bani-Muawiyah bin Jarul al-Taybeen)

کتابه ﷺ لبنی معاویه بن جرول الطائبین لمن آمن منهم بالله؛ واقام الصلاة وآتی الزکاة وفارق المشرکین، واطاع الله ورسوله، واعطی من المغانم خمس الله وسهم النبی، واشهد علی اسلامه فان له امان الله ورسوله؛ ، وکتب الزبیربن العوام۔[1]

"یہ خط ان کے لیے ہے جو اللہ پر ایمان لائے، نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں، مشرکین کو چھوڑتے ہیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کی کمائی ہے اس سے اللہ کا خمس ادا کرتے ہیں اور نبیؐ کا حصہ دیتے ہیں۔"

ایسا کرنے والوں کا اسلام صحیح اور درست ہے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کی جانب سے امان ہے۔ اس خط کی کتابت جناب زبیر بن العوام نے کی۔

[1]۔ الطبقات الکبریٰ ج۱ ص۲۶۹ وفی المجموعۃ ص۲۲۱، عن الدیبلی رقم ۱۸ ثم قال: انظر کایتانی ۱۰: ۳۵، واشپر نکر ج۳ ص۳۹۱۔

وجہ استدلال: اس جگہ جن کو خمس دینے کا کہا جا رہا ہے وہاں پر کوئی جنگ نہیں ہوئی لہٰذا اس عبارت میں مغانم سے مراد فوائد اور مال کا جو مختلف حلال ذرائع سے حاصل ہوتا ہے مراد لیا گیا ہے، خمس زکوۃ کے علاوہ فریضہ ہے۔

۱۲۔ جنادہ ازدی کے نام خط
(A Letter to Janada Azdi)

ما اقاموا الصلاۃ، وآتوا الزکاۃ واطاعوا اللہ ورسولہ، واعطوا من المغانم خمس اللہ وسھم النبی، وفارقوا المشرکین فان لھم ذمۃ اللہ وذمۃ محمد بن عبداللہ۔[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ خط محمدؐ کی طرف سے ہے جو اللہ کے رسول ہیں، جنادہ اور اس کی قوم کے لیے اور جو اس کے تابع ہیں کہ جنہوں نے نماز قائم کی، زکوۃ ادا کی، اللہ کی اطاعت کی اور اپنے اموال سے اللہ کا خمس دیا، نبی اکرمؐ کا حصہ دیا اور مشرکین کو چھوڑ دیا تو ان کے لیے اللہ اور محمدؐ بن عبداللہ ﷺ کا ذمہ ہے کہ ان کے لیے نجات ہے۔

وجہ استدلال: دیکھیں اس خط میں ان کے لیے نجات کا ذمہ لیا گیا ہے اور نجات کا ذمہ بھی حضور پاکؐ نے لیا ہے جہاں پر اور احکام پر عمل کرنے کا کہا گیا ہے وہاں پر خمس کی ادائیگی کا حکم بھی دیا گیا ہے، جس طرح پہلے خطوط میں آیا ہے۔

۱۳۔ مفتعل حضرت سلمان فارسی کے بھائی کے نام خط
(A letter to Muftal Hazrat Salman Farsi's brother)

ھٰذا کتاب من محمد بن عبداللہ رسول اللہ سألہ الفارسی سلمان وصیۃ باخیہ مھاد بن فروخ بن مھیار، و اقاربہ و اھل بیتہ و عقبہ من بعدہ، ما تناسلوا من اسلم

---

[1] ۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۲۷۰ و کنز الاعمال ج ۵ ص ۳۲۰ رقم ۵۷۸۵۔ والمجموعۃ ص ۱۵۹۔ عن رسالات نبویۃ لعبد المنعم خان رقم ۳۲، وجمع الجوامع للسیوطی فی مسند عمرو بن حزم، ونثر الدر المکنون للاھال ص ۶۳ ثم قال: قابل کنز الاعمال ج ۶، ص ۵۶۸۵ وانظر کایتانی ۱۰: ۲۵ واشپرنکر ج ۳ ص ۴۶۸ (التعلیقۃ الاولی)

منهم و اقام علی دینه سلام الله، احمد الله الیکم، انّ الله امرنی ان اقول لا اله الّا الله وحده لا شریك له، اقولها و امر الناس بها والامر کله لله خلقهم و اماتهم هوینشرهم و الیه المصیر۔ ثم ذکر فیه من احترام سلمان الی ان قال۔ وقد رفعت عنهم جزالناصیة، والجزیة والخمس وسایر المؤن والکلف، فان سألوکم فاعطوهم وان استغاثوا بکم فاغیثوهم۔[1]

”یہ خط محمد بن عبداللہ اور رسولؐ کا خط ہے سلمان الفارسی کے سوال کے جواب میں جس میں انہوں نے رسولؐ سے عرض کیا کہ اس کے بھائی مھاڈ بن فروخ بن مھیار اور ان کے رشتہ داروں اور ان کے اہل بیت اور ان کے بعد ان کی جو اولاد ہو گی جو ان کی نسل سے ہوں گے اور اسلام لے آئیں گے اور آپؐ کے دین پر قائم رہیں گے اس سوال پر آپؐ نے اس طرح وصیت لکھ دی؛آپؐ کی جانب سے تحریر ہے میں اللہ کی حمد بجالاتا ہوں، بتحقیق اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ کہوں ”لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ“ میں اس کو کہتا ہوں اور لوگوں کو اسی کا حکم دیتا ہوں اور سارے کا سارا امر اللہ کی جانب سے ہے اللہ نے سب انسانوں کو خلق کیا

---

[1]۔ المناقب لابن شهر آشوب ج۱ ص۷۶ الحجری، ونفس الرحمٰن فی احوال سلمان للعلامۃ المحدث النوری فی الباب الثالث، و مستدرک الوسائل للعلامۃ النوری ج۲، ص۲۶۲، قال بعد نقل الکتاب وجدته فی طومار عتیق، والبحار ج۶، ص۳۲۰۔ ونقل البحاثۃ البر وفسور حمید اللہ فی المجموعۃ ص۳۶۵ عهد النبی لاقارب سلمان الفارسی المجوسیین (کما سیأتی) وقال فی اولہ: نشرها جمشید جی جیجی بھائی نیت من اعاظم مجوس الهند، فی بومبائی سنۃ۱۲۲۱الیزدجردیۃ الموافقۃ لسنه ۱۸۵۱من المسیحیۃ، وھی مبنیۃ علی اصل کان عندھم، والطبعۃ الثانیۃ منا ۱۹۴۲م ولکن الناشر الجاهل لم یغیر سنۃ الطباعۃ الاولی ۱۸۵۱م، وطبقات المحدثین باصبهان والوارین علیها، لابی محمد عبداللہ بن جعفر بن حبان المعروف بابی الشیخ (خطیۃ الآصفیۃ بحیدرآباد علم الرجال۲۳۸) واخبار اصفهان لابی نعیم (وودولۃ خطیتان فیی الآصفیۃ علم الرجال۲۳۵، ۲۳۶) قابل: رسالات عبد المنعم خان رقم ۵۷، (عن السیرۃ المحمدیۃ لزینی دحلان فی ذکر المعجزات، ومما یذکر ان الشیخ دحلان صنف کتابه فی سنۃ ۱۲۹۷ للهجرۃ، ای بعد ما مضی علی طبع ثلاثون عاما۔ انظر ((محمد عبد المعید خان)) اصلیۃ وثیقۃ نبویۃ مهمۃ فی مجلۃ الثقافۃ الاسلامیۃ حیدرآباد الدکن (کذا) ینایر ۱۹۴۲م ص ۹۶-۱۰۴ ثم نقل الکتاب ھکذا۔

ہے اور وہی ان کو موت دیتا ہے اور وہی انکے مرنے کے بعد اُنہیں دوبارہ زندہ کرے گا اور انجام اسی کی جانب ہے۔"

اس کے بعد آپؐ نے سلمان کے احترام کی بات لکھی اور یہ فرمایا؛ ان سے میں نے پیشانی کے بالوں کو نوچنے کا حکم اٹھادیا ہے اور جزیہ اور خمس اور باقی اخراجات اور دیگر ضروریات تو اگر وہ تم سے مانگیں تو ان کو ادا کرو اور تم سے مدد طلب کریں تو ان کی مدد کرو۔

۱۴۔اکیدر کے نام خط

A Letter to Akedar

[بسم الله الرحمن الرحيم] من محمد رسول الله ﷺ لاكيدر دومة؛ حين اجاب الى الاسلام و خلع الانداد و الاصنام، مع خالد بن الوليد سيف الله في دومة الجندل و اكنافها [و لاهل دومه] انّ لنا الصاحبه من الصحل والبور والمعامى و اغفال الارض وا لحلقة، ولكم السلاح (والحافر) والحصن، ولكم الضامنه من النخل والمعين من المعمور بعد الخمس، لا تعدل سارحتكم، ولا تعد فاردتكم۔۔الخ[1]

---

[1]۔ العقد الفرید ج ا باب الوفود، و معجم البلدان عن کتاب الفتوح لاحمد بن جابر فی لفظۃ ، دومۃ، واعلام السائلین ص ۴۱، وفتوح البلدان للبلاذدی ص ۷۲، والطبقات الکبریٰ ج ا ص ۲۸۹، ومسند احمد ج ۳ ص ۱۳۲، والاموال ص ۱۹۴، والبدایۃ والنہایۃ ج ۶ ص ۱۶۔ وفی الجمہرۃ ج ا ص ۴۹، عن صبح الاعشی ج ۲ ص ۲۴۶ و ج ۶ ص ۳۷۰ و الروض الانف ج ۲ ص ۳۱۹، والمواهب شرح الزرقانی ج ۳ ص ۴۱۴۔ وفی المجموعۃ ص ۲۱۴ رقم ۱۹۰، عن الخراج لقدامۃ ورقۃ ۱۲۴، والسہیلی ج ۲ ص ۳۱۹، ۳۲۰، وامتاع الاسماع للمقریزی ج ا ص ۴۶۶، ۴۶۷، ورسالات نبویۃ رقم ۱۲، قال (وللختم بالظفر راجع: ماتسنر ج ۲ ص ۱۷۹، وادوارد س ص ۱۱ وکروکمان لوح ۲۸) ثم قال قابل: اللسان مادہ بور، واعلام السائلین رقم ۱۸ والاشتقاق لابن درید اقول نقل شطر أمنہ فی الاصابۃ ج ا ص ۱۲۴ والسیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۲۳۳ واو عزالیہ المسعودی فی التنبیۃ والاشراف ص ۲۳۶ وابن الاثیر فی الکامل ج ۲ ص ۱۰۷ وکاۃ بور۔ والقلقشندی فی نہایۃ الارب ص ۲۸۳، وکنز الاعمال ج ۵ ص ۳۱۷ واللفظ للعقد الفرید وما بین الہلالین فللاموال و معجم البلدان ، وسنشیر الی بعض مواضع الخلاف الاخر۔ قال ابو عبید فی الاموال: اماھذا الکتاب فانا قرأت نسختہ، واتانی بہ شیخ ھناک مکتوبا فی قضیم صحیفۃ بیضاء فنسختہ حرفا نحرف فاذا فیہ۔۔۔الخ۔

اس خط میں مختلف اموال کا ذکر کیا گیا ہے لیکن اس میں یہ جملہ موجود ہے کہ خمس ادا کرنے کے بعد ان اموال میں تصرف کرنا ہے۔

۱۵۔ دیگر قبائل کے نام حضور پاکؐ کے خطوط

(Letters of Holy Prophet hazrat Muhammad (PBUH) to other tribes)

قبیلہ بکا، قبیلہ بنی زہیر، قبیلہ بنی معاویہ، قبیلہ بنی حرقا، قبیلہ بنی قیل، قبیلہ بنی قیس، قبیلہ بنی جرمزا، اور اس کی قوم، قبیلہ قیس، قبیلہ مالک بن احمر، قبیلہ صیفی بن عامر، قبیلہ شیخ بنی ثعلبہ، قبیلہ الفجیع، اور اس کے تابعین، قبیلہ نہشل بن مالک جو بنی عامر اور جھینیہ بن زید قبائل کے سردار ہیں، حمیر سرداروں کے نام خط، یمن والوں کے نام خط، عمان کے بادشاہ کے نام خط۔

حوالے کے لیے گزشتہ کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں .... نثر الدر المکنون ...، نہایت العرب، صحیح من سیرت النبی، اسد الغابہ، الاصابہ، طبقات ابن سعد، طبقات کبریٰ، سنن بیہقی، سنن احمد.....

کتاب الخمس تالیف آیت اللہ حسین نوری ہے، خطوط کا اصل متن "مکاتیب الرسولؐ" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور ان عبارات کو دیکھا جاسکتا ہے.....

نبی اکرمؐ کی فریضہ خمس کے بارے میں تاکید

(Emphasis in Prophet hazrat Muhammad (PBUH) about the duty of khums)

درج شدہ خطوط سے واضح ہو گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے میں خمس ادا کرنے کی تاکید فرماتے تھے اور ہر اس چیز سے خمس دینے کا حکم دیتے تھے جس پر کمائی اور منفعت کا عنوان صادق آتا تھا بالکل اسی طرح جس طرح لوگوں کو نماز قائم کرنے اور زکوۃ

ادا کرنے کا حکم دیتے تھے، اور جس طرح زکوۃ جمع کرنے کے لیے عاملین مقرر کیے ہوئے تھے اسی طرح سے خمس کی جمع آوری کے لیے الگ عاملین اور نمائندگان مقرر فرمائے تھے۔

حضور پاکؐ کے زمانہ میں خمس وصول کرنے والے نمائندے

(Representatives who received Khums during the time of Holy Prophet Hazrat Muhammad(PBUH)

۱۔ عمرو بن حزم: آپ نے انہیں یمن بھیجا اور انہیں ایک خط دیا جس میں یہ بات تحریر تھی؛

وامرہ أن یأخذ من المغانم الخمس؛ اور انہیں حکم دیا کہ وہ ان سے مغانم (جو ان کی درآمدات ہیں) سے خمس وصول کریں۔

۲۔ قضاعہ قبیلہ کے سعد ھذیم اور جزام کی جانب خط بھیجا کہ آپ کی جانب سے دو نمائندے اُبیؓ اور عنبسہ کو اور جسے وہ دونوں بھیجیں صدقات اور خمس دیں۔[1]

۳۔ابن قیم الجوزیۃ نے اپنی کتاب "زادالمعاد فی ھدی خیر العباد" میں رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کے بیان میں لکھا ہے:

۴۔ حضرت علیؑ بن ابی طالب کو رسول اللہ ﷺ نے یمن سے خمس کی وصولی اور عدلیہ کے سربراہ کے طور پر بھیجا تھا جبکہ یمن کے لوگ بغیر جنگ اپنی مرضی سے مسلمان ہوئے تھے یمن سے خمس کی وصولی کا مطلب یہ ہوا کہ خمس ہر قسم کی آمدنی پر ہے اور دیگر موارد جن کا احادیث میں ذکر ہوا ہے ان میں خمس کی وصولی بھی شامل ہے (ابن قیم الحرزیہ محمد بن ابی بکر الحنبلی المتوفی۔۔۔۔۔ہے، ابن قیمیہ کی محبت میں غرق تھا۔[2]

---

[1] ۔ طبقات ابن سعد ج۱، قسمم ۲ ص ۲۴، ۲۳؛ مجموعۃ الوثائق السیاسیۃ ص ۲۲۴؛ مقدمۃ مرآۃ لعقول ج۱، ص ۱۰۳، ۱۰۲؛ والصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج۳، ص۳۱۰۔ ابی اور عنبسہ دونوں اصحاب سے ہیں۔

[2] ۔ زادالمعاد فی ھدی خیر العباد ج۱ ص ۳۲، سنن ابی داؤد ج۳، ص ۱۲۷)

عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری اور مجمع الزوائد للہیثمی،۔۔۔۔۔الرایۃ للزیلعی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا، آپؐ کے پاس رکاز لایا گیا، آپ نے اس سے خمس لے لیا اور باقی مال لانے والے کو دے دیا جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ کو ملی تو آپؐ نے اس عمل کو پسند فرمایا۔

ہاشمی زکوۃ وصولی کے لیے عامل نہیں بن سکتے

(Hashemis cannot be agents for collection of Zakat)

نیز اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کسی بھی ہاشمی کو زکوۃ کی وصولی پر عامل مقرر نہیں فرماتے تھے اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کو رسول اللہ ﷺ نے یمن سے فقط رکاز سے خمس لینے کے لیے نہیں بھیجا تھا بلکہ جن جن موارد میں خمس واجب ہے ان سب سے خمس وصولی کے لیے عامل مقرر فرمایا۔

صحیح مسلم ج۲، کتاب الزکاۃ الباب۵۱، مسند احمد بن حنبل ج۴ ص۱۶۶، الوسائل الشیعہ ج۶ ص۱۸۵ الباب۲۹، ان سب میں یہ بات ذکر ہوئی ہے کہ کسی بھی ہاشمی کو رسول اللہ ﷺ نے زکوۃ کا عامل نہیں بنایا)

محمیۃ خمس کی وصولی

(Receipt of Mahmiya Khums)

۵۔الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم میں ہے کہ بنی زبیر قبیلہ کے ایک فرد محمیۃ کو رسول اللہ ﷺ نے اخماس (خمس) کی وصولی کے لیے عامل مقرر فرمایا (ج۳، ص۳۱۲ کتاب الاموال لابی عبید کے ص۴۶۱ سے نقل کیا ہے، صحیح مسلم ج۲، ص۷۵۴ حدیث ۱۶۸)

محمیہ کا تعارف

(Introduction the Reserve)

محمیہ بن جزء بنی اسد سے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں خمس کی وصولی کا عامل مقرر فرمایا، اس طرح یہ بات واضح ہو گئی کی رسول اللہ نے حضرت علیؑ کو عمرو بن حزم، ابی عنبسہ اور محمیہ کو اخماس (خمس) کی وصولی کے لیے عامل بنایا، یہ افراد جنگی غنائم سے خمس وصول کرنے کے لیے نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ جنگی غنائم کے علاوہ خمس کے بقیہ موارد سے خمس کی وصولی کے لیے بھیجا گیا یہ امر واضح ہو گیا کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ارباح مکاسب سے خمس وصول کیا جاتا تھا یہ عاملین اس بات پر ثبوت ہیں۔

رسول پاکؐ کی جناب سلمانؓ، ابوذرؓ اور مقدادؓ کے لیے خمس کے بارے میں وصیت

(The will of the Holy Prophet (PBUH) regarding Khums for Salman (RZ), Abu Dharr(RZ) and Muqdad (RZ)

رسول پاکؐ نے حضرت ابوذرؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ سے فرمایا کہ تم لوگ توحید اور میری رسالت کی گواہی دو، پھر فرمایا کہ علی صلوات اللہ علیہ کے لیے ولایت کی گواہی دو کہ وہ حضرت محمدؐ کے وصی ہیں، امیر المومنین ہیں، علی مولاؑ کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کے رسولؐ کی اطاعت ہے اور تم اس کا اقرار کرو کہ علیؑ کی اولاد سے جو آئمہؑ ہیں ان کی اطاعت کرو گے اور یہ عقیدہ رکھو کہ اہل بیت پیغمبرؐ سے مؤدت رکھنا فرض ہے اور یہ واجب فریضہ ہر مومن مرد اور مومنہ عورت پر فرض ہے اس عقیدہ کے ساتھ ساتھ نماز کو اس کے اوقات میں قائم کرو گے اور زکوۃ جو کہ آپ کے اموال سے بنتی ہے اس کا جو صحیح طریقہ ہے اس طرح اپنے اموال سے نکالو گے یعنی جن چیزوں میں زکوۃ فرض کی گئی ہے ان سے زکوۃ دو گے اور زکوۃ جن کے لیے ہے ان تک زکوۃ کو پہنچاؤ گے اور اس کا اسی طرح مصرف کرو گے جس طرح

حکم ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خمس اپنے اموال سے نکالو گے واضح رہے خمس ہر اس چیز سے دو گے جس چیز کا لوگوں میں سے کوئی ایک مالک بنتا ہو۔اس عبارت میں ملکیت کا تصور بھی دیا جا رہا ہے کہ لوگوں میں جو چیز معروف معنوں میں ملکیت و مالک کے عنوان کے تحت شمار ہوتی ہے اور کسی بھی حوالے سے کوئی شخص جب کسی چیز کا مالک بنتا ہے تو جو کچھ کسی کے ملک میں آئے اس سے خمس ادا کرنا ہوگا اور خمس مومنین کے ولی، امام اور امین تک پہنچانا ہوگا اور ان کے بعد امام کی اولاد جو آئمہؑ ہیں ان تک پہنچانا ہوگا۔

حضور پاکؐ کی جانب سے خمس وصولی کی رسید
(Receipt of collection of Khums from the Holy Prophet (PBUH)

۱۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔۔۔۔ محمد ﷺ۔۔۔ جو کہ اللہ کے نبی ہیں۔۔۔۔ان کا خط شرجیل بن عبد کلال کے نام حارث بن عبد کلال اور قیل ذی اعین، معافر، ہمدان کے نام ہے۔

امابعد۔۔۔آپ کا جو نمائندہ آیا وہ واپس لوٹ رہا ہے۔۔آپ نے غنائم سے اللہ کا جو خمس دیا ہے اور مومنین پر زراعت میں سے جو دسواں دینا فرض ہے جو بارانی ہو اور بیسواں دینا فرض ہے جو کہ خود سے سیر اب کیا جائے۔۔۔اسے آپ نے ادا کیا ہے یعنی آپ کا خمس بھی وصول ہو گیا ہے اور زکوۃ بھی جو آپ کے غلات سے دسواں یا بیسواں بنتی تھی وہ بھی وصول ہو گئی ہے۔

تبصرہ اور وجہ استدلال

آپ دیکھیں کہ حضور پاکؐ خط میں تحریر فرما رہے ہیں کہ آپ کا نمائندہ واپس آ رہا ہے اور آپ نے غنائم کا خمس دے دیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ انہوں نے کون سی جنگ لڑی تھی کہ یہ کہا جائے کہ انہوں نے غنائم سے خمس دیا ہوگا یہ حدیث واضح ہے کہ جس میں حضور پاکؐ نے فرمایا ہے کہ تم نے

غنائم سے خمس دے دیا ہے۔۔۔اگر خمس جنگی غنائم سے ہوتا تو جتنی جنگیں اس دوران ہوئی ہیں وہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ہوئی ہیں حضور پاکؐ کے زمانے میں وہ سب جنگیں آپ ﷺ کے حکم سے ہوئی ہیں اور اس وقت جو خمس جنگی غنائم سے تھا وہ آپؐ کے اپنے ہاتھ میں تھا اور مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں تھا وہ لوگ جو یمن والے ہیں یا دوسرے قبائل سے ہیں انہوں نے تو جنگیں نہیں لڑیں۔

پھر اس خط میں تو حضور پاکؐ فرمارہے ہیں کہ آپ نے غنائم سے جو خمس دیا ہے؛ اس سے بڑی اور دلیل کیا ہوگی کہ اس جگہ غنائم سے لغوی معنی مراد لیا گیا ہے۔اس حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے اپنے اموال سے جو خمس بھیجا ہے وہ مل گیا ہے، جبکہ اس علاقہ میں کوئی جنگ نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ لوگ بغیر جنگ کئے حضور پاک ﷺ کی اطاعت میں آگئے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے، خمس کی وصولی کی رسید بھیجی جارہی ہے۔ خمس کی عمومیت پر یہ حدیث واضح دلیل ہے۔

عمرو بن حزم کا یمن سے خُمس وصول کرنا

۲۔جب آپ نے یمن میں عمرو بن حزم کو بھیجا اور انہوں نے یمن والوں سے خمس وصول کرکے آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو سوال ہے کہ وہ خمس کس مال کا تھا؟ جنگ تو انہوں نے لڑی ہی نہیں تھی تاکہ کوئی شخص یہ جواب دے کہ وہ مال جنگی غنائم کا خمس تھا۔۔۔اس کا جواب بڑا واضح ہے کہ انہوں نے یمن والوں کے اموال منافع اور ارباح مکاسب سے خُمس وصول کرکے آپ ﷺ کے پاس بھیجا تھا بہر حال یہ مثال انتہائی واضح ہے، اسکی کوئی دوسری توجیہہ نہیں ہو سکتی۔ یہ واقعہ بھی خمس کی عمومیت پر دلیل ہے۔

وصولی خمس کے دو نمائندے، ابی اور عنبسہ

حضرت نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ سعد ھذیم، قبیلہ قضاع اور قبیلہ جزام کی طرف دو نمائندوں کو بھیجا۔۔۔دونوں نمائندوں کے لیے ایک ہی تحریر تھی کہ جس میں صدقہ کے

علاوہ دیگر فرائض کی تعلیم دی گئی تھی اور دونوں قبیلہ والوں کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان نمائندوں کو صدقہ واجبہ دیں (صدقہ سے مراد واجب زکوۃ ہے)۔

حضور پاکؐ کے کلمات میں صدقہ کا مفہوم

(The meaning of charity in the words of the Holy Prophet (PBUH)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ روایات میں جہاں زکوۃ کی وصولی کا تذکرہ کیا گیا ہے عام طور پر اس کے لیے لفظ زکوۃ کی بجائے لفظ صدقہ استعمال کیا گیا ہے۔

آپ نے رسول اکرمؐ کے خطوط میں دیکھا کہ واجب زکوۃ کو لفظ صدقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔۔۔اس خط میں خمس ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا کہ وہ لوگ آپؐ کے نمائندوں کو خمس بھی دیں اور آپؐ کے وہ دو نمائندے ابی اور عنبسہ تھے۔۔ حکم دیا گیا کہ وہ لوگ خمس ان دونوں کے سپرد کردیں یا جن کو یہ دونوں ان لوگوں کے پاس بھیجیں وہ لوگ انہیں خمس دے دیں۔ یہ دونوں آنحضرتؐ کے نمائندے تھے اور لوگوں سے زکوۃ اور خمس دونوں وصول کرتے تھے۔

[دیکھئے طبقات ابن سعد اور مجموعۃالوثائق السیاسیہ اور مراۃ العقول کا مقدمہ اور صحیح من سیرت النبی الاعظمؐ]

قارئین کرام! یہ دونوں نمائندے حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے جن کو قبیلہ سعد ہذیم، قضاع اور جزام قبیلے کی طرف بھیجا گیا تھا۔

حضرت علیؑ یمن میں خمس وصولی کے نمائندہ

(Hazrat Ali (AS) representative for collection of Khums in Yemen)

ابن قیم جوزیہ نے اپنی کتاب ''زادالمعاد فی ھدی خیر العباد'' میں حضور اکرمؐ کے کارندوں اور نمائندوں کے بارے میں جو باب باندھا ہے اس میں لکھا ہے کہ حضور پاکؐ نے

حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کو یمن کے لوگوں سے خمس وصول کرنے اور یمن کی عدلیہ کا سربراہ بنا کر بھیجا تھا یعنی یمن کا جتنا خمس بنتا تھا اس کی وصولی کے سربراہ حضرت امیر المومنینؑ تھے۔

چوتھا باب
(Chapter Four)

خمس کے متعلق
جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا
اور آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات

(Statements of Sayyida Fatima Zahra and Ahl-Bayt regarding Khums)

حضور پاک ﷺ نے خمس کی وصولی کے لیے جو عملی اقدامات فرمائے ان کا اجمالی تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پیغمبر اسلامؐ کے زمانے سے خاتم الاوصیاء حضرت ولی العصرؑ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ تک خمس کے بارے میں جو عملی اقدامات اٹھائے جاتے رہے ان کا ترتیب وار تذکرہ کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کے لیے یہ بات واضح ہو جائے کہ خمس شروعِ اسلام سے لے کر حضرت امام مہدیؑ کی غیبت کبریٰ کے دور تک انتہائی اہم مالی فریضہ کے عنوان سے متعارف رہا اور کبھی بھی اس فریضہ کو وارثان شریعت نے نظر انداز نہیں کیا اور نہ ہی ان کے صحیح پیروکاروں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں کوئی پس وپیش کیا۔

رسول اللہؐ کے وصال کے بعد فریضہ خمس کے بارے میں اہل بیتؑ کے بیانات

(Statements of the Ahl-Bayt (a.s) about the duty of Khums after departure of the Messenger of Allah (s.a.w)

اس باب میں جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت امیر المومنین علیؑ اور آپ کی اولاد سے گیارہ آئمہ نے اپنے اپنے زمانہ میں خمس کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے اسے بیان کیا جائے گا۔

ا۔ جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا زمانہ اور خمس

فدک کی بحث؛ اور خمس کا مطالبہ

حضور پاک ﷺ کی رحلت کے بعد حکومت وقت نے جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کی جائیداد فدک کو بحق سرکار ضبط کر لیا، ایک نبوی حدیث کا حوالہ دے کر انہیں بابا کی وراثت سے محروم کیا گیا اسی طرح حکومت وقت نے فیئ اور خمس کو بھی آپؑ سے روک لیا، اس

بارے میں جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے دربار خلافت میں جو گفتگو فرمائی اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا، حاکم وقت ،ان کے مشیران کو اس طرح مخاطب ہوئیں؛ جب انہوں نے آپؑ سے دلیل طلب کی کہ کس رو سے آپؑ ہم سے فدک ،فئی اور خمس کا مطالبہ فرمارہی ہیں؟ توآپ نے ان کے سوال کااس طرح جواب دیا:

فدک کی ملکیت کے متعلق میرے حق ہونے پر اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں یہ فرمان گواہ ہے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ حکم اتارا" واٰت ذالقربیٰ حقه" (اے رسول ﷺ تم اپنے قریب ترین کو ان کا حق دے دو) میں اور میری اولاد پیغمبرؐ کے قریب ترین ہیں پس رسول خدا ﷺ نے فدک مجھے اور میری اولاد کو ہدیہ کیا ہے اور جب جبرائیل نے حضرت نبی کریم ﷺ پر اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ "والمسکین وابن السبیل" (سورۃ البقرہ: ۱۷۷) تو پیغمبرؐ نے فرمایا یتامیٰ اور مساکین وہ لوگ ہیں جو دنیااور آخرت میں فاطمہؑ اور ان کی اولاد کے ساتھ زندگی گزاریں گے اور ابن السبیل وہ ہیں جو اہل بیتؑ کے وسیلہ کو اختیار کریں گے۔ جنابِ عمرؓ نے یہ سن کر اعتراض کرتے ہوئے سوال کیا کہ۔۔۔۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ خمس (جنگی غنائم کا خمس) مملکت کے عمومی اموال فئی، یہ سب اموال آپ کے لیےاورآپ کے پیروکاروں کے لیے ہیں۔

جناب سیدہؑ نے فرمایا؛ بہرحال فدک کی زمینیں اور باغات کے حوالے سے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیغمبر ﷺ پر واجب قرار دیا کہ وہ ان املاک کو میرے اور میری اولاد کو عطیہ کر دیں ان املاک کو میرے پیروکاروں اور شیعوں کے لیے نہیں دیا گیا باقی رہا! خمس تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے پیروکاروں اور شیعوں کے درمیان تقسیم کیا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھا جاسکتا ہے (خمس کے دو حصے ،ایک حصہ میری

اولاد یعنی سادات کے لیےاور ایک حصہ امام وقت کے لیے ہے جسے وہ اپنے پیروکاروں کے مفادات میں خرچ کریں گے)[1]

خمس کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا رویہ

(The attitude of Hazrat Abu Bakr(R.A) and Hazrat Umar(R.A) regarding the Khums)

جناب ابو قدامہ نے "المغنی" میں اصحابِ رائے کے متعلق بیان کیا،انہوں نے یہ کہا کہ خمس تین حصوں میں تقسیم ہوگا۔ یتامی، مساکین، ابن سبیل، رسول اللہؐ کے وصال سے ان کے سہم کو ختم کر دیا اسی طرح ان کی قرابت والے حصہ کو بھی ختم کر دیا جبکہ یہ قرآن میں خمس کے متعلق بیان کے مخالف ہے،اس نے یہ کہا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئ تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے ذی القربی کے حصے کو سبیل اللہ میں قرار دے دیا جب یہ بات احمد کے لیے بیان کی گئ تو خاموش ہو گئے اور فقط اپنے سر کو ہلا دیا اور اس رائے کو نہ لیا اور یہ رائے دی کہ ابن عباس اور جو ان کے موافق ہیں ان کا قول اللہ کی کتاب اور سنت رسولؐ سے موافقت کی وجہ سے بہتر ہے۔ کیونکہ جب ابن عباس سے ذی القربی کے حصے کا سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا؛ ہمارا اس بارے یقین تھا کہ ذی القربی والا حصہ ہمارے لیے ہے لیکن ہماری قوم نے اسے ہم سے روک لیا۔ اس بیان میں انہوں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عمل کو بیان کیا ہے کہ انہوں نے ذی القربی کے حصے کو سبیل اللہ میں قرار دے دیا۔

---

[1] جناب سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا کا دربار خلافت سے خمس کے مطالبہ کو اہل سنت کے حدیثی منابع میں دیکھا جا سکتا ہے ملاحظہ ہو؛ شرح ابن ابی الحدید المعتدلی ج۱۶ص۲۳۱،۲۳۰؛ صحیح البخاری ج۵،ص۷۷، صحیح مسلم ج۳،ص۱۳۸۰ حدیث نمبر ۱۷۵۹؛ مسند احمد ج۲ص۴۶۴،۶،۷ ۳، ۲۴۲؛ صحیح ابی داؤد ج۳ص۱۴۵؛ تفسیر الطبری ج۱،ص۴؛ مسند احمد ج۴، ص۸۴؛ سنن البیہقیج۶ص۳۴۲۳۰۲؛ مجمع الزوائد ج۵،ص۳۴۱۔

بات یہ ہے کہ اصحاب کا جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو ان میں سے جن کا قول قرآن و سنت کے موافق ہو اسے ترجیح ہو گی ابن عباس کا قول قرآن و سنت کے موافق ہے۔[1]

تبصرہ: اس بیان سے واضح ہوا کہ خمس کا فریضہ آغاز اسلام میں موجود تھا مسلمان اس سے آگاہ تھے، حضور پاک ﷺ کے وصال کے بعد خمس کے حصوں کے متعلق اصحاب کی آراء مختلف ہو گئیں اصل خمس کے بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں خمس

(The Khums in the time of Hazrat Uthman(R.A)

حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں افریقہ پر حملہ کیا گیا اُس جنگ میں جو غنائم وصول ہوئے تو پہلی مرتبہ سارا خمس عبداللہ بن سعد بن ابی سرح جو ان کے رضائی بھائی تھے انہیں دے دیا اور دوسری مرتبہ پورا خمس اپنے داماد مروان بن الحکم کو دے دیا۔[2]

تبصرہ: یہ واقعہ اور خلیفہ سوئم کا خمس کے بارے میں فیصلہ اس بات کو بیان کرتا ہے کہ فریضۂ خمس آغاز اسلام سے موجود تھا رسول اللہ ﷺ کے بعد اصحاب میں اس کی تقسیم کے بارے میں اختلاف رہا، خلفاء نے بھی اپنے اپنے زمانہ میں اسے اپنی رائے کے مطابق تقسیم کیا یہ فریضہ بعد میں اسلام کے اندر نہیں لایا گیا۔

[1] ۔ المغنی ج ۷ ص ۳۰۱ (نقل کیا گیا از الخمس فی ضوء مدرسۃ اہل البیتؑ تالیف شیخ حسین نوری)

[2] ۔ تفصیل کے لیے دیکھیں الاصابۃ ج ۱ ص ۳۴۶ الاصابہ کے حاشیہ پر طبع اولی سال ۱۳۲۸۔ تاریخ الذھبی ج ۲ ص ۷۹، ۸۰۔ التاریخ الکامل لابن الاثیر ج ۳ ص ۷۱۔

حضرت علی علیہ السلام کا زمانہ اور فریضۂ خمس
(The time of Hazrat Ali (A.S) and the duty of Khums)

اہل سنت حدیثی منابع کی رو سے خمس کے متعلق حضرت علیؑ کا رویہ

ابن عباس سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ حضرت علیؑ بن ابی طالب نے خمس کو اس طرح تقسیم کیا کہ جیسا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اپنے اپنے زمانے میں کرتے تھے۔[1]

حضرت ابو جعفر محمد الباقرؑ سے سوال کیا گیا کہ حضرت علیؑ کی خمس کے بارے میں کیا رائے تھی؟ تو آپؑ نے فرمایا کہ ان کی اس بارے میں رائے اہل بیتؑ کی رائے ہی تھی لیکن آپ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اس بارے میں عملی طور پر مخالفت کریں۔

محمد بن اسحٰق نے کہا کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے سوال کیا؛ کہ جب علیؑ ابن ابی طالب نے لوگوں کی حکمرانی سنبھالی تو آپ نے ذی القربیٰ کے حصہ کے بارے میں کیا طریقہ اپنایا؟ امام علیہ السلام نے جواب دیا؛ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے طریقہ کو اپنایا؛

راوی: میں نے عرض کیا یہ کیسا ہے کہ آپ تو اس بارے میں جو کچھ کہتے تھے تو آپؑ نے جواب دیا؛ وہ جو کچھ کرتے تھے اپنی رائے سے احکام صادر کرتے تھے۔

راوی: کس بات نے حضرت علیؑ کو روک دیا کہ وہ ان کے خلاف نہ کرے؟

---

[1] ۔ کتاب الخراج لابی یوسف ص ۲۳۔

آپؑ نے فرمایا؛ اللہ کی قسم! انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا کہ ان کے متعلق یہ دعویٰ کیا جائے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مخالفت کی ہے۔[1]

تبصرہ: اہل سنت کے حدیثی منابع میں حضرت علیؑ کے زمانہ میں خمس کی تقسیم کے بارے میں بیان کا موجود ہونا اس بات کو واضح کرتا ہے کہ فریضہ خمس کے احکام کا تعلق آپ کے بعد کے زمانوں سے نہیں ہے بلکہ خمس کے بارے میں ہر مسلمان آغاز اسلام سے آگاہ تھا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خمس کی تقسیم بارے میں جو رویہ اپنایا گیا اس کا بھی ذکر کیا جاتا تھا۔

خمس کے متعلق امیر المومنین علی علیہ السلام کی روایت

(The tradition of Ameer-ul-Momineen Ali (A.S) regarding Khums)

زکوۃ کے بدلے خمس

ا۔ سلیم بن قیس الهلالی فی کتابه؛ عن امیر المومنین علیه السلام فی کلام له طویل قال (علیه السلام) فنحن الذین عنی الله بذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (کل هؤلاء منّا خاصّة) لأنه لا یجعل فی سهم الصدقه نصیباً، اکرم الله نبیه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وأکرمنا أن یطعمنا أوساخ الناس[2]

ترجمہ: ”سلیم بن قیس ہلالی اپنی کتاب میں حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے ایک طولانی بیان کے ضمن میں نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا، ہم ہی وہ قرابت دار ہیں جن کے لیے (خمس قرار دیا گیا ہے) (اور آیت خمس میں) یتامی، مساکین اور ابن سبیل سے مراد ہم اہل بیت کے افراد ہیں۔ اس لیے کہ خدا نے زکوۃ میں ہمارا حصہ قرار نہیں دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے

---

[1]۔ الخراج ص ۲۳، الاموال ص ۳۳۲، احکام القرآن للجصاص ج ۳ ص ۶۳۔

2۔ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل ج ۷، ص ۱۲۱ ح ۷۸۰۳۔

اپنے نبی ﷺ اور ہمیں لوگوں کے اموال کا میل کھلانے سے بالاتر قرار دے کر ہمارے لئے کرامت اور شرف عطا کیا ہے۔"

حرام مال سے مخلوط، حلال مال کا حکم

(Order of legal wealth mixed with illegal wealth)

۲۔امام صادقؑ نے اپنے باباسے اور انہوں نے اپنے آباء سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ ایک شخص حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے مال کماتے وقت حلال اور حرام کی پرواہ نہیں کی۔ جہاں سے مال ملا جیسا ملا کمایا ہے۔ اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں لیکن میں نہیں جانتا اس مال میں حلال مال کی مقدار کتنی ہے اور حرام کی مقدار کتنی ہے، اب میں کیا کروں؟ حضرت علیؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ تم اپنے اس مال کا خمس ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کے مال سے خمس ادا کرنے پر راضی ہوا ہے اور اس کا باقی سارا مال اس پر حلال ہے۔

تبصرہ: یہ حدیث بڑی واضح ہے کہ خمس تمام قسم کے اموال سے لیا جاتا ہے اور لوگوں کو خمس کے معنی کا بھی پتہ تھا اور اس روایت میں حلال مال حرام مال سے مخلوط ہو جائے تو اس میں سے خمس دینا چاہیے اس کا تذکرہ موجود ہے اگر خمس فقط جنگی غنائم سے ہوتا تو مولا علیؑ ایسا حکم صادر نہ فرماتے۔

امیر المومنینؑ کیلئے کی جانے والی رسول اللہؐ کی وصیت میں خمس کا تذکرہ

(Mention of Khums in the will of the Messenger of Allah (PBUH) made for Ameer-ul-Momineen (AS)

۳۔رسول اللہؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وصیت حضرت جبرائیل لے کر آئے آپؐ نے وہ وصیت حضرت علیؑ کو پڑھ کر سنائی اس طرح وہ وصیت جنابِ سیدہ زہراؑ اور

حضرت حسنؑ وحضرت حسینؑ کے لیے بھی بیان کی اور ان سے اقرار لیا کہ وہ اس پر عمل کریں گے اور پھر اس وصیت کو مہر لگا کر حضرت علیؑ کے حوالے کیا، اس میں یہ جملہ موجود تھا:

على الصبر منك على كظم الغيظ وعلى ذهاب حقي وغصب خمسك و انتها ك حرمتك[1]

ترجمہ: "تمہیں صبر کرنا ہے، غصے پر، میرے حق کے ضائع ہونے پر اور اپنے خمس کے غصب ہونے پر اور اپنی بے احترامی پر۔"

اس بیان میں آیا ہے کہ حضرت علیؑ کا خمس غصب ہوگا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خمس کا فریضہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سب کو معلوم تھا اور خمس رسول اللہ ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کے لیے ہے اور یہ کہ آپ کا خمس غصب کیا جائے گا۔ یہ بیان بھی خمس کی اہمیت پر دلیل ہے، لہٰذا فریضۂ خمس رسول اللہ ﷺ کے بعد کا فریضہ نہیں بلکہ یہ فریضہ رسول اللہؐ کے زمانہ میں بیان ہوا۔

زیارت یوم الغدیر میں خمس کا تذکرہ

حضرت امام علی الہادی علیہ السلام نے یومِ غدیر (۱۸ ذی الحجہ) کے لیے امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں جو سلام (زیارت) تعلیم دی اس میں یہ جملہ موجود ہے جو خمس پر دلالت کرتا ہے:

ثم اقرضوك سهم ذوى القربى مكرا واحادوه عن اهله جورا فلما الى الامر اليك اجريتهم على ما اجريا رغبة عنهما بما عند الله لك۔[2]

1۔ شهادة المعصومين ص ۳۸۔

2۔ مفاتیح الجنان؛ زیارت امیر المومنین علیہ السلام روز غدیر۔

پھر انہوں نے ایک تدبیر سے ذوی القربی والا حصہ آپ سے روک لیا اور یہ حصہ جن کے لیے قرار دیا گیا تھا انہیں نہ دیا۔۔۔ ان کے بعد جب حکومت آپ کے پاس آئی تو آپ نے اس سلسلہ کو سابقہ روایت پر قائم رکھا یہ آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور اللہ کی رضا کے لیے تھا۔

امام حسن مجتبیٰ کا زمانہ اور خمس

(The time of Imam Hassan Mujtaba (A.S) and Khums)

آپ نے امت کی وحدت کے لیے اور اسلام کو بچانے کی خاطر حاکم شام سے جنگ بندی کا معاہدہ کیا۔ اس معاہدے کے نتیجے میں حکومت حاکم شام کے سپرد کر دی گئی، معاہدہ میں جو شرائط رکھی گئی تھیں ان میں واضح تھا کہ حاکم شام قرآن وسنت کی پیروی کرے گا اور اسلامی احکام کا نفاذ کرے گا، کسی پر ظلم نہ کرے گا، حضرت علی پر سب وستم کا خاتمہ کرے گا، اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین نہ بنائے گا، عراق کا خراج امام حسن مجتبیٰؑ کو دے گا لیکن حاکم شام کے طرز حکمرانی میں جو کچھ ہوا وہ اسلام کا سیاہ باب ہے، خلافت ملوکیت میں بدل گئی لہٰذا آپ کے دور میں خمس جیسے اہم فریضہ کو بھی باقی فرائض کی طرح پامال کیا گیا، اس بارے تفصیلات مولانا مودودی نے کتاب خلافت وملوکیت اور تاریخ کی دوسری بنیادی کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہیں لہٰذا امام حسن مجتبیٰؑ کی طرف سے خمس کے متعلق روایت کا موجود نہ ہونا تو یہ بات خمس کی عدم اہمیت پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس زمانہ کے حالات نے حضرت امام حسنؑ کی علمی اور اسلامی خدمات اور آپ سے بیان شدہ اپنے جد امجد ﷺ کی احادیث کو ہم سے غائب کر دیا۔

کوفہ کے گورنر زیاد بن ابیہ کا رویہ

زیاد بن ابیہ نے بنی ہاشم سے خمس کو روک لیا، الحکم بن عمرو بن زیاد بن ابیہ کی جانب سے خراسان کا والی تھا، خراسان سے اسے کثیر مقدار میں جنگی غنائم موصول ہوئے اس

نے قرآن میں آیت خمس پر عمل کرتے ہوئے بنی ہاشم کو ان کا حصہ دیا جس پر زیاد بن ابیہ نے اس کی سرزنش کی اور اسے حاکم وقت کا حکم نامہ سنایا اور سارا مال غنیمت حاکم کے پاس بھیجنے کا فرمان جاری کیا، جبکہ خراسان کے والی الحکم بن عمرو الغفاری نے جواب دیا کہ حاکم کے امر سے پہلے تو قرآن کا حکم ہے۔۔۔! اس پر حکم بن عمرو الغفاری کو خراسان کی ولایت سے معزول کر کے جیل میں ڈال دیا گیا اور وہ جیل ہی میں مر گیا[1]۔

اس واقعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ فریضۂ خمس کے بارے میں اس وقت کے حکمرانوں کو بھی آگاہی تھی اور عوام بھی جانتے تھے کہ خمس زکوۃ کے علاوہ ایک فریضہ ہے

حضرت امام حسینؑ اور وصولی خمس کا اقدام
(Huzrat Imam Hussain (A.S) and the action of collection of Khums)

جنگی غنائم کے علاوہ دوسرے موارد سے اہل بیتؑ کی مخالف حکومتیں بھی خمس وصول کرتی رہی ہیں اور یہ سلسلہ حضرت سید الانبیاءؐ کے زمانہ میں عام مسلمانوں میں رائج ہو چکا تھا آپ کی رحلت کے بعد فریضۂ خمس میں حکمرانوں کے ساتھ بعض ترمیمات کے ساتھ وصولی خمس کا سلسلہ جاری رہا، مالِ خمس بھی زکوۃ و عشر اور صدقات کے ساتھ ساتھ باقاعدہ وصول کیا جاتا رہا اور ان کو اخماس اربعہ کا نام دیا جاتا تھا اور یہ بات تاریخ میں موجود ہے۔

ساٹھ ہجری کا واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں یمن کا حاکم بجیر بن زیاد حمیری تھا اور وہ اہل یمن سے خمس کے اموال وصول کر کے حج کے ایام میں حاکم شام کے پاس بھیجتا تھا اس کے کارندے پہلے حج کرتے تھے اور اس کے بعد یہ اموال شام لے جاتے تھے۔

---

[1]۔ المستدرک للحاکم، التلخیص للذھبی، الطبقات ابن سعد، اسد الغابۃ لابن الاثیر)

جس وقت حضرت امام حسینؑ مکہ سے کربلا کی طرف عازم سفر تھے ،اس سال یمن کے قافلے کا سربراہ بجیر بن زیاد (ایسان) حمیری کا بھائی یسار بن زیاد حمیری تھااور حاکم یمن کا بیٹا اسحاق بن بجیر حمیری بھی اس کے ہمراہ تھا۔

جب حضرت امام حسینؑ مکہ سے باہر منزلِ تنعیم پر پہنچے تو آپ کی ملاقات اس یمنی قافلے سے ہوئی جو اپنے ہمراہ اموال خمس رکھتے تھے اور ان کا پروگرام یہ تھا کہ وہ حج کرنے کے بعد ان اموال کو حاکم شام یزید ملعون کے پاس لے جائیں گے ، حضرت امام حسینؑ نے قافلے والوں کو متوجہ کیا کہ یہ اموال خمس کے ہیں اور قرآن و حدیث کی رو سے خمس کے اموال کا مالک اس وقت میں خود ہوں لہٰذا ان اموال کو ہمارے حوالے کر دو۔

نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو یہ کرایہ داران ان اموال کو اپنے اونٹوں پر لاد کر لا رہے ہیں اگر وہ ہمارے ساتھ کوفہ تک ہم سفر ہوں تو ہم انہیں ان کا پورا پورا کرایہ دیں گے اور جو یہاں سے حج کے لیے جانا چاہتے ہیں یا واپس یمن جانا چاہتے ہیں تو یمن سے منزل تنعیم تک جو ان کا کرایہ بنتا ہے وہ ہم انہیں ادا کرتے ہیں چنانچہ یمنی کارواں کے سربراہ نے وہ سارے اموال فرزند رسول ﷺ کے سپرد کر دیئے ان اموال میں قیمتی کپڑے، سونے چاندی کی صورت میں نقدی، قیمتی خیمہ جات اور خوش بو دار قیمتی پودے، قیمتی پتھر، ہیرے اور جواہرات وغیرہ شامل تھے۔[1]

یمنی قافلے سے مال وصول کرنے کا فلسفہ

(The philosophy of receiving goods from the Yemeni caravan)

حضرت امام حسینؑ نے یمنی کاروان سے خمس کی وصولی کا اقدام فرما کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے اقدام فرمایا اس قافلے کے کچھ لوگ حضرت امام حسینؑ

[1]۔ موسوعۃ الکلمات الامام الحسینؑ۔

کے ہمراہ ہو گئے اور کچھ لوگوں نے اپنا کرایہ وصول کرکے وہیں سے اپنی راہ لی اور اس واقعے کو اموی گماشتوں نے اس عنوان سے شہرت دی کہ ہمارے قافلے کو لوٹ لیا گیا ہے حالانکہ امام حسینؑ نے اپنا حقِ خمس قافلے والوں سے وصول کرکے مسلمانوں کے نام یہ پیغام دیا کہ خمس حق خدا، حق رسولؐ اور آل رسولؐ ہے اور جس کے وارث اس زمانے میں فرزند رسولؐ حضرت امام حسینؑ تھے انہوں نے اسے وصول کر لیا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کا یہ اقدام ان حضرات کے اعتراض کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقرؑ اور حضرت امام جعفر صادقؑ کے زمانے تک خمس کی وصولی کا آئمہ معصومینؑ کی طرف سے اقدام نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ فریضہ اتنی اہمیت نہیں رکھتا جتنا اس فریضہ کے بارے میں آج تاثر دیا جا رہا ہے، یہ تاثر بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اور اسلامی منابع سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے، وگرنہ ہر دور میں وارثان شریعت نے اس فریضہ کی اہمیت سے اپنے پیروکاروں کو آگاہ کیا اور اس کی وصولی کے لیے عملی اقدام بھی فرمائے۔

ظالم حکمرانوں کی سازش

(Conspiracy of tyrannical rulers)

قارئین پر یہ بات بھی مخفی نہ رہے کہ اہل بیتؑ کے مخالف حکمرانوں نے اپنے گماشتوں اور تنخواہ داروں کے ذریعہ ہر دور میں کوشش کی کہ تاریخ میں ایسے واقعات ریکارڈ پر نہ آئیں کہ جس سے خمس جیسے اہم فریضے کی اہمیت عام مسلمانوں کے لیے روشن اور واضح ہو اس کے باوجود اس قسم کے واقع کا تاریخ میں آجانا جہاں پر تائید ایزدی ہے تو اس سے وہاں یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ محمد وآل محمد کا حق جوامت کے اموال میں فریضۂ خمس کے عنوان سے قرار دیا ہے یہ فریضہ مٹنے نہ پائے اور یہ بات عام مسلمانوں تک پہنچتی رہے۔

امام علی زین العابدینؑ کا زمانہ اور خمس
(The time of Imam Ali Zain-ul-Abideen (AS) and Khums)

آپؑ کی زندگی کا بیشتر حصہ اموی اور مروانی حکمرانوں کی زیر نگرانی گزرا، گنے چنے افراد تھے جو آپ کے شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپؑ نے اپنے زمانے میں دعا و مناجات کے ذریعے اسلامی حقائق اور دینی معارف کی اشاعت فرمائی۔آپ نے رسالہ الحقوق میں انسان کے بدنی اعضاء سے لے کر معاشرہ میں ہر حیثیت اور عنوان کی مالک شخصیت کے حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وہاں پر آپ کا جو مالی حق امت پر بنتا ہے اس کا بھی تذکرہ کیا ہے آپؑ کی زندگی میں خمس کی بابت زیادہ تفاصیل تو میسر نہیں آسکیں البتہ یہ واقعہ سیرت نگاروں نے تحریر کیا ہے کہ جب جناب مختار ثقفی نے کوفہ سے اموال خمس آپ کے لیے بھیجے تو آپ نے ان اموال سے اولاد عقیل کے ویران شدہ گھروں کی تعمیر کروائی جنہیں بنی امیہ کے کارندوں نے مسمار کروادیا تھا (غایۃ الاختصار ص ۱۲۰)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو خمس بھیجا جاتا تھا اور آپ خمس سادات پر خرچ کرتے تھے۔

امام زین العابدینؑ کا ایک شامی کے لیے خمس کی آیت سے استدلال
(Imam Zain-ul-Abidin's reasoning for a Syrian from the verse of Khums)

عن علی بن الحسین علیہما السلام فی حدیث طویل یقول فیہ لبعض الشامیین:

فھل قرأت ھٰذہ الآیۃ ''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴿﴾ فقال له الشامی بلیٰ فقال له علیه السلام فنحن ذو القربیٰ''[1]

ترجمہ: ''امام زین العابدین علیہ السلام ایک طویل حدیث میں شام کے بعض لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا تم نے آیتِ خمس پڑھی ہے؟ شامی جواب دیتا ہے جی ہاں میں نے یہ آیت پڑھی ہے! جس پر امام علیہ السلام فرماتے ہیں آیت میں جو ''ذی القربی'' آیا ہے اس سے مراد ہم ہیں۔''

منہال کے لیے امام علی زین العابدینؑ کا جواب
(Answer of Imam Ali Zain-ul-Abideen (A.S) for Minhal)

وفی تفسیر الثعلبی، عن المنهال بن عمرو، قال؛ سألت زین العابدین علیه السلام عن الخمس۔ قال؛ هو لنافقلت؛ ان الله تعالیٰ یقول؛((والیتامی والمساکین))قال؛ أیتامنا و مساکیننا۔[2]

ترجمہ: ''منہال بن عمرو نقل کرتا ہے کہ میں نے امام علی زین العابدینؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا امامؑ نے فرمایا؛ خمس ہمارے لیے ہے؛ میں نے پھر پوچھا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خمس یتیم اور مساکین کے لیے ہے، امامؑ نے فرمایا اس سے مراد ہمارے یتیم اور مسکین ہیں۔''

1۔ الاحتجاج ج، ۲ ص، ۱۲۰۔

2۔ حوالہ سابق۔

حضرت محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہؒ اور وصولی خمس

(Hazrat Muhammad bin Ali bin Abi Talib known as Ibn Hanafiyyah and collection of Khums)

تاریخ کی کتابوں میں یہ بات بھی درج ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے مولا علیؑ کے فرزند حضرت محمدؒ المعروف ابن حنفیہؒ کو سولہ دیگر ہاشمیوں کے ساتھ ایک غار میں قید کر رکھا تھا حضرت مختار کے کمانڈ ودستوں نے مکہ پہنچ کر بغیر خون خرابہ کئےان کو قید سے آزاد کرالیا اور حضرت محمد حنفیہؒ نے آزادی کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت شعب علیؑ میں رہائش رکھی آپ کے ساتھ کثیر تعداد میں دیگرہاشمی بھی موجود تھے آپ ہی ان کی اور اولاد زہراؑ کی ضروریات کو پورا کرتے تھے ، ان ضروریات کو خمس سے پورا کیا جاتا تھا اور مختار ثقفی کی طرف سے آپ کی خدمت میں بھی اموالِ خمس روانہ کئے گئے تھےان اموال کو آپ اپنے اور دیگر بنی ہاشم کے مصرف میں لاتے تھے۔

اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں کے ہاں بالعموم اور شیعوں علیؑ کے ہاں بالخصوص خمس ادا کرنے کا رواج موجود تھا،جو بنی ہاشم، اولاد رسولؐ کے اخراجات پورے کرنے کے لیے صرف کیا جاتا تھا۔

جناب عمر بن عبدالعزیز بن مروان کازمان

(The time of Mr. Umar bin Abdul-Aziz-Bin Marwan)

بنی امیہ اور بنی مروان کے حکمرانوں نے تو خمس کو آل رسول ﷺ سے روکے رکھا لیکن جب عمر بن عبدالعزیز کازمانہ آیا تو انہوں نے خمس سے سہم رسول اور سہم ذی القربیٰ ، بنی ہاشم کو دیا۔جس پر آل رسول علیہم السلام نے ان کا شکریہ بھی ادا کیا اس سے واضح ہو جاتا

ہے کہ فریضہ خمس اسلام کے مالی واجبات سے شروع دن سے موجود رہا رسول اللہ ﷺ کے بعد حکمرانوں کے اپنے اپنے انداز سے اس فریضہ کے بارے میں عمل کیا جاتا رہا۔[1]

ابو یوسف نے کتاب الخراج میں روایت کیا ہے کہ بتحقیق عمر بن عبدالعزیز نے سہم رسولؐ، ذوی القربٰی کو بنی ہاشم کے پاس بھجوایا۔[2]

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جعفر بن محمد علیہما السلام سے روایت ہے بتحقیق عمر بن عبدالعزیز نے سہم ذوی القربٰی کو بنی عبدالمطلب میں تقسیم کیا اور ان کی ایسی خواتین کو اس سے حصہ نہ دیا جو بنی عبدالمطلب سے نہ تھیں۔[3]

نیز طبقات میں ہے کہ جناب فاطمہ بنت الحسینؑ نے عمر بن العزیز کے اس اقدام پر ان کے لیے شکریہ کا خط بھیجا جس میں تحریر تھا "تم نے اسے خادم دے دیا جس کے پاس خادم نہ تھا، اسے لباس پہنا دیا جس کے پاس لباس نہ تھا، اس خط سے عمر بن عبد العزیز بہت خوش ہوا ان کے جواب میں کہا کہ اگر میں موجود رہا تو آپ کے سارے حقوق آپ کو واپس لوٹا دوں گا، اسی کتاب میں ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت نے مل کر عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس شکریہ کا ایک خط لکھا اور اس میں تحریر تھا کہ حاکم شام کے زمانہ سے وہ اس حق سے محروم چلے آرہے تھے، ان پر زیادتی ہو رہی تھی اور آپ نے ہمارا حق ہمیں دیا آپ کا شکریہ!

یہ بات اس کتاب میں ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباس اور ابو جعفر محمد بن علی ان دونوں نے بیان کیا کہ حاکم شام کے زمانہ سے لے کر آج تک خمس کو ہمارے

---

[1]۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۲۷۲۔

[2]۔ الخراج ص ۲۵، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۸،۲۸۹، ۲۸۷۔

[3]۔ الخراج ص ۲۵، طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۸۸،۲۸۹، ۲۸۷۔

درمیان تقسیم نہ کیا گیا لیکن عمر بن عبدالعزیز کو شہید کردیا گیا اور ان کے بعد آنے والے حکمرانوں نے دوبارہ آل رسول ﷺ سے خمس کا حق چھین لیا۔[1]

حضرت امام محمد باقرؑ کازمانہ اور خمس

(The time of Hazrat Imam Muhammad Baqir (A.S) and Khums)

ابو بصیر صحابی نے حضرت امام محمد باقرؑ سے دریافت کیا وہ آسان سے آسان تر عمل کونسا ہے جس سے انسان جہنم میں داخل ہوجائے گا ؟ انہوں نے فرمایا یتیموں کامال کھانا چاہے وہ ایک درہم [چار آنے] کے برابر ہی کیوں نہ ہو اس کے بعد فرمایا: ہم اہل بیتؑ رسول اللہ ﷺ کے بعد یتیم ہیں چونکہ اللہ نے ہم پر صدقہ حرام فرما دیا ہے اور خمس ہمارے لیے فرض کیا ہے (الوسائل)

البحار میں تاویل الآیات الظاہرۃ کتاب سے حضرت ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بابا سے یہ حدیث نقل فرمائی کہ ایک آدمی نے ان کے بابا امام محمد بن علی الباقرؑ سے اللہ عزوجل کے اس فرمان کے بارے سوال کیا کہ "والذین فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم" سورۃ المعارج: ۲۴، تو میرے بابا نے جواب میں فرمایا: اسے یاد کرلو اور اسے دیکھو کہ تم اسے میری طرف سے کس طرح روایت کرتے ہو (یعنی صحیح طور پر نقل کرنا) سائل اور محروم دونوں کی بڑی شان ہے بہر حال سائل اس جگہ رسول اکرم ہیں کہ وہ اللہ سے اپنے حق بارے سوال کریں گے اور محروم وہ ہیں جنہیں خمس سے محروم کیا گیا، امیر المومنین علیؑ اور آپ کی ذریت جو آئمہ صلوات اللہ علیہم، کیا تم نے اس بات کو غور سے سن لیا ہے اور سمجھ لیا ہے۔

---

[1]۔ دیکھئے الخمس فی ضوء مدرسۃ اہل البیتؑ۔

البحار ج ۹۳ص ۱۸۸ طبع بیروت، مناقب آل ابی طالب ج ۲ص ۵۲ میں یہ بات درج ہے کہ علیؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا خمس ہمارے لیے خاص تھا لیکن ہم سے اسے روک لیا گیا اور ہم نے اس پر صبر کیا۔

عمرو بن عبدالعزیز نے خمس امام محمد باقرؑ کو پلٹادیا جس طرح عباسی خلفاء سے مامون نے بھی خمس بنی ہاشم اور آل رسول ﷺ کے لیے لوٹا دیا۔

حضرت امام جعفر صادقؑ کا زمانہ اور خمس

(The time of Hazrat Imam Jafar Sadiq (A.S) and Khums)

خمس کے بارے میں امامؑ سے عبداللہ بن سنان کی پوری روایت کو درج کرتے ہیں کیونکہ اس روایت میں خمس کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔آپؑ نے فرمایا:

کل امرء غنم او اکتسب، الخمس مما اصاب لسیدۃ صلوات اللہ علیھاولمن یلی من امرھا من بعدھا من ذریتھا الحجج علی الناس فذلك لھم خاصۃ یضعونہ حیث شاؤواو حرم علیھم الصدقۃحتی الخیاط یخیط قمیصاً بخمسۃ دوانیق فلنا منہ دانق الا من احللناہ من شیعتنا تطیب لھم الولادۃ انہ لیس من شی ء عند اللہ یوم القیامۃ اعظم من الزنا انہ لیقوم صاحب الخمس فیقول یا رب سل ھؤلاء بما ابیحوا۔

ترجمہ: ’’ہر آدمی جب کماتا ہے اور جو کچھ کماتا ہے اور منافع حاصل کرتا ہے تو اس میں ملکہ عالمین (صلوات اللہ علیہا) کا اور ان کی ذریت طاہرہ کا جو لوگوں پر حجت خدا ہیں ان کا حق ہے، خمس واجب ہے جو ان ذوات مقدسہ علیہم الصلوات والسلام کے ساتھ مخصوص ہے یہ جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں چونکہ ان پر صدقہ حرام قرار دیا گیا ہے حتی کہ اگر کوئی درزی ایک قمیض پانچ دانق کی اجرت میں سیتا ہے تو اس اجرت میں ایک دانق ہمارا حق ہے [دانق ایک سکہ تھا جو ایک درہم کا چھٹے حصہ یعنی تقریباً چار پیسے سے کچھ زیادہ کی قیمت کا تھا]۔‘‘

۱۶۔ جیسا کہ تفسیر برہان میں حکیم موذن بن عبس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا ھی واللہ الا فادۃ لیوماً بیومٍ، خدا کی قسم یہاں غنیمت سے مراد روزانہ ملنے والا فائدہ ہے۔

۱۷۔ اسی طرح سماعہ بن مہران نے حضرت امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا؛ "الخمس فی کل ما افاد الناس من قلیل او کثیر" خمس ہر اس چیز میں ہے جو لوگوں کو فائدہ دے چاہے وہ کم ہو یا زیادہ۔

امام جعفر صادقؑ کے زمانے میں خمس وصول کرنے والے کارندے

(The agents of collection of Khums in the era of Imam Jafar Sadiq (A.S)

امام جعفر صادقؑ نے خمس وصول کرنے کے لیے اپنے نمائندے مقرر کر رکھے تھے، جبکہ بعض افراد کا خیال ہے کہ خمس وصولی کے لیے عاملین مقرر نہیں کئے گئے۔ آپ ملاحظہ کریں کہ امام جعفر صادقؑ کے دور میں خمس کے عاملین مقرر تھے۔ ہم اس جگہ فقط چار افراد کا تذکرہ کرتے ہیں جنہیں امامؑ نے خصوصی طور پر خمس کی وصولی کے لیے مقرر فرمایا ہوا تھا:

- نصر بن قابوس اللخمی
- عبدالرحمٰن بن الحجاج
- حمران بن آعین جو زرارہ کے بھائی ہیں
- مفصل بن عمر والجعفی ہیں

ان کی ڈیوٹی ہوتی تھی کہ یہ حقوق شرعیہ وصول کرتے اور ساتھ ہی لوگوں سے خمس بھی وصول کرتے تھے اور اسے امامؑ تک پہنچاتے تھے۔ یہ چاروں شخصیات بہت ہی جلیل القدر ہیں جن کا تذکرہ فہرست نجاشی کے صفحہ ۳۰۱، رجال العلامہ ص ۱۷۵، الارشاد ص

۲۸۵، غیبت شیخ طوسی ۲۲۳، جامع الرواۃ ج۲، ص ۴۰۳، معجم الرجال الحدیث ج۱۹، رجال کشی جلد ۲، ص ۷۷۷ اور بحار کی جلد ۳۹ ص ۲۵ اور ارشاد کا صفحہ ۲۸۶ میں ہوا ہے۔

"الانوار البهیه" کے صفحہ ۸۵ میں درج ہے کہ خراسان سے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں خمس بھیجا جاتا تھا۔ ظاہر ہے یہ خمس ارباح مکاسب سے ہی بھیجا جاتا تھا وہاں کوئی جنگیں تو نہیں ہوتی تھیں کہ جنگی غنائم کا خمس بھیجا جا رہا ہو۔

امام موسیٰ کاظمؑ کا زمانہ اور خمس

(The time of Imam Musa Kazim (AS) and Khums)

امام موسیٰ کاظمؑ کے دور میں خمس کی وصولی کا سلسلہ کافی وسیع ہو چکا تھا اور آپؑ کے دروس کے متعلق بیان ہوں گے کہ اُن میں کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے تھے ان کے پاس تختیاں ہوتی تھیں اور آپ جو کچھ بیان کرتے تھے وہ اسے تحریر کرتے تھے آپؑ اپنے دروس میں خمس کے مسائل بھی بیان فرماتے تھے، اس فریضے کی وسعت اور اس کی وصولی کے بارے میں سختی اور اس کی تقسیم کی تفصیلات تک بیان کرتے تھے۔ یہ سب مطالب حدیثی کتابوں میں درج ہیں چنانچہ الکافی کی جلد ۳ ص ۵۷۱ اور وسائل کی جلد ۳ اور صفحہ ۵۰ پر بھی درج ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں لوگ جو بھی فائدہ حاصل کریں چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس میں خمس ہے۔

جب آپ کے پاس خمس کی آیت پڑھی جاتی تھی تو آپؑ فرماتے کہ جو حصہ اللہ کا ہے وہ حصہ اللہ کے رسول ﷺ کا ہے، اور جو حصہ اللہ کے رسولؐ کے لیے تھا وہ ہمارے لیے ہے اور پھر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کے لیے یہ آسانی کر دی ہے کہ اپنی روزی کے پانچ درہم میں ان سے پانچواں درہم وہ اپنے رب کے لیے قرار دیں اور چار کو وہ حلال سمجھ کر کھائیں اسی طرح خمس کی باقی تفصیلات بھی آپؑ کے دور میں بڑی واضح ہو کر سامنے آئیں۔

خمس وصول کرنے پر مامور افراد

۱۔ عبداللہ بن جندب

۲۔ یونس بن یعقوب بن قیس

۳۔ مفضل بن عمر

۴۔ عثمان بن عیسی

حضرت امام علی رضاؑ کا زمانہ اور خمس
(The time of Imam Ali Raza (AS) and Khums)

یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا کیونکہ خمس کے بارے میں خلفائے بنی عباس نے بھی کافی تبدیلیاں کیں اور اس فریضے کو کم کرنے کے لیے انہوں نے اپنا سازشی کردار جاری رکھا ہوا تھا اس کے باوجود آئمہؑ اپنے شیعوں کو خمس کی اہمیت سے آگاہ کرتے تھے اور خمس ادا کرنے کے بارے سختی بھی کرتے تھے۔جب خراسان سے ایک تاجر نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اسے خمس کی بابت مہلت دیں اور فی الحال اس کو خمس نہ دینے کی اجازت دے دیں توآپ نے اس کے جواب میں خمس کی ادائیگی کی تفصیلات اور خمس کے مصارف بیان کیے اور جس میں یہ جملہ بہت ہی اہم ہے کہ آپ نے لکھا" ان اداء الخمس مفتاح لرزقكم--- " کہ خمس ادا کرنا تمہاری روزی کی چابی ہے اور تمہارے گناہوں کی بخش کا ذریعہ ہے اور اس شخص کو خمس نہ دینے کی رخصت نہ دی بلکہ سختی سے کہا کہ، خمس بر وقت ادا کرے اور اس میں تاخیر نہ کرے۔

خمس کا آل محمد علیہم السلام کے لیے مخصوص ہونا
(Khums is special for the family of Hazrat Muhammad (P.B.U.H)

ایک طویل حدیث میں امام رضاؑ سے یہ بیان ہے:

واما منه فقول الله عزوجل واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی فقرن سهم ذی القربی مع سهمه و سهم الرسول الله (الی ان قال) فبدء بنفسه ثم برسوله ثم بذی القربی فكل ما كان من الفئی والغنيمة وغير ذلك مما رضيه بنفسه رضيه لهم (الی ان قال) واماقوله؛ واليتامى والمساكين ، فان اليتيم اذا انقطع يتمه خرج من الغنائم ولم يكن له فيها (منها) نصيب وكذلك المسلمين اذا انقطعت مسكنته لم يكن له نصيب من الغنم و لا يحل له أخذه و سهم ذی القربی قائم الی يوم القيمة فيهم الغنی والفقير لانی لا اجد اغنى من الله ولا من الرسول (الی ان قال) فلما جاء قصه الصدقة ، نزه نفسه و رسوله ونزه اهل بيته بانما الصدقات للفقراء والمساكين الاية؛ ثم قال فلما نزه نفسه عن الصدقه ونزه رسوله نزه اهل بيته حرم عليهم لان الصدقة محرمة على محمد وآله وهى اوساخ ايدى الناس لاتحل لهم لانهم طهروا من كل دنس ووسخ۔

امام رضاؑ نے فرمایا:

"آل محمدؐ کی آٹھویں فضیلت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ واعلموا انما غنمتم من شئ فان الله خمسه وللرسول ولذی القربی، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذوی القربی کے سہم کو اپنے سہم اور رسول اللہ کے سہم سے ملایا ہے (اس کے بعد فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے بات کو شروع کیا ہے اور پھر اپنے رسولؐ کا ذکر فرمایا ہے ان کے بعد ذوالقربی کو بیان کیا

ہے پس فیئ اور غنیمت وغیرہ (خمس) میں جس کو اپنے لیے پسند کیا ہے اسے ان کے لیے بھی پسند فرمایا ہے۔

(اس کے بعد فرمایا) بہر حال اللہ کا یہ قول "والیتامی والمساکین"، تو یتیم جب یتیمی سے نکل جائے گا تو اس کا حصہ غنائم سے (خمس سے) ختم ہو جائے گا اس طرح مسکین کی جب مسکنت (احتیاج) والا عنوان ختم ہو جائے گا تو اس کے لیے بھی غنائم (خمس) سے حصہ نہ رہے گا اور اس کے لیے اس (خمس) سے کچھ لینا جائز نہیں جبکہ ذوالقربی کا حصہ جو ہے وہ قیامت تک برقرار ہے ان میں جو غنی، مالدار یا فقیر ہیں یہ حصہ برقرار ہے کیونکہ اللہ اور اللہ کے رسول سے کوئی ایک بھی زیادہ مالدار اور غنی نہیں ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ نے غنیمت سے (خمس سے) اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند فرمایا ہے اسی کو بعینہٖ ذوالقربی کے لیے پسند فرمایا ہے اس طرح فیئ کے مال میں ہے کہ جس کو اپنے لیے اور اپنے رسولؐ کے لیے پسند فرمایا ہے اسے ذی القربی کے لیے پسند فرمایا ہے (اسکے بعد فرمایا) لیکن جب صدقہ (واجب زکوۃ) کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسولؐ کو اس سے دور اور پاک رکھا اور اہل بیتؑ سے بھی اسے دور اور پاک رکھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛"انما الصدقات للفقراء والمساکین"۔ آیت؛ پس جب اللہ تعالیٰ خود کو اور اپنے رسولؐ کو صدقہ (واجب زکوۃ) سے دور اور پاک رکھا ہے اسی طرح اس نے رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ کو بھی اس سے دور اور پاک رکھا ہے یہی نہیں بلکہ ان پر (زکوۃ کے استعمال کو) حرام قرار دیا ہے کیونکہ صدقہ (واجب زکوۃ) محمد وآل محمد علیہم السلام پر حرام ہے یہ (اموال) لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہیں جو ان کے لیے (اہل بیت) کے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے دنس (میل کچیل، گندگی) سے پاک ہیں۔[1]

1۔ التہذیب ج۴ص۱۶، الوسائل ج۶ص۳۴۸۔

خمس کی وصولی پر مامور افراد
(Persons responsible for collection of Khums)

۱۔ صفوان بن یحییٰ۔
۲۔ یونس بن عبدالرحمٰن۔
۳۔ محمد بن سنان۔
۴۔ عبداللہ بن جندب۔
۵۔ نصر بن قابوس اللخمی۔

امام محمد تقی الجواد کا زمانہ اور خمس کا فریضہ
(The era of Imam Muhammad Taqi Al-Jawad and the duty of Khums)

۱۔ امام جوادؑ نے بھی خمس کے فریضے کی اہمیت اپنے شیعوں پر واضح کی چنانچہ محمد حسن اشعری لکھتے ہیں کہ ہمارے بعض ساتھیوں نے ابو جعفر ثانی یعنی امام محمد تقیؑ کی طرف لکھا کہ آپ ہمیں خمس کے بارے میں لکھیں کیا انسان جو کچھ کماتا ہے اور حاصل کرتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہو یا بہت خمس اُس پر دینا واجب ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں! خمس دینا واجب ہے لیکن اخراجات نکالنے کے بعد۔[1]

۲۔ علی بن مہزیار سے روایت ہے راوی کہتا ہے ابو علی بن راشد نے مجھ سے یہ بات بیان کی کہ میں نے امام کی خدمت میں عرض کیا، آپ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے امر کو انجام دوں اور آپ کے حق کو وصول کروں تو میں نے آپ کے موالیوں سے یہ بات کہی تو ان میں سے بعض نے مجھ پر سوال کیا کہ ان کا کونسا حق ہے جس کا ہم سے مطالبہ کر رہے ہو تو امامؑ نے فرمایا: ان پر خمس دینا واجب ہے۔

---

[1] ۔ التھذیب ج۴ ص ۱۲۳، وسائل الشیعہ ج۶ ص ۳۴۸۔

راوی: میں نے سوال کیا کہ خمس کس چیز پر دینا واجب ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ان کے اموال سے تمام اثاثہ جات سے۔

راوی: تاجر پر بھی ہے اور صنعت کار پر بھی ہے؟

امامؑ نے فرمایا: ان کے اخراجات کے بعد جو مال بچ جائے اس پر خمس ہے۔

اس طرح آپؑ نے خمس وصول کرنے والے اپنے وکیل کو تحریر فرمایا: خمس تمام فوائد و منافع پر واجب ہے، خمس سے جو مال کسی کے پاس ہو وہ میرے وکیل کے پاس پہنچا دے۔آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن خمس نہ دینے والوں سے سخت بازپرس ہو گی۔[1]

خمس وصول کرنے پر مامور افراد

(Persons responsible for collection of Khums)

۱۔ زکریا بن آدم قمی
۲۔ علی بن مہزیار
۳۔ سعد بن سعد الاشعری القمی
۴۔ ابراہیم بن محمد الہمدانی
۵۔ عبدالعزیز بن الہردی
۶۔ صفوان بن یحییٰ
۷۔ یحییٰ بن ابی عمران الہمدانی

امام علی نقیؑ کا زمانہ اور خمس

(The time of Imam Naqvi and Khums)

امام علی نقیؑ سے تہذیب الاحکام میں ایک روایت نقل ہوئی ہے جس میں آپؑ سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی کی زمین سے ایک سو "کر" (کر، وزن کا پیمانہ ہے) گندم وصول ہوتی ہے۔ اس نے گندم کی زکوۃ (دسواں) دے دی ہے۔ زمین کاشتکاری کے لیے تیار کرنے اور فصل پر تیس کر اخراجات آئے، وہ بھی اس نے علیحدہ کر لیا ہے۔ باقی اس کے پاس ساٹھ کر بچے ہیں، یعنی یہ سمجھ لیں کہ سو من گندم ہوئی ہے دس من اس نے زکوۃ دی ہے، تیس من اس

---

[1] ۔ الوسائل ج۶ص۳۴۸،التھذیب ج۴،ص۱۴۱الکافی ج۱ص۴۶۰۔

کے اخراجات ہو گئے، بیس من اس کے پاس بچ گئی ہے اب وہ شخص مولاؑ سے سوال کرتا ہے کیا اس پر کوئی چیز واجب ہے یا اس پر کچھ نہیں ہے؟

امامؑ نے فرمایا اخراجات کے بعد جو کچھ اس کے پاس بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔ لہٰذا باقی بچے ہوئے مال سے خمس ادا کرنا ہوگا۔

حضرت ابوالحسن علی الہادیؑ سے سوال کیا گیا کہ ﴿واعلموا انما غنمتم من شئ فان فیه خمسه للرسول ولذی القربیٰ والیتامی والمساکین﴾ اس سے مراد کون ہیں؟ تو آپؑ نے فرمایا جو حصہ اللہ کے لیے ہے وہ رسول ﷺ کے لیے ہے اور رسول اللہ کا حصہ امام کے لیے ہے۔[1]

خمس وصول کرنے پر مامور افراد

(Persons responsible for collection of Khums)

۱۔ ایوب بن نوح بن دراج النخصی ۲۔ ابو علی بن راشد

۳۔ علی بن جعفر العمانی ۴۔ حسن بن راشد

۵۔ احمد بن محمد الکوفی ۶۔ عثمان بن سعید اللمری

حضرت امام حسن عسکریؑ کا زمانہ اور خمس

(The ear of Imam Hussan Askari (A.S) and Khums)

ریان بن صلت روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک خط میں امام حسن عسکریؑ سے اپنے اموال میں مالی واجبات کے متعلق سوال کیا اور لکھا کہ میرا ایک زمین کا ٹکڑا ہے جس سے میں نے غلہ حاصل کیا اور کچھ مچھلیاں میرے پاس ہیں کیونکہ میرا مچھلیوں کا کاروبار ہے، اس طرح کچھ گنے کے کھیت ہیں اور میں ان کو بیچتا ہوں اور کچھ سرکنڈے کے جنگلات ہیں میں انہیں بھی بیچتا ہوں ان سے آمدنی ہوتی ہے، مذکور چیزوں میں مجھ پر کیا کچھ دینا واجب ہے؟

---

[1] ۔ التھذیب ج۴ ص۱۲۶۔

قابل توجہ: اس روایت میں سوال کرنے والا شخص مختلف چیزوں کے بارے میں پوچھ رہا ہے، جن میں غلات، گنے کے کھیت، سرگنڈے، کیا چیزوں سے حاصل ہونے والی آمدنی پر خمس واجب ہے؟ جس کے جواب میں امامؑ نے لکھا: ان سب پر خمس دینا واجب ہے!

خمس وصول کرنے والے نمائندے

(Khums receiving representatives)

آپؑ نے مختلف علاقوں میں خمس کی وصولی کے لیے نمائندے مقرر کئے جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

- ابراہیمؒ بن عبدہ نیشاپوری
- ایوبؒ بن نوح
- احمدؒ بن اسحاق رازی
- احمد بن اسحٰق القمی
- جعفر بن سہیل
- جعفرؒ بن سہیل
- عثمانؒ بن سعید عمری

چونکہ اس دور میں شیعہ مختلف علاقوں میں پھیل چکے تھے اس لیے آپؑ نے متعدد افراد کو خمس کی وصولی کے لیے مقرر کیا ہوا تھا۔

حضرت امام زمانہ عج کی غیبت صغریٰ کا زمانہ اور خمس

(The time and Khums of Hazrat Imam Zamanah Aj's absence)

اپنے مال سے خمس نہ دینے والا جہنمی ہے۔ (امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف)

شیخ صدوق نے کمال الدین میں خمس کے بارے میں روایات بیان کی ہیں اور آپؑ سے جو توقیعات صادر ہوتی رہی ہیں ان سے خمس کی بڑی اہمیت ثابت ہوتی ہے۔ ان تحریروں میں آیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے مال سے کوئی چیز بھی تھوڑی

ہو یا بہت کوئی کھاجائے ہمیں اس کا خمس ادا نہ کرے تو گویا اس نے اپنے پیٹ میں آگ بھری ہے اور وہ جہنم میں جلے گا۔

محمد بن عثمان العمری نے امام کی خدمت میں کچھ سوال لکھ کر بھیجے جن کا جواب آپؑ کی طرف سے یوں آیا:

''بہر حال آپ نے جو یہ سوال کیا ہے کہ ہمارے اموال میں جو کسی کے پاس مال ہے اور وہ اسے اپنے لیےحلال قرار دیتا ہے اس کا کیا حکم ہے۔ تو وہ شخص جو ان اموال میں ہماری اجازت کے بغیر تصرف کرتا ہےتو واضح ہے ایسا کرنے والا شخص ملعون ہے اور ہم اس کے دشمن ہیں،، بتحقیق نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛ میری عترت کے لیےجو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اگر کوئی شخص اسے حلال قرار دے تو وہ شخص میری زبان پر اور ہر نبی کی زبان پر ملعون ہےاور جو ہمارے اوپر ظلم کرے وہ ان پر ظلم کرنے والوں میں سے ہے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"الالعنة الله علی الظالمین۔۔۔" کسی کو حق نہیں کہ وہ دوسرے کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے تو پھر یہ بات ہمارے مال کے بارے کیسے جائز ہو جائے گی؟جو شخص ہمارے امر کے بغیر کچھ اقدام کرے گا تو اس نے ہمارے مال کوحلال کردیا ہے جو اس پر حرام قرار دیا گیا تھا جو ہمارے مال سے کچھ کھا جاتا ہے بغیر اجازت کے تو اپنے شکم میں آگ بھرتا ہے، آگ میں جلے گا۔ اسی طرح فرمایاجوہمارے مال سے ایک درہم حلال سمجھ کر کھا جائے اس پر اللہ،اللہ کے فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہے۔''[1]

امام زمانہؑ کی غیبت صغریٰ میں خمس وصول کرنے والے افراد:

ا۔نائب اول ابو عمرو بن عثمان بن سعید العمری۔

---

[1] ۔کمال الدین ص۲۸۸،الوسائل ج۶،ص۳۷۷۔

۲۔ نائب دوم ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید العمری۔

۳۔ابو القاسم الحسین بن روح النوبختی۔

۴۔ابوالحسن علی بن محمد السمری۔

یہ حضرات حضرت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بالترتیب نُوّابِ اربعہ اور خصوصی سفراء تھے۔ پھر انہوں نے شیعوں کے تمام علاقوں میں اپنے نمائندے مقرر کئے ہوئے تھے کیونکہ یہ امامؑ کی غیبت کا زمانہ تھا، ہر شخص اپنے اپنے علاقے میں خمس وصول کرنے کا نمائندہ تھا اور وہ خمس وصول کرکے امامؑ کے نائب خاص کے پاس لے آتا تھا اور وہ اس مال کو امامؑ کے پاس پہنچاتے تھے۔ تاریخ غیبت صغریٰ میں ایسے واقعات کثیر تعداد میں موجود ہیں کہ کس طرح خمس امامؑ کے پاس پہنچایا جاتا تھا اور امامؑ کے دستور کے مطابق اسے خرچ کیا جاتا تھا۔[1]

[1]۔ الغیبۃ نعمانی، الغیبۃ للطوسی، کمال الدین للصدوق، الاحتجاج۔

پانچواں باب
(Chapter Five)

قرآن وسنت اور آئمہ اہل بیتؑ
کے بیانات کی روشنی میں
فریضۂ خمس کے موارد

(The cases of duty of Khums, in the light of the Quran, Sunnah and statements of Imams Ahl-al-Bayt (AS)

خمس کے موارد کا بیان

(Statement of cases of Khums)

جب یہ بات واضح ہو گئی کہ فریضہ زکوۃ کے علاوہ، اسلام کا ایک اہم مالی فریضہ خمس بھی ہے اور یہ بھی قرآن مجید کی آیت کریمہ اور احادیث نبویہ اور بیانات آئمہ طاہرین علیہم السلام سے واضح ہو گیا کہ انسان جو کچھ کماتا ہے اس سے اپنے ضروری اخراجات منہا کرنے کے بعد اس کے پاس جو کچھ بچ جاتا ہے اس پر خمس دینا واجب ہوتا ہے۔ ذیل میں ہر مورد کے متعلق احادیث اور بیانات آئمہ اہل بیتؑ نقل کر رہے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ خمس کے جو سات موارد ہیں وہ احادیث سے ثابت ہیں۔ پہلے ان موارد کے عناوین کو ذکر کرتے ہیں اور اس کے بعد ہر عنوان کے بارے منقول احادیث کو بیان کریں گے۔ پہلے ہم ان موارد کا ذکر کرتے ہیں جن پر خمس واجب ہے وہ امور بالترتیب سات ہیں، ان موارد میں سے ہر ایک کے لیے مستندات کا تذکرہ کرنے کے بعد ہم ہر عنوان کو علیحدہ باب میں قوانین کی صورت میں بیان کریں گے۔

خمس کے موارد:

(Cases of Khums)

۱۔ارباح مکاسب ۲۔معدنیات ۳۔خزانہ (کنز)

۴۔غوطہ خوری ۵۔مال حلال مخلوط بہ حرام

۶۔وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خرید تا ہے ۷۔مال غنیمت

فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کا چارٹ

(Chart of cases of Khums according to Imamiyyah jurists and Ahl-Sunnah jurists)

ذیل میں ایک چارٹ کے ذریعے فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت کے نزدیک خمس کے موارد کو بیان کیا گیا ہے تاکہ موارد خمس میں اختلافی نقطہ نظر کو آسانی سے سمجھا جاسکے:

نمبر شمار	موارد خمس	فقہاء اسلام کا مشترکہ قول	فقہاء امامیہ کا منفرد قول
۱	ارباح مکاسب (محنت، مزدوری، کسب وکار سے حاصل شدہ آمدن)		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۲	معدنیات		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۳	کنز یا خزانہ	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت میں مشترک مورد ہے کہ اس سے خمس دینا ہے	
۴	مال حلال جو حرام سے مخلوط ہوا ہو		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے
۵	جنگی غنائم	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت دونوں میں مشترک ہے کہ ان سے خمس دینا ہوتا ہے	
۶	غوص یا غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال	فقہاء امامیہ اور فقہاء اہل سنت میں مشترک ہے کہ اس مال سے خمس دینا ہوتا ہے	
۷	وہ زمین جو کافر ذمی مسلمان سے خریدے		صرف فقہ جعفری کے نزدیک خمس دینا ہوتا ہے

ارباح مکاسب میں وجوبِ خمس کے دلائل

(Arguments of obligatory Khums in Arbah Makasab)

تعریف: ارباح ''ربح'' کی جمع ہے، اس کا معنی منفعت ہے۔ فقہی اصطلاح میں سال بھر کے اخراجات کے بعد جو بچ جائے اسے ارباح (منافع) کہتے ہیں، جس کی تفصیل اس کتاب میں قوانین کے بیان میں آئے گی۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان

(The statement of Imams Ahl-el-Bayt (P.B.U.H)

۱۔عن علی بن مهزیار قال: قال لی أبو علی بن راشد: قلت له: أمرتنی بالقيام بأمرك وأخذ حقّك فأعلمت مواليك بذلك، فقال لی بعضهم: وأی شیء حقّه! فلم أدرِ ما أُجيبه فقال: يجب عليهم الخمس فقلت؛ ففی أیّ شیء! فقال: فی أمتعتهم و صنائعهم قلت: والتاجر عليه والصانع بيده! فقال: إذا أمكنهم بعد مؤنتهم۔[1]

ترجمہ: ''علی بن مہزیار ابو علی بن راشد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امام علی النقی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ: آپ نے مجھے احکامات کی تعمیل اور اپنے حقوق حاصل کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس میں نے آپ کے چاہنے والوں سے اس بات کا تذکرہ کیا تو ان میں سے بعض نے پوچھا کہ امام علیہ السلام نے کونسا حق لینے کی بات کی ہے؟ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس بات کے جواب میں کیا کہوں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: ان کے اوپر خمس واجب ہے، میں نے دریافت کیا کہ خمس کس چیز پر واجب ہے؟ امام نے فرمایا: ان کے اموال پر اور صنعت و حرفت پر، میں نے پھر پوچھا، اور وہ شخص جو ان اموال سے تجارت کرتا ہے یا ہنر مند

1۔ التھذیب ج، ۴ ص، ۱۲۳ ح، ۳۵۳؛ الاستبصار ج، ۲ ص، ۵۵ ح، ۱۸۲۔

ہے؟ امام نے فرمایا اگر ان کے اخراجات کے بعد جو ان کے پاس بچ جائے تو پھر اس پر خمس واجب ہے۔"

۲۔عن سماعة قال: سالت ابا الحسن علیه السلام عن الخمس؟ فقال: فی کلّ ما افاد الناس من قلیل او کثیر۔ [1]

ترجمہ: "سماعہ روایت کرتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے خمس کے بارے میں دریافت کیا توامام نے جواب میں فرمایا: خمس ہر اس چیز پر واجب ہے جو انسان کماتا ہے، چاہے کم ہو یا زیادہ۔"

۳۔عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن یزید قال: کتبت: جعلت لك الفداء تعلّمنی ما الفائدة وما حدّها رایك ابقاك الله ان تمنّ علیّ ببیان ذالك، لکی لا اکون مقیماً علیٰ حرام لا صلاة لی ولا صوم، فکتب علیه السلام: الفائدة مما یفید الیك فی تجارة من ربحها، وحرث بعد الغرام، او جائزة۔ [2]

ترجمہ: "احمد بن محمد بن عیسیٰ یزید سے روایت نقل کرتا ہے کہ انہوں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں مراسلہ لکھا: میں قربان جاؤں، فائدہ سے مراد کیا ہے اور اس کی حدود کیا ہیں یہ بیان فرما کر مجھ پر احسان کریں اللہ آپ کی عمر دراز کرے، تاکہ میں حرام میں مبتلا نہ ہو جاوں کہ میری نمازیں اور روزے کچھ نہ بچیں: امام علیہ السلام نے جواب میں لکھا: فائدہ سے مراد وہ چیز ہے جو تجارت میں منافع کی صورت میں، یا زراعت سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے، اخراجات منہا کرنے کے بعد اور وہ انعام یا ہدیہ جو انسان کو ملتا ہے۔"

1۔ الکافی ج ۱ ص ۵۴۵ ح ۱۱۔

2۔ الکافی ج ۱ ص ۵۴۵ ح ۱۲؛ وسائل الشیعہ ج ۹ ص ۵۰۳ ح ۷۔

۴۔عن ابی بصیر،عن ابی عبداللہ(علیہ السلام)قال: کتبت إلیه فی الرجل یهدی إلیه مولاه والمنقطع إلیه هدیّة تبلغ ألفی درهم أو أقلّ أو أکثر،هل علیه فیها الخمس! فکتب(علیہ السلام): الخمس فی ذلك،وعن الرجل یکون فی داره البستان فیه الفاکهة یأکله العیال إنّما یبیع منه الشیء بمائة درهم أوخمسین درهماً،هل علیه الخمس!فکتب:أمّا ما أُکل فلا،وأمّا البیع فنعم،هو کسائر الضیاع۔ [1]

ترجمہ: ''ابو بصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ میں نے امام کو اس شخص کے بارے میں لکھا جس کو اپنے آقا کی جانب سے بطور ہدیہ دو ہزار درہم اس سے کم یا اس سے زیادہ مالیت کی چیز ملتی ہے کیا اس شخص پر اس ہدیہ کا خمس واجب ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اس پر خمس ہے، پھر میں نے اس شخص کے بارے میں لکھا کہ جس کے گھر میں باغ ہے جہاں پھل لگتے ہیں اس کے گھر والے اس میں سے پھل کھاتے ہیں لیکن وہ شخص اس کا کچھ حصہ سو درھم یا پچاس درھم میں بیچ دیتا ہے کیا اس پر خمس ہے؟ امام نے فرمایا: جتنی مقدار میں پھل گھر والوں نے کھائے ہیں ان پر خمس نہیں ہے لیکن جو بیچا گیا ہے اس پر خمس ہے کیونکہ اس کا حکم دیگر زمینوں کی طرح ہے۔''

۵۔عن علی بن مهزیار،فإن فیها:((فأما الغنائم و الفوائد فهی واجبة علیهم فی کل عام قال الله تعالی:[واعلموا۔۔۔]الآیة۔إلی أن قال(علیہ السلام): ((والغنائم والفوائد یرحمك الله فهی الغنیمة یغنمها المرء والفائدة یفیدها والجائزة من الإنسان للإنسان التی لها خطر والمیراث الذی لایحتسب من غیر أب ولا ابن۔

ترجمہ: ''علی بن مهزیار نقل کرتا ہے کہ بے شک غنائم پر خمس ہے، غنائم اور فوائد پر خمس ہر سال واجب ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اور جان لو۔۔۔'' الآیہ۔ یہاں تک کہ آپ علیہ

1۔ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۴ ح، ۱۰۔

السلام نے فرمایا" غنائم اور فوائد سے مراد اللہ آپ پر رحم فرمائے، وہ کمائی ہے جو انسان حاصل کرتا ہے اور وہ فائدہ جو انسان کو حاصل ہوتا ہے، کوئی بھی انعام یا تحفہ جو کسی اور کی جانب سے ملتا ہے جس کی کوئی قیمت ہوتی ہے یا ایسی میراث باپ کی جانب سے یا بیٹے کی طرف سے نہ ہو حاصل ہو جائے یہ سب غنیمت اور فوائد کی اقسام ہیں۔ "

٦۔عن حکیم فی تفسیر قول اللہ تعالی:[واعلموا۔۔۔] الآیة،إلی أن قال: ''ھی واللہ الإفادة یوماً بیوم،إلاّ أن أبی جعل شیعة فی حلّ لیزکوا''

ترجمہ: "حکیم نے اللہ تعالیٰ کے اس قول [واعلموا۔۔۔] الآیۃ۔ سے متعلق نقل کیا ہے کہ معصومؑ نے فرمایا" غنیمت سے مراد اللہ کی قسم روزانہ کی بنیاد پر حاصل ہونے والا فائدہ ہے مگر یہ کہ میرے والد بزرگوار نے اپنے چاہنے والوں کے لیے اس کو حلال قرار دیا ہے تاکہ ان کا تزکیۂ نفس ہوسکے۔"

آئمہ اہل البیتؑ نے اپنے شیعوں کو یہ سفارش کی ہے کہ وہ سال بھر کے اخراجات سے بچ جانے والی آمدنی کا خمس ادا کریں۔

٧۔''ماعن الفقہ الرضوی من أن ((کل ما أفادہ الناس فھوغنیمة''

ترجمہ: "فقہ رضوی میں منقول ہے کہ معصومؑ نے فرمایا: لوگوں کو جس کام میں بھی کوئی نفع یا فائدہ حاصل ہو جائے وہ سب غنیمت ہے۔"

معدنیات پر خمس واجب ہونے کے دلائل
(Arguments for khums being incumbent on minerals)

تعریف: معدن مفعل کے وزن پر ہے جو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کی اصل اور جڑ ہو پھر یہ لفظ پتھر، چٹان اور ایسی چیزوں پر بھی بولا گیا جو فائدہ مند ہوں اور زمین کے اندر سے نکلیں؛ معدن دھات کے معنی میں بھی ہے۔

نبی اکرمؐ نے معدنیات میں خمس کے بارے میں فرمایا:

سرداران عباہلہ کے نام پیغمبر اکرم ﷺ کا خط

(The letter of the Holy Prophet (P.B.U.H) to the chieftains of Abahala)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم؛من محمد رسول اللہ الی الاقیال العباھلة والازواع المشابب فی التیعة شاة لا مقورة الالیاط والاضناك وانطوا الثبجة وفی السیوب الخمس ومن زنیٰ مم بکرٍ فاصقعوہ مائةً واستوفضوہ عاماً ومن زنی مم ثیب فضرجوہ بالاضامیم ولا توصیم فی الدین ولا غمة فی فرائض اللہ تعالیٰ وکل مسکر حرام ووائل ابن حجرٍیترفل علی الاقیال۔

"اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں

(یہ خط ہے) اللہ کے رسول محمدؐ کی جانب سے سرداران عباہلہ اور نیک دل شرفاء کے نام (چالیس بکریوں) کے گلے کے لیے ایک بکری (زکاۃ مقرر کی جاتی ہے) اور وہ بکری نہ تو کمزور ہو اور نہ بہت موٹی، بلکہ متوسط درجے کی ہو۔غنیمت و معاون کی آمدنی پر خمس (پانچواں حصہ) دینا ہوگا اور جو شخص کنواری لڑکی سے زنا کرے اس کو سو درے لگاؤ اور جو شادی شدہ عورت سے زنا کرے اسے سنگسار کرو۔احکام دین کی تعمیل میں شرم و عار نہیں ہونا چاہیے،واجبات خداوندی کی تکمیل میں اخفاو رعایت ناجائز ہے ہر نشہ آور شے حرام ہے (اور آگاہ ہو کہ) ہم نے وائل بن حجر کو سرداران یمن پر حاکم بنایا ہے۔"[1]

1۔ نہج الفصاحت (اردو ترجمہ)

آئمہ اہل البیتؑ کے بیانات میں معدنیات پر خمس کا وجوب

۱۔عن محمد بن مسلم عن ابی جعفر علیہ السلام قال: سالتہ عن معادن الذھب والفضۃ والصفر والحدید والرصاص؟ فقال علیھا الخمس جمیعاً۔[1]

ترجمہ: "محمد بن مسلم روایت نقل کرتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے معدنیات میں سے سونا، چاندی۔۔۔ لوہا اور تانبے کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ علیہ السلام نے فرمایا! ان سب پر خمس ہے۔"

عن محمد بن مسلم قال سألت اباجعفر(علیہ السلام)عن الملاّ حۃ؛فقال: (وما الملاحۃ) فقال: أرض سبخۃ مالحۃ یجتمع فیہ الماء فیصیر ملحاً، فقال: ھذا المعدن فیہ الخمس فقلت: والکبریت والنفط یخرج من الأرض،قال فقال: ھذا وأشباھہ فیہ الخمس۔[2]

ترجمہ: "محمد بن مسلم روایت کرتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "ملّاحہ" کا حکم دریافت کیا توآپؑ نے فرمایا ملّاحہ سے کیا مراد ہے؟میں نے عرض کیا ایسی شور زدہ زمین جس میں نمک کے ذرات ہوتے ہیں، وہاں پر پانی جمع ہو جاتا ہے اور وہ زمین نمک زار بن جاتی ہے۔"

امام نے فرمایا: یہ معدنیات میں سے ہے اس پر خمس ہے۔

میں نے گندھک اور تیل کے بارے میں پوچھا جو زمین سے نکلتا ہے توامام علیہ السلام نے فرمایا: یہ اور اس طرح کی دیگر چیزوں پر خمس واجب ہے۔

1۔ التھذیب ج، ۴ ص، ۱۲۲ ح، ۳۴۵۔

2۔ التھذیب ج، ۴ ص، ۱۲۲ ح، ۳۴۹؛ من لا یحضرہ الفقیہ ج، ۲ ص، ۲۱ ح، ۷۶۔

۲۔ عن البزنطی عن ابی الحسن علیہ السلام عما اخرج المعدن من قلیل او کثیر هل فیه شیء؟ قال: لیس فیه شیء حتیٰ یبلغ ما یکون فی مثله الزکاة عشرین دینارا۔[1]

ترجمہ: ”بزنطی امام رضا علیہ السلام سے نقل کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام سے معدن کے بارے میں دریافت کیا گیا کم ہو یا زیادہ تو اس کا حکم کیا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کی مقدار اتنی ہو جس پر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو خمس ہے یعنی بیس دینار کی مالیت کے برابر ہو تو خمس واجب ہے۔“

۳۔عن الحلبی فی حدیث قال سألت أبا عبداللہ(علیہ السلام)۔۔وعن المعادن کم فیها! قال: ''الخمس''

ترجمہ: ”حلبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے معادن سے متعلق دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا: معادن پر خمس ہے۔“

کنز (خزانہ) پر خمس کے وجوب کے دلائل

(Arguments for the Obligation of Khums on the Treasure)

تعریف: کنوز، کنز کی جمع ہے جو خزانہ کے معنی میں ہے۔ سونے کو بھی کنز بولا جاتا ہے۔

رکاز: زمین کے اندر پیدا ہونے والی کچی دھات، خزانہ، دفن کیے ہوئے جواہرات، دفن شدہ مال کو رکاز کہا جاتا ہے چاہے آدمی نے خود دفن کیا ہو جیسے کنز/خزانہ، یا اللہ کی طرف سے پوشیدہ مال جو زمین میں رکھا گیا ہے جیسے معدن۔

1۔ التھذیب ج، ۴ ص، ۱۳۸ ح، ۳۹۱؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۴ ح، ۱۔

رکاز کا معنی (معادن):
(Meaning of minerals)

مفسرین اور فقہاء نے رکاز سے معادن مراد لیا ہے بعض کے نزدیک رکاز سے خمس لینا رائج نہ تھا جبکہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت علیؑ کو یمن کی طرف عامل بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے رکاز سمیت تمام موارد سے خمس لینے کا حکم دیا۔

واضح رہے رکاز کا لفظ احادیث میں خزانہ اور معدن دونوں کے لیے استعمال ہوا ہے۔اور دونوں پر خمس دینا واجب ہے شرط یہ ہے کہ وہ مال، شرعی حد نصاب تک پہنچ جائے۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان
(The statement of Imams Ahl-ul-Bayt (PBUH))

۱۔عن البزنطی،عن أبی الحسن الرضا(علیه السلام)،قال: سألته عمّا یجب فیه الخمس من الکنز! فقال علیه السلام: مایجب الزکاة فی مثله ففیه الخمس۔[1]

ترجمہ: "بزنطی نقل فرماتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے کنز (دفینہ) کے بارے میں سوال کیا کہ اس کی کتنی مقدار پر خمس واجب ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا جتنی مقدار زکوۃ واجب ہوتی ہے اتنی مقدار پر خمس واجب ہے۔

۲۔عن أبی الحسن الرضا(علیه السلام)قال: سُئل الرضا علیه السلام عن مقدار الکنز الّذی یجب فیه الخمس! فقال: ما یجب فیه الزکاة من ذلك ففیه الخمس،وما لم یبلغ حدّ مایجب فیه الزکاة فلا خمس فیه۔

1۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۲ ص، ۲۱ ح، ۷۵؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۵ ح، ۲۔

ترجمہ: ''امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ دفینہ کس مقدار میں ہو تو اس پر خمس واجب ہے؟''

امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ''اگر اس کی مقدار نصابِ زکوۃ کے برابر ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔ اگر زکوۃ کے نصاب تک نہ پہنچے تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔''

۳۔جاء عن علیؑ أنّ رجلاً دفع الیه مالاً أصابه من دفن الأوّلین، فقال: لنا فیه الخمس،فهوعلیك ردّ۔[1]

ترجمہ: ''ایک شخص امام علیؑ کے پاس ایسا مال لے کر آیا جسے سابقہ لوگوں نے زمین میں دفن کیا ہوا تھا۔ اس نے وہ مال امامؑ کی خدمت میں پیش کیا، پس امامؑ نے وہ مال اس سے لے کر فرمایا کہ ہمارے لیے اس مال میں خمس ہے اور باقی مال آپ کو پلٹا یا جائے گا۔''

غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال پر خمس کے وجوب کے دلائل

(Arguments for the obligation of Khums on legal property mixed with illegal property)

تعریف: ''غوص'' لغت میں گہرے اور غوطہ لگانے کو کہتے ہیں۔ فقہی اصطلاح میں غوطہ لگا کر گہرے پانی سے موتی، جواہرات اور ان جیسی چیزیں نکالنے کو غوص کہا جاتا ہے۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان

(The statement of Imams Ahl-ul-Bayt (PBUH)

۱۔عن محمد بن علی بن ابی عبداللہ عن ابی الحسن علیه السلام قال: سالته عمّا یخرج من البحر من اللؤلؤ والیاقوت والزبرجد، وعن معادن الذهب والفضة ، هل فیها زکاة؟ فقال: اذا بلغ قیمته دیناراً ففیه الخمس۔[2]

1۔ دعائم الاسلام ج۲، ص ۳۹۴؛ مستدرک الوسائل ج۷، ص ۲۸۲ ح ۸۲۳۰۔

2۔ التہذیب ج، ۴ ص، ۱۲۴ ح، ۳۵۶؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۳ ح، ۵۔

ترجمہ: ''محمد بن علی بن ابا عبداللہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ: میں نے امام علیہ السلام سے سمندر سے نکلنے والے موتی، یاقوت، زبرجد، سونا اور چاندی کے کانوں سے متعلق دریافت کیا کہ کیا ان اشیاء پر زکوۃ واجب ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اگر دریا سے نکالی جانے والی چیز کی قیمت ایک دینار کے برابر ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔''

۲۔ سئل ابو عبداللہ علیہ السلام عن سفینۃ انکسرت فی البحر فاخرج بعضھا بالغوص واخرج البحر بعض ما غرق فیھا فقال: امّا ما اخرجہ البحر فھو لاھلہ، اللہ اخرجہ، وامّا ما اخرج بالغوص فھولھم وھم احق بہ۔ [1]

ترجمہ: ''امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک ایسی کشتی کے متعلق پوچھا گیا جو دریا میں ٹوٹ کر غرق ہو گئی تھی، اس کا کچھ حصہ غوطہ خوروں نے نکالا اور کچھ کو دریا نے خود ساحل پر پھینک دیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا: جس حصے کو دریا نے باہر نکال دیا ہے وہ ان کے مالکوں کا حق ہے کیونکہ خدا نے خود اس چیز کو ساحل تک پہنچایا ہے، لیکن جس حصے کو غوطہ خوروں نے نکالا ہے وہ ان کے لیے ہے وہ اس پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

وضاحت: یہ ایسی کشتی کے بارے میں ہے جسے غرق ہونے کے بعد مالکوں نے نکالنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے ہوئے چھوڑ دیا ہو۔ اس پر خمس نہیں ہے۔ اس میں موتی جواہرات وغیرہ کا تذکرہ نہیں فقط کشتی کا بیان ہے البتہ یہ نکالا ہوا مال اس کی آمدنی میں شامل ہوگا اس کے منافع پر اپنی ضروریات نکالنے کے بعد خمس ہوگا۔

1۔ التھذیب ج، ۶ ص، ۲۹۵ ح، ۸۲۲۔

حرام مال سے مخلوط، حلال مال پر خمس کے وجوب کے دلائل

(Arguments for the obligation of Khums on legal property mixed with illegal property)

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان

(The statement of Imams Ahl-ul-Bayt (PBUH))

۱۔عن الحسن بن زیادعن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: انّ رجلاً اتیٰ امیر المومنین علیہ السلام، فقال یا امیرالمومنین انّی اصبت مالاً لا اعرف حلالہ من حرامہ، فقال لہ: اخرج الخمس من ذالک المال، فانّ اللہ-عزّوجلّ- قد رضی من المال بالخمس، واجتنب ما کان صاحبہ یعلم۔[1]

ترجمہ: ”حسن بن زیاد امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ایک شخص نے امیر المومنین علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین مجھے ایسا مال ملا ہے جس میں سے حلال اور حرام کی مقدار مجھے معلوم نہیں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اس مال کا خمس ادا کرو، بتحقیق اللہ عز وجل خمس دیئے ہوئے مال سے راضی ہے۔ ہاں اگر اس مال کا مالک معلوم ہو تو پھر اس مال سے اجتناب کرو۔“

۲۔عن الحسن بن محبوب قال: سمعت اباعبداللہ علیہ السلام یقول: فیما یخرج من المعادن والبحر والغنیمۃ والحلال المختلط بالحرام اذا لم یعرف صاحبہ والکنوز الخمس۔[2]

ترجمہ: ”حسن بن محبوب نے روایت کی ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ فرماتے تھے معدنیات، دریا سے نکالی جانے والی چیزوں

1۔ التہذیب ج، ۴ ص، ۱۲۴ ح، ۳۵۸؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۵ ح، ۱۔

2۔ الخصال ص، ۲۹۰ ح، ۵۱؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۹۴ ح، ۷۔

اور انسان کی حاصل کردہ آمدنی نیز وہ حلال مال جو حرام کے ساتھ مخلوط ہو چکا ہو اور اس کا مالک معلوم نہ ہو اسی طرح سے جو کنز انسان کو ملتا ہے ان سب پر خمس واجب ہے، اس حدیث میں حرام مال سے مخلوط شدہ حلال مال پر بھی خمس قرار دیا گیا ہے۔"

۳۔جاء رجل الی امیر المؤمنینؑ فقال؛ یا امیر المومنین أصبت مالاً أغمضت فیه أفلی توبة؟قالائتنی بخمسه، فاتاه بخمسه،فقال؛ هولك انّ الرجل اذا تاب تاب ماله معه۔[1]

ترجمہ: "ایک آدمی امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور کہا یا امیر المومنینؑ ! مجھے ایسا مال ملا ہے جس کے حلال و حرام کا مجھے پتہ نہیں ہے کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟"
امامؑ نے فرمایا: "میرے پاس اس مال کا خمس لے آؤ پس وہ شخص مال کا پانچواں حصہ لے آیا امامؑ نے فرمایا باقی آپ کے لیے ہے۔بے شک جب انسان توبہ کرتا ہے تو اسکا مال پاک ہو جاتا ہے۔"

۴۔روی السکونی، عن ابی عبداللهؑ،عن ابیه، عن آبائهؑ، قال؛اتی رجل علیاًؑ فقال؛ انی کسبت مالاً أغمضت فی طلبه حلالاً وحراماً، فقد أردت التوبة ولا أدری الحلال منه ولا الحرام فقداختلط علی،فقال علیؑ؛اخرج خمس مالك فانّ الله عزوجل قد رضی من الانسان بالخمس، وسائرالمال کلّه لك حلال۔[2]

ترجمہ: "سکونی امام جعفر صادقؑ سے اور امامؑ اپنے آباؤاجداد سے نقل کرتے ہیں کہ امام علیؑ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا میرے پاس ایسا مال ہے جس میں حلال و حرام مخلوط

1۔ من لا یحضر الفقیہ ج۲، ص ۴۳،ح۱۶۵۵؛ وسائل الشیعہ جلد۶، ص ۳۵۳۔
2۔ من لا یحضر الفقیہ ج۲، ص۱۸۹ ح ۱۳۷۳؛ المحاسن ج۲، ص۴۰،ح۱۳۰؛ البحار ج۹۶، ص۱۹۱؛ احیاء الاحیاء ج۳، ص۲۴۲۔

ہیں ، اب میں چاہتا ہوں کہ توبہ کروں لیکن حلال اور حرام کی مقدار نہیں جانتا۔امامؑ نے فرمایا اپنے مال کا خمس دے دو، بے شک خمس کے ذریعے اللہ انسان سے راضی ہو جاتا ہے اور باقی ماندہ مال اس کے لیے حلال ہو جاتا ہے۔"

قانون: اگر حرام مال سے مخلوط شدہ حلال مال کی تشخیص ممکن نہ ہو کہ حلال کتنا ہے اور حرام کتنا ہے تو اس مال کا خمس ادا کرنے سے وہ مال حلال ہوگا۔

جنگی غنائم سے خمس کے وجوب کا ثبوت
(Proof of the obligation of Khums from booty of war)

تعریف: لغت میں بغیر محنت و مشقت کے حاصل شدہ مال، جنگ میں حاصل شدہ مال، کسب و کمائی سے حاصل شدہ مال کو غنیمت کہا جاتا ہے۔ اور شرعی اصطلاح میں حضور پاک ﷺ یا امام معصومؑ کی اجازت سے لڑی گئی جنگ میں حاصل ہونے والے مال کو غنیمت کہا جاتا ہے۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان
(The statement of Imams Ahl-ul-Bayt (PBUH))

۱۔عن أبي بصير،عن أبي جعفر(عليه السلام): كل شيء قوتل عليه على شهادة أن لاإله إلاّ الله تعالى وأن محمداً رسول الله فإن لنا خمسه،ولايحلّ لأحد أن يشتري من الخمس شيئاًحتى يصل إليناحقّنا۔[1]

ترجمہ: ابو بصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ہر وہ چیز جو لا الہ الاّ اللہ اور محمد رسول اللہ کے اثبات کے لیے قتال کے میں ہاتھ

1۔ الکافی ج۱ص، ۵۴۵ ح، ۱۴؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۴۸۷ ح، ۵۔

آئے اس پر ہمارے لیے خمس ہے، اور کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ اس میں سے کچھ خریدے جب تک کہ ہمارا حق ہم تک نہ پہنچائے۔

۲۔عن بعض اصحاب ابی عبداللہ عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی السبی یاخذ العدو من المسلمین فی القتال من اولاد المسلمین او ممالیکھم فیحوزونہ، ثم انّ المسلمین بعد قاتلوھم فظفروا بھم و سبوھم و اخذو ا منھم ما اخذوا من ممالیک المسلمین و اولادھم الذین کانوا اخذوھم من المسلمین، کیف یصنع بما کانوا اخذوہ من اولاد المسلمین و ممالیکھم؟ قل: فقال: امّا اولاد المسلمین فلایقامون فی سھام المسلمین، ولکن یردون الی ابیھم و اخیھم و الی ولیھم بشھود، و امّا الممالیک فانھم یقامون فی سھام المسلمین فیباعون و تعطی موالیھم قیمۃ اثمانھم من بیت مال المسلمین۔[1]

ترجمہ: ”امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعض اصحاب آپؑ سے روایت کرتے ہیں کہ امامؑ سے مسلمانوں کے ان قیدی بچوں اور غلاموں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جن کو کفار نے جنگ کے دوران مسلمانوں سے لے لیا تھا اور اسیر بنایا تھا، پھر مسلمان جنگ جیت جاتے ہیں اور وہ دوبارہ ان اسیر بچوں اور غلاموں کو کفار سے واپس لینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: جہاں تک مسلمانوں کی اولاد کا تعلق ہے کہ جن کو اسیر بنایا گیا تھا انہیں گواہوں کی موجودگی میں ان کے باپ، بھائی یا سرپرست کے سپرد کیا جائے گا، وہ مال غنیمت کا حصہ نہیں ہوں گے، لیکن جہاں تک غلاموں کا تعلق ہے انہیں مال غنیمت میں شمار کرکے بیچا جائے گا، لیکن ان کے مالکوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے ان کی قیمت ادا کی جائیگی۔“

1۔ الکافی ج، ۵ ص، ۴۲ ح، ا؛ التھذیب ج، ۶ ص، ۱۵۹ ح، ۲۸۷۔

۳۔ومنها: رواية حفص البختري عن ابي عبدالله (عليه السلام) قال: ''خذ مال الناصب حيثما وجدته وادفع إلينا الخمس''

ترجمہ: ''حفص بختری امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ناصبی کا مال جہاں سے ملے لے لو اور اس کا خمس ہمیں دے دو۔''

ناصبی سے مراد

اس جگہ ناصبی کا لغوی معنی مراد ہے اصطلاحی نہیں، یعنی ایسا کافر جو مسلمانوں سے جنگ کرے اس کا مال حلال ہے اس مال سے خمس دینا ہے۔

۴۔نقل في الوافي أنه قال: أريد بالناصب الكافر الناصب للحرب مع المسلمين دون ناصب العداوة لأهل البيت (عليهم السلام) للاتفاق على عصمة مظهر شهادتين۔

ترجمہ: ''وافی میں نقل ہوا ہے کہ مذکورہ بالا حدیث میں ناصب سے مراد وہ کافر ہیں جو مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں نہ کہ وہ ناصبی جو اہل البیت علیہم السلام سے عداوت رکھتے ہیں کیونکہ شہادتین کا اقرار کرنے والے کا خون اور مال محترم ہیں۔''

کافر ذمی کی مسلمان سے خریدی گئی زمین پر خمس کے وجوب کے دلائل
(Arguments on the obligation of khums on the land bought by a disbeliever dhimmi from a Muslim)

تعریف: کافر ذمی ایسے کافر کو کہا جاتا ہے جو مسلمانوں کی سرزمین میں جزیہ دے کر اسلامی قوانین کی پابندی کے ساتھ زندگی گزار رہا ہو۔

آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان

۱۔عن ابی عبیدۃ الحذاء قال: سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول: ایما ذمی اشتریٰ من مسلم ارضاًفانّ علیه الخمس۔ [1]

ترجمہ: ''ابو عبیدہ الحذاء روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: اگر کوئی کافر ذمی مسلمان سے زمین خریدے تو اس کافر ذمی پر اس زمین کا خمس واجب ہے۔''

۲۔الطوسی باسنادہ، عن علی بن الحسن بن فضّال، عن حریز، عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال؛ سمعته یقول، رُفع الی امیر الومنین رجل مؤمن اشتریٰ أرضاً من اراضی الخراج، فقال امیر الومنین؛ له مالنا وعلیه ماعلینا۔ مسلماً کان أو کافراً، له ما لأهل الله وعلیه ماعلیهم۔ [2]

ترجمہ: ''الطوسی اپنی اسناد سے، علی بن الحسن بن فضال سے، اس نے حریز سے، اس نے ابوعبداللہؑ سے راویت کی ہے کہ امامؑ نے فرمایا: امیر المومنینؑ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جو مومن تھا، اس نے خراج والی زمینوں سے زمین خریدی تھی تو امیر المومنینؑ نے فرمایا؛ اس کے لیے وہ ہے جو ہمارے لیے ہے اور اس کے خلاف وہ ہے جو ہمارے خلاف ہے۔ مسلمان ہو یا کافر اس کے لیے وہ ہے جو اہل اللہ کے لیے ہے اور ان پر وہ دینا واجب ہے جو ان پر ہے۔''

1۔ التھذیب ج، ۴ ص، ۱۳۹ ح، ۳۹۳؛ وسائل الشیعہ ج، ۹ ص، ۵۰۵ ح، ۱۔

2۔ تہذیب الاحکام جلد ۴، ص ۱۴۷، وسائل الشیعۃ جلد ۱۱، ص ۱۱۹۔

چھٹا باب
(Chapter Six)

"ارباح مکاسب" خمس کے قوانین

(Laws of Khumsof Arbaah Makasab)

کاروباری منافع/حاصل شدہ منافع

ہم نے پچھلے ابواب میں قرآنی آیات، احادیث نبویہ، اور بیانات آئمہ اہل بیتؑ کی رو سے اسلام کے اہم مالی فریضہ خمس کے بارے میں سیر حاصل بحث حاصل کی ہے اب ہم خمس کے متعلق اسلامی ''قوانین'' کا بیان شروع کر رہے ہیں۔اس میں خمس کے موارد کے متعلق مسائل اور شرعی احکام کو قوانین کی صورت میں بیان کیا جائے گا۔ کیونکہ سب سے زیادہ جزئیات اور احکام ارباح مکاسب (مالی منافع) کے بارے میں ہیں اس لیےان کو پہلے بیان کیا گیا ہےاور باقی موارد کے بارے میں قوانین کو بقیہ ابواب میں لکھا گیا ہے۔

یہ تمام قوانین موجودہ اور سابقہ تمام مراجع تقلید کے خمس کے بارے میں بیان کئے گئے مسائل ہی ہیں جنہیں قوانین کی شکل میں لکھا گیا ہے۔ہمارے فقہا نے ان تمام قوانین کو قرآنی آیات، احادیث نبویہ اور بیانات آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے استفادہ کرتے ہوئے فقہی احکام کے استنباط کے لیے طے شدہ اصول و قواعد کی روشنی میں بیان کیا ہے اور ان قوانین کے لیے تفصیلی دلائل دیئے ہیں۔ ان قوانین سے متعلق تفصیلی دلائل کو خمس کے احکام کے بارے میں لکھی گئی مجتہدین، شیعہ فقہاء کی تفصیلی فقہی کتب میں دیکھا جا سکتا ہے۔ ہم نے طوالت سے بچنے کے لیے شیعہ فقہاء اور مجتہدین کے ان قوانین کے بارے میں تفصیلی دلائل کو درج کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ مراجع تقلید نے اپنے مقلدین کے لیے روزمرہ زندگی کے مسائل کو کتب میں تحریر کیا ہے۔ ہم نے ان میں درج شدہ مسائل کو قوانین کی شکل میں بیان کیا ہے، ہم نے اس کتاب میں بیان شدہ قوانین کو حضرت آیت اللہ العظمیٰ رہبر معظم السید علی خامنہ ای کی کتاب استفتاءات، امام خمینیؒ کی تحریر الوسیلہ اور دیگر مراجع تقلید کی کتابوں سے لیا ہے، جیسے توضیح المسائل، منہاج الصالحین وغیرہ۔

ارباح مکاسب کی تعریف اور ان پر خمس کا حکم

(Definition of Arbah Makasib and the order of Khums on them)

ارباح، ربح کی جمع ہے جو منافع اور فوائد کے معنی میں ہے۔انسان جو کچھ کماتاہےاورجس پر کمائی، کسب و کار کا عنوان صادق آتا ہے وہ سب ارباح مکاسب (کاروباری منافع) کے تحت آتے ہیں۔

قانون: بالغ، عاقل اور بااختیار مکلّف، تجارت، زراعت، صنعت و حرفت سے جو کچھ کمائے گا سال بھر کے ضروری اخراجات منہا کرنے کے بعد اس کے پاس جو بچت ہو اس کا پانچواں حصہ دیناواجب ہے۔

تشریح: مکتب اہلبیتؑ میں غنیمت کا معنی وسیع تر ہے؛ انسان جو کچھ مالی فائدہ حاصل کرتا ہے چاہے تجارت سے، صنعت سے، زراعت سے ہو یا وہ شخص کسی بھی شریعت میں جائز کمائی کے طریقے سے فائدہ حاصل کرتا ہے اسے غنیمت شمار کیا جاتا ہے۔

خمسی سال مقرر کرنا

تشریح: خُمسی سال سے مراد وہ تاریخ ہے جسے مکلّف خمس کا حساب کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے کیونکہ ہر مکلّف پر فرض ہے کہ وہ جیسے ہی کچھ کمانا شروع کرے تووہ اپنے لیے خمسی سال مقرر کر دے۔ اگر وہ ملازمت پیشہ ہے تو جس دن اسے پہلی تنخواہ ملے گی وہ تاریخ اس کے خمسی سال کاآغاز شمار ہوگی۔اور جس کاکاروبار ہے توکاروبار کے آغاز کادن اس کے خمسی سال کاآغاز شمار ہوگااور جوزراعت اور کھیتی باڑی، باغبانی، والا شخص ہے تو وہ جس دن فصل اٹھاتا ہے تو وہی دن اس کے خمسی سال کاآغاز ہوگا اسی ترتیب سے مکلّف اپنے لیے خمسی سال کا تقرر کرسکتا ہے۔

خمسی سال کی کیفیت:
(Condition of Khamsi year)

خمسی سال کے لیے قمری، شمسی، میلادی، ہندی یا کسی دوسری تاریخ کو خمس نکالنے کے لیے مقرر کیا جاسکتا ہے۔

ضمن: جس نے اپنا خمسی سال مقرر کر دیا ہے تو سال کے شروع اور اختتام کے درمیان کی مدت میں جو کچھ انسان اپنے خوردونوش، لباس، رہن سہن، مہمانداری، زیارت، حج، تعلیم و دیگر اخراجات کے لیے خرچ کرتا ہے جو اس کی اپنی حیثیت کے مطابق ہو تو اس پر خمس نہیں ہے، اسی طرح دوران سال ادا کئے گئے قرضہ پر بھی خمس واجب نہیں ہے۔

ضمن: جب خمسی سال کا دن آجائے تو اس وقت جو کچھ بچا ہو تھوڑا ہو یا زیادہ، نقد ہو یا جنس، اسی طرح سال کے دوران ایسی غیر استعمال شدہ اشیاء جن کی ضرورت نہ ہو اور مالیت رکھتی ہو تو ان سب پر خمس دینا ہوگا۔

گارنٹی میں رکھا گیا مال

قانون: جو شخص اپنا کچھ مال گارنٹی کے طور پر بنک میں یا کسی کے سپرد کرتا ہے اور یہ رقم کئی سال کے لئے اس میں موجود رہے تو اس پر خمس اس وقت دینا ہوگا جب یہ رقم اس کے اپنے اختیار میں آجائے گی۔

تعمیر شدہ جگہ کے بارے میں ارادہ بدل جانے کا حکم

قانون: جو شخص ایک جگہ کو پارکنگ کے لیے تعمیر کرتا ہے تاکہ وہاں گاڑیاں پارک کرے اور یہ جگہ اس کی ضرورت تھی اور اس کی حیثیت کے مطابق ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر بعد میں اس جگہ کے بارے میں اس کی نیت بدل گئی اور اس نے اس جگہ کو اپنی ذاتی ضروریات زندگی میں استعمال کی بجائے اسے تجارتی مرکز میں بدل دیا تو اگر ایسا ارادہ

اگر وسط سال میں کیا گیا ہے تو اس صورت میں وہ جگہ تجارتی سرمایہ میں آجائے گی اس لحاظ سے اس پر خمس ہے۔

ملازمین کی تنخواہیں

قانون: ملازمین کی تنخواہوں سے جو کچھ محکمہ اپنے پاس رکھ لیتا ہے تو جس وقت وہ رقم وصول ہوگی تو وہ وصول شدہ رقم اس سال کی آمدن شمار ہوگی جس میں وہ رقم وصول ہوئی لہٰذا جو کچھ سال کے آخر میں بچے گا اس پر خمس ہوگا۔ یہی حکم ان واپس کی گئی تنخواہوں کا ہے جو بعد میں ادا کی گئی ہوں۔

ضمن: جو تنخواہیں خمسی سال (طے شدہ تاریخ جسے خمس نکالنے کے لیے قرار دیا گیا ہے) کے موقع پر وصول کی جا سکتی تھیں لیکن بعد میں اسے وہ تنخواہیں ملیں تو ان پر خمس دینا ہوگا لیکن اگر ان تنخواہوں کا ملنا خمسی سال کے موقع پر ممکن نہ تھا تو پھر ان تنخواہوں کی وصول شدہ رقم اگلے سال کے حساب میں شامل ہوگی۔

ضمن: جو شخص کسی جگہ پر کام کرتا ہے لیکن اس کی اجرت اس کے مالک کے ذمہ ہے تو جس وقت وہ اجرت اسے ملے گی اسی سال میں وہ آمدن شمار کی جائے گی اگر وہ رقم اس سال جس میں وصول ہوئی ہے ضروری اخراجات میں خرچ ہو جائے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: جو لوگ کسی ادارے میں کام کرتے ہیں ان کی اجرت کئی کئی ماہ موخر کر دی جاتی ہے درمیان میں خمسی سال آجاتا ہے تو ایسی صورت میں جس وقت وہ اجرت وصول ہوگی تو اس وقت وہ رقم آمدن میں شمار ہوگی اگر وہ اس سال (تنخواہ وصول ہونے والا سال) کے اخراجات میں صرف ہو جائے تو پھر اس پر خمس نہیں ہے۔

خرید شدہ کتابیں

قانون: انسان اپنے لیے کتاب خانہ بناتا ہے ضرورت کے تحت کتابیں خریدتا ہے کچھ کتابوں سے تھوڑا سا استفادہ کرتا ہے اور کچھ سے زیادہ استفادہ کرتا ہے کچھ کو اس لیے خریدا تھا کہ ان کی بطور ریفرنس ضرورت پیش آسکتی ہے لیکن سال گزر گیا ان کتابوں کی ضرورت پیش نہ آئی البتہ آئندہ ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے یا وہ کتابیں جو وراثت میں ملتی ہیں یا وہ کتابیں جو بطور ہدیہ یا تحفہ ملتی ہیں جبکہ اسے ان کی ضرورت نہیں ہوتی تو ان پر خمس نہیں ہے۔

زیورات کے بارے

قانون: وہ زیورات جو شوہر بیوی کو دیتا ہے اگر وہ متعارف مقدار میں ہوں تو ان پر خمس نہیں ہے۔

مکان کے لیے زمین کی خریداری

قانون: جو زمین مکان کی ضرورت کے لیے خریدی گئی ہو یا مکان کی تعمیر کے لیے لی گئی ہو اس میں جو سامان تعمیر مکان کے لیے خریدا گیا ہو یا ضرورت کے مکان کے لیے قسط ادا کی گئی ہو تو سال کے دوران اس حوالے سے جو کچھ خرچ کیا جائے گا اس پر خمس نہیں ہے۔

ضروریات زندگی

قانون: گھر کی ضروریات میں غذا، لباس، مکان، سواری، زیور، برتن، بستر، مہمانوں کے استعمال کے لیے سامان جو اس کی حیثیت کے مطابق ہے تو اس پر جو مال خرچ ہوگا اس پر خمس نہیں ہے۔

جہیز کا سامان

قانون: اگر علاقہ کا رواج یہ ہو کہ وہ اپنی بچیوں کی شادی کے لیے تھوڑا تھوڑا سامان خرید لیتے ہیں تو اس حوالے سے خرچ کئے گئے مال پر خمس نہیں ہے۔

جمع شدہ مال

قانون: سال کی آمدنی سے جمع شدہ مال اگرچہ اسے اس نے آئندہ سال خرچ کرنے کے لیے جمع کیا ہو تو خمسی سال آنے پر اس مال پر خمس دینا واجب ہوگا۔

بچی ہوئی اشیاء

قانون: سال میں کھانے پینے کی اشیاء استعمال کے بعد جو بعینہٖ بچ جائیں جیسے کپڑے بغیر استعمال کے بچ جائیں یا غذائی اجناس بچ جائیں تو اس بچے ہوئے مال پر خمس واجب ہوگا۔

مکان کی تعمیر

قانون: دوران سال کی آمدنی سے جو کچھ انسان اپنی ضرورت کے مکان کی تعمیر کے لیے خرچ کرتا ہے اس پر خمس واجب نہیں ہے۔ البتہ شرط یہ ہے کہ وہ اس کی شان و حیثیت کے مطابق ہو اس میں ضروری نہیں کہ اس نے وہ مکان اپنے لیے بنایا ہو یا اپنے بچوں کے لیے بنایا ہو۔

منفعت کے لیے خریدی گئی زمین

قانون: جو زمین یا مکان، منفعت حاصل کرنے کی نیت سے خریدی گئی ہو تو اُس پر خمسی سال آنے پر خمس ہے۔

اُمور خیریہ، نذر نیاز، ہدیہ، تحائف

قانون: امور خیریہ، نذر نیاز، تحفے تحائف، عقیقہ، صدقہ، قربانی پر خرچ ہونے والا مال سالانہ اخراجات میں شمار ہوگا لہٰذا دوران سال جو کچھ اس قسم کی مدات اور عناوین کے تحت خرچ کیا جائے گا اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

جمع شدہ مال خرچ نہ کرنا

قانون: جمع شدہ مال سے اگر سال کے دوران ضروریات کی اشیاء نہ خریدی جائیں اور خمس کی تاریخ آجائے تو اس مال پر خمس دینا واجب ہوگا جو مال اس کے پاس موجود ہے۔

ادارہ جات کا اپنے ملازمین کو ریلیف دینا

ضمن: حکومت کی طرف سے یا کسی پرائیویٹ ادارہ کی طرف سے اپنے ملازمین کو عیدی یا تحفہ تحائف دیئے جاتے ہیں تو اُن پر خمس نہیں ہے۔ اگرچہ وہ خمسی سال تک باقی رہیں لیکن ایسے ادارے جو اجناس اپنے ملازمین کو کم قیمت پر دیتے ہیں اگر وہ اجناس خمسی سال آنے پر باقی ہوں تو اُن پر ادا شدہ رقم کے تناسب سے خمس دینا ہوگا۔ (قیمت خرید پر خمس ہے)

ہبہ کا عنوان

ضمن: ہبہ اور ہدیہ کا عنوان دینے والے کے قصد و ارادہ پر منحصر ہے جو خرچہ اولاد کو باپ کی طرف سے یا کسی رشتہ دار کی طرف سے ملتا ہے اگر اس مال کو ہبہ یا عطیہ کی نیت سے دیا ہو تو اس پر یہ عنوان صادق آئے گا وگرنہ یہ عنوان صادق نہ آئے گا۔

ضمن: جو کتابیں ماں یا باپ یا دوسروں کی طرف سے کسی طالبعلم کو ملتی ہیں ان پر خمس واجب نہیں اگرچہ ان کی ضرورت نہ بھی ہو یا وہ اس کے شایان شان نہ ہوں۔

رہائشی مکان جہیز میں دینا

ضمن: جو رہائشی فلیٹ جسے باپ اپنی بیٹی کو شادی میں جہیز کے طور پر دیتا ہے اگر عرف میں وہ اس کی حیثیت اور شان کے مطابق ہو اور سال کے دوران باپ نے بیٹی کو وہ مکان ہبہ کیا ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

خمس سے فرار کی نیت سے ھبہ دینا

ضمن: اگر ہبہ خمس سے فرار کی نیت سے باپ بیٹے کو یا برعکس، یا بیوی شوہر کو یا اس کے برعکس تو اس صورت میں خمس دینا ہوگا، اصل معاملہ نیت کا ہے۔

ہبہ میں ملنے والی اشیاء کا فروخت کرنا

ضمن: ہبہ اور ہدیہ میں ملی ہوئی چیز جس قیمت میں بھی فروخت کی جائے اس پر خمس نہیں ہے۔ ہاں اگر تجارت و کاروبار کی نیت سے اسے فروخت کرے یا ہبہ میں ملی اشیاء اس نیت سے سنبھال کر رکھی جائیں کہ ان کی اصل قیمت میں اضافہ ہو جائے تو اس سے فائدہ اٹھایا جائے تو اس اضافہ پر فروخت کرتے وقت خمس دینا ہوگا۔

کمرشل تعلیمی ادارہ

قانون: اگر کوئی شخص کمرشل تعلیمی ادارہ چند دوسرے افراد سے مل کر بناتا ہے یا چند افراد مل کر اپنے اپنے طور پر کسی ادارے سے اس تعلیمی ادارہ کے لیے قرضہ لیتے ہیں اور وہ تعلیمی ادارہ ابھی تک منفعت بخش نہیں ہوا تو ہر وہ شخص جس نے جو رقم اس تعلیمی ادارہ کی تعمیر میں لگائی ہے تو اسے اس پر لگائی گئی رقم میں سے اس کے اپنے حصے میں جو رقم بنتی ہے اس پر خمس دینا واجب ہے۔

منافع سے ضروریات زندگی کے اخراجات سے بچت کا حکم

قانون: کاروباری منافع سے ضروریات زندگی کے لیے مصارف میں آنے والی غذائی اجناس کا سال کے دوران خرچ کیا جانا ضروری ہے جو کچھ سال کے آخر میں بچ جائے اس پر خمس ہے جبکہ ایسی اشیاء جن کا تعلق لباس، بستر، سواری وغیرہ سے ہے اس میں ضروریات زندگی کو مد نظر رکھا جائے گا ان میں جن اشیاء کو استعمال میں لایا گیا ہے اگرچہ ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو تو پھر ان اشیاء پر خمس نہیں ہے۔

کاروبار کی نیت سے خریدا گیا سامان

قانون: جن وسائل کو جیسے گاڑی وغیرہ تجارت اور کاروبار کی نیت سے خریدا جاتا ہے اس کی منفعت پر خمس دینا ہوگا اور جو وسائل جیسے گاڑی وغیرہ جو اس کے ذاتی استعمال میں ہو اور اسے وہ اپنی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لیے استعمال کرے اور اس کی حیثیت کے مطابق ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

کمیٹی ڈالنے کا حکم

قانون: چند افراد مل کر ایک کمیٹی ڈالتے ہیں مثال ۱۲، افراد طے کرتے ہیں کہ ہر ماہ وہ دس ہزار اس کمیٹی میں دیں گے اور پھر قرعہ اندازی کے ذریعہ وہ رقم ایک شخص کو دے دیں گے. اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ سال کے دوران اپنی ضرورت کو اس مبلغ سے پوری کرنے کے بعد سال کے آخر میں جو کچھ بچے گا اس پر خمس ہے جو رقم اس کو جس ماہ ملے گی وہ اس کی سالانہ آمدنی شمار ہوگی، خمسی سال پر ہی اسے حساب کرنا ہوگا، اسے الگ تاریخ قرار دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

بنک میں رکھے گئے قرض الحسنہ کا حکم

قانون: چند اشخاص مل کر قرض حسنہ دینے کے لیے کوئی بنک یا ادارہ بنا لیتے ہیں تو ہر شخص جتنا سرمایہ اس کے لیے دے گا اس پر لازم ہے کہ وہ اس سرمایہ پر خمس نکالے۔ اگر اس سرمایہ پر خمسی سال گزر چکا ہو اور اگر سال کے درمیان وہ سرمایہ دیا گیا ہے اور اس سرمایہ کو خمسی سال کے آنے پر واپس لیا جاسکتا ہے تو اس پر خمس ہے اور اگر اس سرمایہ کو خمسی سال کے آنے پر وصول کرنا ممکن نہیں ہے تو جس وقت وہ سرمایہ وصول کیا جائے اس وقت اس کا خمس اسے ادا کرنا ہوگا۔

ضمن: قرض الحسنہ بنک میں لگایا گیا سرمایہ ایک شخص کا ہو یا چند اشخاص کا مشترکہ ہو تو اس پر جو منفعت حاصل ہوگی تو ہر ایک کے حصہ کو دیکھا جائے اس منفعت سے جو کچھ وہ سال

کے دوران اپنی ضروریات پر خرچ کرے گا اس پر خمس نہیں ہے۔ اس منفعت سے ضروریات زندگی پر خرچ کرنے سے بچنے والے سرمائے پر خمس واجب ہے۔

خمس واجب ہو جانے کی صورت

ضمن: جس شخص پر خمس واجب ہو چکا ہے لیکن وہ خمس کی رقم فوری ادا کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو اپنے مجتہد یا اس کے وکیل سے اس خمس کی ادائیگی کی مہلت لے سکتا ہے، اور اس خمس کو اپنے ذمہ (بطور قرض) لے کر طے شدہ اقساط میں ادا کر سکتا ہے۔

ضمن: خمس جس شخص پر واجب ہو جاتا ہے تو ایسا آدمی جو خمس کی رقم ادا نہیں کر سکتا تو اس سے خمس ساقط نہیں ہوگا، جب بھی اس کے پاس خمس ادا کرنے کی استطاعت ہو جائے تو اسے وہ خمس فوراً ادا کرنا ہوگا ورنہ خمس اس کے ذمہ رہے گا۔

کاروبار کے لیے استعمال ہونے والے وسائل کا حکم

قانون: کاروبار کے لیے لی گئی دکان اور کاروبار شروع کرنے سے پہلے کاروبار کے دوسرے وسائل جو کاروبار کے لیے استعمال میں آسکتے ہیں ان سب کا خمس دینا واجب ہوگا۔

کاروبار سے منافع لینے کے اخراجات

ضمن: تجارتی مال سے منفعت کمانے کے لیے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے جیسے اسٹور لینا، مزدوروں کی اجرت، سامان کی نقل و حمل کی اُجرت، وزن و پیمائش کی اُجرت تو اس قسم کے اخراجات کو حاصل شدہ منفعت سے منہا کیا جائے گا باقی پر خمس ہوگا۔

کاروبار پر لگایا گیا سرمایہ

قانون: جو سرمایہ کاروبار پر لگایا جارہا ہے، کاروبار شروع کرنے سے پہلے اس مال سے خمس دینا واجب ہے۔

پہلی دفعہ خمس نکالنا

قانون: جس نے اپنے اموال سے کبھی خمس نہیں نکالا جس وقت وہ خمس نکالنا چاہے تو جن اموال پر خمس واجب ہے اسے ان اموال سے خمس نکالنا ہوگا اور جن اموال کے بارے میں شک ہو کہ ان پر خمس واجب ہے یا نہیں تو ان کے متعلق اسے حاکم شرع یا ان کے وکیل سے اجازت لینا ہوگی۔

غیر مخمس مال کا استعمال

ضمن: جب تک انسان کو یقین نہ ہو کہ جو مال یا غذا وہ استعمال کررہا ہے اس سے خمس نہیں نکالا گیا ہے وہ اس مال اور غذا کو استعمال کرسکتا ہے۔

گھر کی تعمیر کے لیے لیا گیا سامان

قانون: گھر خریدنے یا گھر کی تعمیر کے لیے جو مال جمع کیا گیا ہو اگر اس مال پر سال گزر جائے تو اس مال سے خمس نکالنا واجب ہوگا۔

غیر مخمس مال کا عبادت گاہوں میں استعمال

قانون: جس شخص کو یہ یقین ہو کہ جو شخص مسجد، مدرسہ، امام بارگاہ، یا کسی بھی تعلیمی ادارے یا خیراتی ادارے میں مال دے رہا ہے اس نے اس مال سے خمس ادا نہیں کیا جبکہ اس مال پر خمس دینا اس پر واجب ہو چکا تھا تو اس قسم کے مال کو عبادت گاہوں کے لیے اس شخص سے لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ غیر مخمس مال کو عبادت خانوں، رفاہی اداروں پر نہیں لگایا جاسکتا۔

غیر مخمس مال سے کھانا پینا

قانون: جو شخص خمس نہیں دیتا اس کے گھر سے کھانا کھانا جائز ہے مگر یہ کہ اس کھانے کے بارے میں یقین ہو کہ اس نے بعینہٖ اس مخصوص کھانے کو غیر مخمس مال سے تیار کیا ہے جو اسے کھانے کے لیے دیا جا رہا ہے تو اس صورت میں وہ کھانا کھانا جائز نہیں ہے۔

غیر مخمس مال سے بنایا گیا مکان

قانون: جس شخص نے غیر مخمس مال سے مکان بنایا ہو اور اب اس مکان کا خمس ادا کرنا چاہے تو اسے اس مکان کی موجودہ قیمت سے خمس دینا ہوگا۔

ضمن: اگر گھر کو اپنی ضرورت کے لیے دوران سال کی درآمد سے بنایا گیا ہے اور وہ مکان اس کی رہائشی ضرورت ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: جسے اپنی رہائش کے لیے مکان کی ضرورت ہے وہ اس غرض کے لیے زمین کا پلاٹ سال کے دوران ہونے والی آمدنی سے خریدتا ہے یا وہ پلاٹ لینے کے بعد اس پر تدریجاً تعمیر شروع کرتا ہے اور یہ طے ہے کہ مکان اس شخص کی ضرورت ہے اور وہ اس ضرورت کو یکدم پورا نہیں کر سکتا تو وہ اس غرض سے دوران سال جو کچھ خرچ کرے گا اس پر خمس نہیں ہے۔

قرض لے کر بنایا گیا مکان

قانون: جس نے قرض لے کر مکان بنایا اور پھر غیر مخمس مال سے اس قرضہ کو ادا کر دیا تو اس نے جتنی مقدار قرضہ ادا کیا ہے اسی مقدار کا خمس دینا اس پر واجب ہوگا کیونکہ اس نے وہ قرضہ غیر مخمس مال سے ادا کیا ہے۔ اگر اس نے وہ قرض دوران سال کی آمدنی سے ادا کیا ہوتا تو پھر اس پر خمس نہ ہوتا۔

بنک کا استعمال

ضمن: خمس اور دیگر شرعی مالی واجبات کو بنک کے ذریعے بھجوانا جائز ہے۔

ضمن: خمس اور دیگر شرعی مالی واجبات کو بنکوں میں رکھا جا سکتا ہے۔

مشترکہ کاروبار

قانون: جس کاروبار میں چند لوگ شریک ہوں اور سب اپنے حصے کی منفعت وصول کرتے ہوں تو ہر شخص پر اپنے حصے کا خمس سال کے اخراجات کے بعد ادا کرنا واجب ہے۔

کاروبار کے لیے اصل سرمایہ

قانون: کاروبار پر لگائے گئے اصل سرمایہ پر خمس واجب ہے۔ نیز اس سرمایہ سے حاصل ہونے والی منفعت اگر (سال کے) اخراجات سے بچ جائے تو اس پر بھی خمس واجب ہے۔

سالانہ ضروریات زندگی

قانون: بالغ، عاقل، آزاد اور بااختیار شخص جو کچھ حلال طریقہ سے کماتا ہے، اس کی سالانہ ضروریات زندگی کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

ہدایا و تحائف

قانون: انعامات، ہدایا اور تحائف کے طور پر ملنے والے اموال پر خمس واجب نہیں ہے۔

ضمن: انعامات، ہدایا، تحائف میں ملنے والے اموال اگر سالانہ مصارف سے زائد ہوں تو ان اموال کا خمس دینا واجب ہوگا۔

ضمن: اگر بچوں کو تحائف و ہدایا دینے کے لیے کچھ رقم علیحدہ کر کے رکھ دی جائے اور پھر اسے ان کے لیے ہدیہ کر دیا جائے تو اگر ایسا خمس سے فرار کے لیے نہ ہو تو اس رقم پر خمس نہیں ہے۔ یہاں بھی اصل معاملہ نیت کا ہے۔

ضمن: زائرین، حاجی حضرات جو سوغات، تحائف اپنے دوستوں، عزیزوں اور رشتہ داروں کے لیے لے کر آتے ہیں اگر وہ سب کچھ ان کی حیثیت سے زائد نہ ہو اور وہ دوران سال کی درآمد سے ہو تو ان پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: اگر شوہر اور بیوی آپس میں ایک دوسرے کو کچھ مال ہبہ/عطیہ کر دیں تاکہ خمس سے بچ سکیں تو ایسی صورت میں اس رقم کا خمس دینا پڑے گا۔ یعنی بہانہ سازی نہیں کی جا سکتی۔

ضمن: جو شخص اپنی بیوی کو خمسی سال سے پہلے ایک مبلغ ہدیہ کے طور پر دیتا ہے جبکہ اسے معلوم ہو کہ وہ اس رقم کو خرچ نہیں کرے گی بلکہ بچا کر رکھے گی تاکہ بعد میں اس رقم سے گھر خرید سکے تو یہ کام اگر اس کی حیثیت و شان کے مطابق ہو اور خمس سے فرار کی نیت سے نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

جہیز میں دیا گیا مال

قانون: باپ اپنی بیٹیوں کے لیے جو اموال جہیز کے عنوان سے دیتا ہے اگر متعارف طریقہ پر دیا جائے تو ان اموال پر خمس واجب نہیں۔

ضمن: جو شخص اپنے بیٹے یا بیٹی کی شادی کے لیے بنک میں کھاتہ کھولتا ہے اور اس میں پیسے ڈالتا رہتا ہے تاکہ ان کی شادی کی ضروریات کو وقت آنے پر پورا کیا جا سکے تو اگر یہ کام اس کی حیثیت کے مطابق ہو اور وہ رقم ان بچوں کو ہبہ کی نیت سے دے دے تو جمع شدہ مال پر خمس واجب نہیں ہے، اس عمل میں سچائی ہو فقط پیسہ جمع کرنا مقصود نہ ہو۔

ضمن: جو اشیاء جہیز کے لیے اکٹھی کی گئی ہوں لیکن بعد میں یہ اشیاء کسی دوسرے امر پر خرچ کی جائیں تو ان کا خمس دینا واجب ہو گا۔

ضمن: اگر کسی نے جہیز کا سامان خرید رکھا ہو اور اب چاہتا ہو کہ اسے بیچ کر اس کے بدلے میں اس سے بہتر سامان خرید لے تو اسے اس مال کا خمس دینا ہو گا جسے اس نے فروخت

کیا ہے۔ بشر طیکہ اس مال پر خمسی سال گزر چکا ہو۔ ہاں اگراس سامان کو دوسرے سامان کے بدلے تبدیل کرلیتا ہے چاہے دوسرا سامان پہلے سے زیادہ قیمتی ہو تو پھر اس پر خمس نہیں ہے۔

شوہر کا بیوی کو ہدیہ دینا

قانون: شوہر اپنے اموال سے اپنی بیوی کو کچھ مال بطور ہدیہ دے سکتا ہے بشر طیکہ یہ ہدیہ خمس کی ادائیگی سے فرار کے لیے نہ ہو اور متعارف مقدار سے زیادہ بھی نہ ہو۔

وراثت کا مال

قانون: جو مال وراثت میں ملتا ہے اس پر خمس واجب نہیں۔

ضمن: اگر وراثت لینے والے کو یقین ہو کہ اس کے مورّث نے اس مال کا خمس نہیں دیا ہے تو جو مال اسے وراثت میں ملا ہے، وارث پر اس مال کا خمس دینا واجب ہوگا، وراثت کا مال خمس نکالنے کے بعد ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

ضمن: نابالغ بچوں کو ملنے والی وراثت پر خمس واجب نہیں ہے۔اگر یہ مال بالغ ہونے تک ان کی ملکیت میں باقی رہے تو اس پر جو منفعت ملے اس پر بلوغ کے بعد خمس دینا ہوگا۔

شادی کے لیے بچایا ہوا مال

قانون: جس شخص نے شادی کی نیت سے اپنے اخراجات سے مال بچا کر رکھا اور پھر پورا سال اس مال پر گزر گیا ہو اور اس نے اس مال کو شادی پر خرچ نہ کیا ہو تو اس مال کا خمس دینا واجب ہوگا، کیونکہ اس مال پر پورا سال گزر چکا ہے اور اسے خرچ نہیں کیا گیا۔

بیوی کے لیے زیورات بنانا

ضمن: اگر شوہر متعارف طور پر اور اپنی حیثیت اور رواج کے مطابق اپنی بیوی کے لیے زیورات خریدے تو یہ اس کے سال کے اخراجات شمار ہوں گے اور ان پر خمس نہیں ہے۔

باپ کا بیٹی کو دیا گیا جہیز کا سامان

ضمن: جو چیز باپ اپنی بیٹی کو جہیز کے عنوان سے دے دے اور اس نے وہ چیز وصول بھی کر لیا ہو اور اب اگر بیٹی اس چیز کو اپنے باپ کو واپس کر دے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر جہیز کا سامان باپ خود واپس لے لے اور اس کو اپنے تصرف میں اس نیت سے لے آئے تاکہ وہ اس سے بہتر اپنی بیٹی کو دوسرا سامان لے کر دے گا تو اس مال کا خمس دینا ہوگا۔

مہر کی رقم

قانون: جو مال شوہر اپنی بیوی کو مہر کے طور پر دیتا ہے اس پر خمس واجب نہیں ہے، خواہ مہر مؤجل ہو یا معجّل۔

میت کے ذمہ خمس

قانون: اگر مرنے والے کے ذمہ خمس واجب تھا، چاہے اس نے خمس ادا کرنے کے متعلق وصیت کی ہو یا نہ کی ہو، ورثاء اس وقت تک اس ترکہ کو آپس میں تقسیم نہیں کر سکتے جب تک اس ترکہ سے خمس نہ نکالیں۔

قانون: جو شخص گاڑی خریدنے کے لیے قرضہ لیتا ہے وہ اس قرضہ کو اپنے سالانہ کاروبار کی منفعت اور بچت سے منہا نہیں کر سکتا۔

اولاد کے لیے پیسے بچا کر رکھنا

قانون: جو شخص بینک میں اکاونٹ کھول کر اپنے نابالغ بچوں کے لیے کچھ رقم جمع کرتا ہے تو اگر یہ رقم اولاد کے حساب میں ہبہ وعطیہ کے طور پر ڈالتا ہے اور یہ اس کی شان و حیثیت کے مطابق ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ البتہ والد اس لحاظ سے کہ وہ اپنے نابالغ بچوں کا ولی بھی ہے، اپنے نابالغ بچوں کے مال میں تصرف کر سکتا ہے، بشرطیکہ وہ ان اموال کو

نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن اگر اس نے یہ رقم ہبہ کے طور پر نہ دیا ہو یا ان کی حیثیت سے زائد ہو تو پھر اس کا خمس دینا ہوگا۔

سالانہ اخراجات کے لیے لیا گیا قرضہ

قانون: دوران سال ضروری اخراجات کے لیے، لیے گئے قرضہ کو اس سال کی منفعت اور بچت سے ادا کیا جا سکتا ہے۔

ضمن: جو مال بطور قرض لیا گیا ہے اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

قانون: قرض پر لی گئی کتابیں اور دیگر ضروری اشیاء جو بعینہٖ سال کے آخر تک بچ جائیں ان پر خمس نہیں ہے۔ قرض لینے والے پر قرضہ میں لی گئی رقم سے خمس دینا واجب نہیں، اگرچہ وہ رقم بعینہٖ اس کے پاس موجود کیوں نہ ہو۔

طولانی مدت کے لیے لیا گیا قرضہ

ضمن: اگر کوئی شخص رہائشی مکان قرضہ پر خریدے اور اس کی قیمت قسطوں کی صورت میں ادا کرتا ہو تو سال کی آمدنی سے ادا کی گئی اقساط پر خمس واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ دوران سال اقساط ادا نہ کرے تو خمسی سال پر اس کے پاس موجود آمدنی پر خمس واجب ہوگا۔

کھیتی باڑی کے لیے غیر مخمس مال سے خریدا گیا بیج

قانون: جو کسان غیر مخمس مال سے بیج خرید کر کاشتکاری کرتا ہے تو جب وہ زرعی اجناس کا محصول اٹھائے گا تو اسے بیج کا خمس ادا کرنا ہوگا۔ اور زراعت سے ملنے والے محصولات سے اپنے اخراجات کے بعد جو کچھ خمسی سال آنے پر بچ جائے گا اس پر اسے خمس دینا ہوگا۔

پنشن کا حکم

قانون: ملازمین کی تنخواہ سے جو رقم کاٹ کر پنشن کی صورت میں دی جاتی ہے وہ سال کی درآمد شمار ہوگی، لہٰذا اگر سال کے اخراجات کے بعد بچ جائے تو اس کا خمس دینا واجب ہے۔ البتہ خود پنشن پر خمس واجب نہیں ہے۔

اخراجات کے لیے قرضہ

قانون: سال کے اخراجات پورے کرنے کے لیے جو قرضہ لیا جاتا ہے چاہے وہ جنس کی صورت میں ہو یا نقدی کی صورت میں، سال کے اختتام پر جو بچت ہوگی اس سے اس قرضہ کی رقم کو جدا کرنے کے بعد جو بچ جائے اس پر خمس دینا ہوگا۔

قانون: جس شخص نے جاری سال کے اخراجات کے لیے قرضہ لیا ہو یا گزشتہ سالوں کا قرضہ اس کے ذمہ ہو تو وہ دوران سال اپنی آمدنی سے اس قرضہ کو ادا کر سکتا ہے۔ لیکن سال کے اختتام پر سالانہ بچت سے ایسے قرضے کو علیحدہ کرنا جائز نہیں۔

انشورنس کمپنیوں کی طرف سے ملنے والی رقم

قانون: جانی یا مالی نقصان کے بدلے میں انشورنس کمپنیوں کی طرف سے دی جانے والی رقم پر خمس نہیں ہے۔ البتہ یہ رقم سال کی آمدنی شمار ہوگی لہٰذا جو کچھ سال کے اختتام پر بچے گا اس کا خمس دینا ہوگا۔

کاروبار کے لیے قرضہ

قانون: ایسا قرضہ جو کاروبار کے اصل سرمایہ میں اضافہ کے لیے نہ لیا گیا ہو تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن اگر وہ قرضہ سرمایہ میں اضافہ کے لیے لیا گیا یا سال کی منفعت کو اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے بچا کر رکھا گیا تو اس صورت میں اس قرض پر خمس دینا واجب ہے۔

غیر رہائشی گھر

قانون: جس شخص نے غیر رہائشی گھر کی تعمیر غیر مخمس مال سے کی ہو اور قرض لے کر اسے تعمیر کیا ہو یا اپنی غیر مخمس آمدنی سے اسے بنایا ہو تو اس مال سے خمس دینا ہوگا جو اس نے اس گھر کی تعمیر پر خرچ کیا ہے اگر اس نے میٹیریل قرض پر لیا تھا بعد میں وہ قرض غیر مخمس مال سے ادا کیا تو فقط اس مال سے خمس دے گا جو اس نے قرض چکانے کے لیے صرف کیا ہے۔ جو غیر مخمس مال سے گھر تعمیر کرے تو اس مکان کی عادلانہ قیمت لگا کر اس کا خمس دینا ہوگا۔

ایک گھر کا فروخت کرنا اور دوسرا خریدنا

قانون: جو شخص اپنا گھر اس نیت سے فروخت کرے کہ وہ دوسرا گھر خریدے گا تو فروخت شدہ مکان سے حاصل شدہ مال دوران سال کی آمدنی میں شمار ہوگا لہٰذا اگر دوران سال اپنی ضرورت کا دوسرا گھر خریدے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس مال سے بنایا گیا گھر

قانون: جس گھر کو ایسے مال سے بنایا گیا ہو جس کا خمس ادا کیا گیا ہو تو جب اسے بیچا جائے تو بھی اس پر خمس نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گھر کی وصول شدہ قیمت اس شخص کے سالانہ اخراجات میں خرچ ہوئی یا اس نے دوران سال اپنی ضرورت کا گھر خرید کر لیا تو بھی اس مال پر خمس نہیں ہے۔

ضرورت سے زیادہ اشیاء اور استعمال کا سامان

قانون: اگر انسان اپنی روزمرہ کی ضروریات سے اضافی چیزوں کو فروخت کرے تو اس میں سے جو رقم سال کے اخراجات پر خرچ کرے اس پر خمس نہیں ہے۔ البتہ سال کے بعد جو رقم بچے گی اس پر خمس ہے۔

بیعانہ میں دی گئی رقم

قانون: جو رقم بیعانہ کے طور پر اپنی ضرورت کے مکان کی زمین خریدنے کے لیے دی گئی ہو اور ایسا کرنا ضروری بھی ہو تو اس پر خمس نہیں۔

بچت کی رقم پر خمس کا حکم

قانون: انسان جو رقم بچا کر اپنی ضرورت کی چیزیں خریدنے کے لئے محفوظ کرلیتا ہے جیسے مکان خریدنا، اور وہ دوران سال اپنی ضرورت کی چیزوں پر اس مال کو خرچ نہیں کرتا اور وہ رقم سال خمسی کے آنے پر اس کے پاس موجود ہو تو اس کا خمس دیناواجب ہے۔

قرض دی گئی رقم

قانون: انسان جو رقم کسی کو قرض دیتا ہے اور اس پر پورا سال گزر جاتا ہے تو اس پر خمس ادا کرنا اس وقت واجب ہے جب وہ قرض اسے واپس ملے گا۔

بنک میں رکھی گئی رقم

قانون: انسان جو رقم بنک میں فائدہ اٹھانے کے لئے رکھتا ہے یا آئندہ سالوں میں ٹیکس کی ادائیگی کے لیے رکھا ہے تو جب سال پورا ہو جائے تو اس پر خمس واجب ہے۔

مخمس مال

قانون: جس رقم یا چیز کا خمس ایک دفعہ ادا کر دیا گیا ہو دوبارہ اس کا خمس دیناواجب نہیں۔ البتہ اس پر ملنے والی منفعت پر خمس واجب ہے۔

ضروریات زندگی کو فروخت کرنے سے ملنے والا مال

قانون: جو شخص اپنی ضروریات زندگی میں سے کچھ چیزیں فروخت کرے جیسے گاڑی یا مکان یا دیگر سامان اور دوران سال اس مال سے کوئی اور چیز نہ خریدی ہو تو خمس کی تاریخ

آنے پر اس مال کا خمس دینا واجب ہے۔البتہ اس رقم کا خمس نکالنے کے بعد جو بچ جائے وہ اس کے اگلے سال کے اخراجات کے لیے کافی نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس رقم سے اضافہ

قانون: جس شخص نے اپنے مال کا خمس نکالا ہے اس میں نقد مال،اجناس اور جانور بھی تھے اسکے بعد اگلے سال جب خمس کا حساب کریگاتو وہ اپنے کل مال نقد واجناس وغیرہ کی مالیت لگائے گا، مجموعی مالیت جس قدر پہلے مخمس رقم تھی اسکو الگ کرکے باقی جو بچے گا اس سے خمس نکالے گا۔

خمس ادا نہ کی گئی جائیداد کی منفعت کا حکم

قانون: جس شخص کے پاس ایسی جائیداد ہو جس پر خمس واجب ہو گیا ہو اور اس جائیداد سے منفعت بھی حاصل ہوئی ہو تو اسے اصل جائیداد کا خمس دینے کے ساتھ اس سے حاصل ہونے والی منفعت کا بھی خمس ادا کرنا ہوگا۔

شہداء فنڈ

قانون: شہدائے فنڈز سے جو کچھ شہدائے کے بچوں کو ان کی ضروریات زندگی کے لیے دیا جاتا ہے اس پر خمس نہیں ہے، البتہ شہدائے کے نابالغ بچوں کو شہداء فنڈ سے ملنے والی امداد یا جو کچھ شہدائے کے بچوں کو وراثت میں ملا ہے اس سے حاصل ہونے والی منفعت پر ان کے بالغ ہونے کے بعد خمس دینا واجب ہے۔

ضمن: شہداء کے نابالغ بچوں کو شہید فاؤنڈیشن سے ملنے والی رقم بطور ہدیہ ہے اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن نابالغ بچوں کے مال سے جو منفعت حاصل ہو اور ان کے بالغ ہونے تک باقی ہو تو اس اضافہ پر بعد از بلوغ خمس دینا ہوگا۔

ضمن: شہداء کے گھر والوں کو جو کچھ ہدیہ کے طور پر دیا جاتا ہے اس پر خمس نہیں ہے۔ البتہ اس رقم سے حاصل ہونے والی منفعت اگر سال کے اخراجات سے بچ جائے تو اس پر خمس واجب ہے۔

کاروبار سے ملنے والا سرمایہ

قانون: کاروبار سے حاصل ہونے والے سرمایہ پر خمس واجب ہے۔ البتہ اس سرمائے کو حاصل کرنے کے لیے کئے گئے اخراجات کو منہا کرکے بقیہ سرمائے کا خمس دینا ہوگا۔

ضمن: کسب وکار کے لیے استعمال ہونے والے وسائل کو اگر کمائی اور آمدنی سے خریدا گیا ہے تو اس پر خمس واجب ہے۔

ضمن: مطب، کلینک، دواخانہ میں موجود جتنے بھی استعمال کے وسائل ہوتے ہیں جیسے میز، کرسی، الماریاں، کمپیوٹر، فرنیچر، اسٹیشنری وغیرہ تو وہ سب اشیاء سرمایہ سے ہیں لہٰذا ان سب کا خمس دینا ہوگا۔

اخراجات کے بعد خمس

قانون: جو مال انسان نے کاروبار یا تنخواہ سے بچایا ہو اس پر خمس ہے۔ نیز جو منافع تجارت سے حاصل ہوں سال کے اخراجات اس منافع سے منہا کرنے کے بعد باقی کا خمس دینا ہوگا۔

جمع شدہ مال

قانون: ملازمت پیشہ افراد کا تنخواہ سے اکٹھا کئے ہوئے مال پر خمس واجب ہے۔

رد مظالم کے لیے علیحدہ کرکے رکھی گئی رقم

قانون: انسان رد مظالم کے عنوان سے جو پیسے دینا چاہتا ہے اگر اس مقدار کو سال کے دوران علیحدہ کرکے رکھ دے اور وہ رقم سال کی آمدنی سے تھی تو خمسی سال آنے پر اس پر خمس واجب جو جاتا ہے۔

حج کے لیے بینک میں رکھا گیا سرمایہ

قانون: جو شخص بینک کے شراکتی کھاتہ میں ایک مخصوص مقدار میں پیسے رکھ دیتا ہے تاکہ اس سے حاصل ہونے والی آمدن جب اتنی مقدار میں ہوجائے جس سے حج پر جانا ممکن ہو تو وہ اس سے حج بجالائے تو اگر اصل سرمایہ غیر مخمس تھا تو اس کا خمس دینا واجب ہے۔ (بینک کے ساتھ ایسا کاروبار کرنا جو منفعت مضاربہ اور مشارکت کی صورت میں جائز ہے لہٰذا اس کے ذریعے جو منفعت حاصل ہوگی اسے لینا جائز ہے) جبکہ سرمایہ پر حاصل شدہ منفعت حج پر جانے والے سال سے پہلے وصول کرنا ممکن نہ تھا تو اس پر خمس نہیں ہے۔ جس سال وہ رقم وصول ہوگی اسی سال کی درآمد شمار ہوگی اگر اسی سال حج پر وہ سرمایہ لگایا جائے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر منفعت خمسی سال آنے پر بچت کے طور پر موجود ہو اور وہ اسے لے سکتا ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔

ضمن: حج یا عمرہ کے لیے علیحدہ کرکے رکھی گئی رقم اگر خمسی سال کی تاریخ آنے تک خرچ نہ کی جائے تو اس پر خمس واجب ہے۔

مشکوک مال کا خمس

ضمن: جس مال کے بارے میں شک ہو کہ یہ مال تحفہ میں ملا ہے یا مالک کا اپنا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ایک دفعہ خمس

قانون: سال کے منافع سے ملنے والی رقم خواہ بینک میں موجود ہو یا مالک کے پاس موجود ہو اس پر ایک دفعہ خمس دینا واجب ہے۔

خمس کی تاریخ

قانون: جمع شدہ منفعت اگر خمس نکالنے کی تاریخ میں موجود ہو تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

قرض کی ادائیگی

قانون: جو شخص قرض لے کر منافع کما رہا ہے اور سال کے دوران اقساط میں قرض ادا کر رہا ہے تو جب خمس کی تاریخ آجائے تو اس تاریخ پر جو مال منفعت سے اس کے پاس موجود ہو گا اگرچہ وہ قرض جو دینا ہے اس کے برابر ہی کیوں نہ ہو اس کا خمس دینا واجب ہے۔

خمس والی تاریخ سے پہلے

قانون: سال کے اختتام سے پہلے (خمس والی تاریخ) جس قدر مال منفعت سے جمع شدہ ہے اگر اسے اپنی ضروریات زندگی پر جیسے مکان تعمیر کرنا، قرض ادا کرنا، تعلیم کے لیے فیس دینا جتنا مال ان مدات میں خرچ کر دے گا اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس مال

قانون: مخمس مال سے خریدی گئی اشیاء پر خمس نہیں ہے۔

فروخت نہ کیا گیا مال

قانون: اگر دکاندار کے پاس ایسا مال موجود ہو جسے اس نے سال کے دوران فروخت نہ کیا ہو تو خمس کی تاریخ آنے پر اس بچے ہوئے سامان کی قیمت لگا کر اس پر خمس دینا واجب نہیں، اگلے سال جب وہ اشیاء فروخت ہوں گی تو ان سے حاصل ہونے والا سرمایہ اسی سال کا منافع شمار ہو گا۔

کرایہ کا مکان

قانون: اگر کوئی شخص منفعت حاصل کرنے یا روزگار چلانے کے لیے اپنا مکان کرایہ پر دے تو اگر وہ کاروباری منافع میں شمار ہوتا ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔

خمس ادا کی گئی اجناس

قانون: گندم اور دیگر اجناس جن کا خمس ادا کیا گیا ہو اگر سال بھر کے مصرف کے بعد بعینہ باقی ہوں تو جن غذائی اجناس کا خمس دیا گیا ہے اُن پر خمس نہیں ہے۔ البتہ جو اجناس نئے خمسی سال کے دوران حاصل ہوئی ہوں اُن میں سے جو سالانہ اخراجات پر خرچ کی جائیں ان پر خمس نہیں ہے، لیکن جو بچ جائے ان پر خمس واجب ہے۔

آباد کی گئی غیر آباد زمین کا حکم

قانون: جس غیر آباد زمین کو پھل دار باغات لگانے کی نیت سے آباد کیا گیا ہو اس کو آباد کرنے پر آنے والے اخراجات کو منہا کرنے کے بعد بچنے والی آمدنی کا خمس دینا ہوگا۔ البتہ آباد کرنے والے کو اختیار ہے کہ زمین کے خمس کو اس کی عین سے دے یا اس کی موجودہ قیمت سے دے دے۔

ضمن: کنویں، کھاد، پودے لگانے، کاشتکاری اور باغات کی تیاری پر آنے والے اخراجات کا بھی خمس دینا ہوگا البتہ اگر وہ باغ اس کی اپنی ضروریات زندگی کے لیے ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

ضمن: اگر باغ کی زمین اور اس پر آنے والے اخراجات کا خمس دینے کی صورت میں اس شخص کے روزمرہ کی زندگی میں مشکلات سے دوچار ہونے کا احتمال ہو تو اس صورت میں خمس نہیں ہے۔ خمس ادا کرنا اس صورت میں واجب ہے جب خمس دینے کی وجہ سے اسے اپنے روزگار میں مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑے اور اس کی معیشت کا دیوالیہ ہونے کا احتمال نہ ہو۔

خمس کی ادائیگی کے متعلق شک

قانون: اگر کوئی شخص شک کرے کہ اس نے گزشتہ سالوں میں حاصل ہونے والے منافع کا خمس پورا ادا کیا تھا یا مقدار واجب سے کم ادا کیا تھا، تو دوبارہ خمس ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

فروخت شدہ مال کے بارے میں شک

قانون: اگر کسی شخص کی آمدنی سے منفعت حاصل ہو جائے اور اسے اس بارے شک ہو جائے کہ یہ منفعت اس سال کی آمدنی سے ہے جس کا خمس دیا ہوا ہے یا اس سال کی ہے جس کا خمس نہیں دیا گیا تو اس صورت میں اسے اس منفعت کا خمس دینا ہوگا۔

مخمس مال کا حکم

قانون: جس مال کے بارے میں یقین ہو کہ اس کا خمس ایک دفعہ ادا کر دیا گیا ہے دوبارہ اس کا خمس دینا واجب نہیں ہے۔

سونے کی کرنسی کا حکم

قانون: سونے کی کرنسی دوسری کرنسیوں کے حکم میں ہے، لہٰذا اس سے جو مقدار ضروریات سال پر خرچ ہوں اس پر خمس نہیں ہے۔ اور جو بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔ خمس دیتے وقت اس کی قیمت لگائی جائے گی اور اسی کے مطابق اس کا خمس دیا جائے گا۔

سونا کو محفوظ رکھنا

قانون: جو شخص سونا خرید کر سرمایہ کے طور پر اسے محفوظ کر لیتا ہے تو اس کا خمس دینا واجب ہے اور ہر سال اس پر جتنا اضافہ ہوتا جائے گا اس اضافہ پر بھی خمس دینا ہوگا۔

مخمس مال سے خرید کیا گیا سامان

قانون: جس سامان کو بیچنے کی نیت سے مخمس مال سے خرید گیا ہو تو جب سامان کو بیچا جائے گا تو قیمت خرید سے زائد جو منفعت حاصل ہو گی اس پر خمس واجب ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ منفعت سے سال کے اخراجات منہا کئے جا سکتے ہیں، بچت پر خمس واجب ہے۔

ہر آمدنی کا علیحدہ خمس

قانون: جس شخص نے اپنی ہر آمدنی کے لیے الگ خمس کی تاریخ رکھی ہے تو وہ اس تاریخ پر اسی آمدنی کی بچت سے خمس دے گا، دوسری آمدنی سے اس آمدنی کا خمس نہ دے۔

پگڑی پر دی گئی رقم

قانون: جو رقم پگڑی کے طور پر دی جاتی ہے اگر وہ سال خمسی سے بچے ہوئے مال سے دی گئی ہے تو اس پر خمس واجب ہے۔

زمین کی آبادکاری

قانون: بنجر یا غیر آباد زمین کی اس نیت سے آبادکاری کی جائے کہ اس پر پھل دار درخت لگائے جائیں تو اخراجات نکال کر اصل زمین کا خمس دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ یا تو عین زمین کا خمس دے دے یا اس کی قیمت کا خمس دے۔

قانون: آباد کی گئی زمین پر کنویں، پانی کے کھالے، نلکے، ٹیوب ویل، درخت لگانے پر جو رقم ادھار لے کر خرچ کی گئی ہو اور پھر اس قرضے کو غیر مخمس مال سے ادا کیا گیا ہو تو اس مال کا خمس دینا ہو گا جو قرض میں ادا کیا جا چکا ہے۔

قانون: جو غیر مخمس مال زمین کی آبادکاری پر خرچ کیا گیا ہے اس کا خمس دیتے وقت اس کی موجودہ قیمت لگا کر خمس دیا جائے گا۔

اقساط پر رہائشی پلاٹ یا مکان پر خرچ شدہ مال کا حکم

قانون: رہائشی مکان جس کی ضرورت ہو اور وہ اس مکان کے لیے اپنی سالانہ آمدنی سے پیشگی رقم دیتا رہے لیکن مکان کے لیے پلاٹ یا خود مکان اسی سال وصول نہیں کرتا بلکہ کئی سال بعد اسے پلاٹ یا تیار شدہ مکان ملے تو اگر یہ اس کی حیثیت و شان کے مطابق ہو اور اس کے بغیر اس کے لیے اپنی ضرورت پوری کرنا ممکن نہ ہو تو صرف شدہ مبالغ پر خمس واجب نہیں ہے۔

پہلی مرتبہ خمس کا حساب

قانون: جو شخص پہلی مرتبہ خمس نکالنا چاہتا ہے اور گزرے ہوئے سالوں کے بارے میں اسے یقین ہے کہ اس کی آمدنی اخراجات سے زائد نہیں تھی تو اس پر گزشتہ سالوں کا خمس واجب نہیں ہے۔

وقف شدہ اموال

قانون: وقف شدہ زمینوں، کتابوں اور دیگر اشیائ کی اصل پر خمس نہیں ہے، چاہے وہ وقف عام ہو یا وقف خاص۔

قانون: نابالغ بچوں کی آمدنی اور منافع پر خمس اس وقت واجب ہوگا جب وہ بالغ ہو جائیں، بشرطیکہ بلوغ سے پہلے وہ منافع ان کی ملکیت میں رہے ہوں۔

کاروبار کے وسائل

قانون: کاروبار کے لیے استعمال ہونے والے آلات و دیگر وسائل اصل سرمایہ کے حکم میں ہیں اور ان پر بھی خمس واجب ہے۔

خمس کی تاریخ

قانون: جس کے خمس کی تاریخ آن پہنچی ہو اور اس نے دو دن پہلے اپنی ماہانہ تنخواہ وصول کی ہو یا کوئی اور آمدن حاصل ہوئی تو جس قدر اس نے تاریخ سے پہلے اپنی ضروریات پر خرچ کر دیا ہو اس پر خمس نہیں ہے، بقیہ آمدنی پر خمس واجب ہے۔

تعلیمی وظائف

قانون: تعلیمی وظائف اور سکالر شپ پر اور اس طرح طلبأ کو جو کچھ تعلیمی اخراجات کے مد میں ملتا ہے ان اموال پر خمس نہیں ہے، چاہے انہوں نے اخراجات میں قناعت کرتے ہوئے اپنے متوقع اخراجات کے لیے کچھ پیسے بچا کر ہی کیوں نہ رکھے ہوں۔

خمس کی بروقت ادائیگی

قانون: خمس کو بروقت ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر خمس والے سال کا خمس اگلے سال یا چند روز تاخیر سے ادا کرے تو بھی خمس ادا ہو جائے گا۔

قانون: سال خمسی کی تاریخ کے داخل ہونے کے بعد اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں جس پر خمس دینا واجب ہے۔ اگر اس مال سے کوئی چیز خریدے تو اس کے خریدنے کے لیے جتنی رقم خرچ ہوئی ہے حاکم شرع سے اس کی اجازت لینے کے بعد اس کی موجودہ قیمت ادا کرنا واجب ہے۔

سال کے اخراجات پر خمس کے واجب نہ ہونے کا ضابطہ

قانون: وہ اشیاء جن کی عین اور اصل استعمال کے بعد باقی رہ جاتی ہے جیسے لباس بستر، برتن ان پر خمس واجب نہیں ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں اس کی احتیاج اور ضرورتِ سال کے مطابق ہوں، چاہے ایک دو مرتبہ ہی ان کی ضرورت کیوں نہ پیش آئے۔ جبکہ وہ اشیاء جو

مصرف سے ختم ہو جاتی ہیں جیسے غذائی اجناس، ان میں سے جو خرچ ہو جائے اس پر خمس نہیں ہے اور جو جنس بچ جائے چاہے تھوڑی ہو یا زیادہ اس پر خمس واجب ہے۔

رہائش کے لیے خریدی گئی زمین

قانون: رہائش کے لیے خریدی گئی زمین پر خمس نہیں ہے۔

رہائشی مکان کو کرایہ پر دینے کا حکم

قانون: تین بھائی مل کر اپنی رہائش کے لیے تین مکان بناتے ہیں بعد میں تینوں ایک مکان میں رہائش اختیار کرتے ہیں تو اگر انہوں نے گھر اپنی سالانہ آمدنی سے رہائش کی نیت سے تیار کیا تھا اور پھر اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے اسے کرایہ پر دیا ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر شروع سے ہی ان کا مقصد یہ تھا کہ اس مکان کو کرایہ پر دیں گے اور اس کی آمدنی سال کے اخراجات کے لیے استعمال کریں گے تو اس کا حکم کاروبار والا ہے اور اس کا خمس دینا ہوگا۔

منافع سے قرض کی ادائیگی

قانون: دوران سال حاصل ہونے والی آمدنی کے منافع سے قرض ادا کرنا جائز ہے چاہے اس قرض کی ادائیگی کا وقت آچکا ہو یا بعد میں آنا ہو۔ لیکن جب خمس کی تاریخ آجائے تو پھر اس وقت موجود سارے مال کا خمس دینا ہوگا اس سے قرض کو علیحدہ نہیں کر سکتے۔

پرائیویٹ تعلیمی ادارہ قائم کرنا

قانون: اگر چند اشخاص مل کر کاروبار کی نیت سے پرائیویٹ سکول قائم کریں تو جو سرمایہ ہر شخص نے اس میں ڈالا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ اس مقدار کا خمس ادا کرے جسے اس نے کاروبار کے لیے دیا ہے۔ اور جب منفعت حاصل ہو تو ضروریات زندگی سے بچ جانے والی

منفعت کا خمس بھی ادا کرنا ہوگا۔ نیز جب ہر شریک اپنے حصے کا خمس دے تو پھر جو مجموعی سرمایہ اکٹھا ہوا ہے اس سے خمس نکالنا ضروری نہیں۔ یہ ضابطہ ہر مشترکہ کاروبار کے لیے بھی ہے۔

شادی کرنے کے لیے جمع کیا گیا مال

قانون: جس شخص نے شادی کی غرض سے سرمایہ اکٹھا کرکے رکھ لیا ہو اور دوران سال شادی نہ کی تو خمس کی تاریخ آنے پر اس مال کا خمس دینا واجب ہے۔

ہدیہ کے لیے دیا گیا مال

قانون: جو مال انسان کسی کو ہدیہ دیتا ہے چاہے وہ ہدیہ اپنی زوجہ کو ہی کیوں نہ دے خمس کی ادائیگی سے فرار کی نیت سے نہ ہو اور اس کی حیثیت اور شان سے بھی زیادہ نہ ہو تو اس پر خمس نہیں ہے۔

غیر مسلم سے حاصل شدہ مال

قانون: جو چیز غیر مسلموں سے کسی بھی حوالے سے ملے اور سال کے اخراجات پر خرچ ہو جائے تو اس پر خمس نہیں ہے لیکن جو کچھ بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

پہلے سے اداشدہ خمس

قانون: جس شخص کے پاس خمس کی تاریخ کے وقت اصل سرمایہ سے کچھ بھی نہ ہو اور منافع سے بھی کچھ نہ ہو یا کل نقد رقم جو موجود ہے یا دکان میں جو سامان ہے اس کی مالیت ساری ملا کر اتنی مقدار میں ہو جس مقدار کا وہ پہلے خمس دے چکا ہے تو اس مال پر خمس نہیں ہے۔

خمس کی تاریخ

قانون: خمس کی تاریخ آجانے پر کاروباری شخص کو اپنی دکان یا کاروبار میں موجود سرمایہ کا حساب لگا کر اضافی سرمایہ (جس کا خمس اس نے پہلے ادا کیا ہے) کا خمس ادا کرنا ہوگا۔

بغیر خمس ادا کئے مال میں تصرف کرنا

قانون: خمس کی تاریخ آنے پر اگر کسی کے اموال میں خمس کا مال موجود ہو اگرچہ کم ہی کیوں نہ ہو جب تک اس کا خمس ادا نہ کرے اس مال میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔

جس مال پر خمس دینا واجب ہے

قانون: جس مال پر خمس واجب ہے اگر اس کی خرید وفروخت کی جائے تو اس میں جو بھی معاملہ ہوگا وہ غیر شرعی ہوگا۔ اس معاملے کا صحیح ہونا حاکم شرع کی اجازت پر موقوف ہے، لہٰذا حاکم شرع سے اجازت لینے کے بعد کل مال کا خمس دیا جائے اور دوسرے سال کے اخراجات سے جو بچ جائے اس کا خمس ادا کیا جائے۔

دکاندار کا حساب خمس

قانون: جب کوئی دکاندار خمس کا حساب کرنا چاہے تو اس پر لازم ہے کہ پہلے موجودہ سرمایہ اور نقد مال کی مقدار کا تعین کرے۔ اگر اس کا موجودہ سرمایہ اتنی مقدار میں ہو جس کا وہ خمس دے چکا ہے تو اس پر خمس نہیں ہے۔ لیکن اگر اس کا موجودہ سرمایہ، خمس دئے گئے مال سے زیادہ ہے تو سال کے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

خمس کے سال کا آغاز

قانون: ہر شخص کے خمس کے سال کی ابتدا وہ دن ہے جس میں اسے پہلی مرتبہ فائدہ حاصل ہوا ہے یا فائدہ حاصل کرنے کے قابل تھا۔ خمس کے سال کی تاریخ اس دن سے موخر کرنا ٹھیک نہیں۔ دکاندار کے خمس کا سال کاروبار کے آغاز کا دن ہے، تنخواہ دار کے سال خمسی کا آغاز اس کی پہلی تنخواہ وصول کرنے کی تاریخ ہے اور کسان کے سال خمسی کا آغاز فصل اٹھائے جانے کی تاریخ ہو گی۔

خمس کے سال سے پہلے کا قرض

قانون: اگر خمس ادا کرنے کی تاریخ سے پہلے کچھ رقم قرض دی جائے اور خمس کی تاریخ کے بعد اگلے سال اس قرضہ کو واپس لیا گیا تو جس وقت اس قرض کو واپس لیا ہے اس وقت اس پر خمس واجب ہے۔

خمس کی غرض سے خرید گیا مال

قانون: خمس کی غرض سے خریدا گیا مال اگر سال کے دوران بیچ دیا جائے تو اس پر جو اضافہ ملے گا وہ اس سال کے منافع سے ہوگا۔ اگر وہ سال بھر فروخت نہ ہو سکے تو اس مال پر خمس نہیں ہے۔ اور جب اگلے سال وہ مال فروخت ہو تو اس کی خرید پر جو اضافہ ہوگا اس سال کے منافع سے ہوگا۔

مستحقین کے بارے میں

قانون: جو شخص شرعی ضوابط کے تحت خمس کا مستحق نہیں وہ خمس نہیں لے سکتا۔ جس کے اخراجات خمس دینے والے پر واجب ہوں تو اس پر خمس کی رقم خرچ نہیں کی جا سکتی۔

ضمن: والدین کے اخراجات اولاد پر واجب ہیں۔ لہٰذا وہ خمس سے والدین کے اخراجات ادا نہیں کر سکتے۔ بیوی کے اخراجات شوہر پر واجب ہیں لہٰذا وہ بیوی کے اخراجات خمس سے نہیں دے سکتا۔

خمسی سال سے پہلے آمدنی کو تبدیل کرنے کا حکم

قانون: جو شخص خمسی سال کی آمدنی کو خمس کی تاریخ سے پہلے کسی مال میں تبدیل کر دے جیسے اس رقم سے بانڈ خرید لے یا سونے چاندی کے سکے خرید لے تاکہ بعد میں انہیں بیچ کر اپنے اگلے سال کے اخراجات پورے کر سکے تو اس صورت میں اس درآمد سے خمس کا وجوب ساقط نہیں ہوگا۔

مخمس مال پر منفعت کا حکم

قانون: بطور مثال اگر کوئی شخص مخمس مال سے سامان خریدے جس کی قیمت مبلغ دس ہزار روپے تھی بعد میں اس سامان کو پندرہ ہزار روپے میں فروخت کر دے تو جو پانچ ہزار روپے اضافی ملے ہیں وہ سالانہ آمدنی شمار ہوں گے۔ لہٰذا سال خمسی کی تاریخ پر خرچ کرنے سے جو کچھ بچے گا اس پر خمس واجب ہوگا۔

دیت کا حکم

قانون: جو مال دیت کے عنوان سے ملتا ہے اس پر خمس نہیں ہے۔

مخمس اموال سے صرف شدہ مال کا حکم

قانون: جو رقم مخمس مال سے دوران سال خرچ کر دی جائے، سال کے اختتام پر جائز نہیں کہ اس خرچ شدہ مخمس مال کو سال کی درآمد سے منہا کیا جائے۔

ضمن: جس شخص کے پاس غذائی اجناس موجود ہوں جیسے، گندم، چاول، مکئی وغیرہ جن کا خمس ادا کیا گیا ہو اور سال خمسی کے دوران ان مخمس غذائی اجناس کو ضروریات زندگی کے لیے خرچ کیا گیا ہو تو سال کے دوران یا سال کے آخر میں حاصل ہونے والی نئی اجناس کو خرچ کی گئی اجناس کی جگہ نہیں رکھ سکتے۔ لہٰذا ان نئی غذائی اجناس جنہیں وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر چکا ہے ان پر خمس نہیں ہے لیکن جو غذائی اجناس بچ جائیں ان پر خمس واجب ہے۔

ضمن: ایسا شخص جس کے بینک میں دو کھاتے ہیں ایک کھاتہ میں ہبہ اور عطیہ میں ملنے والی رقوم ہیں اور دوسرے میں محنت مزدوری سے حاصل ہونے والی آمدنی ہے، اگر یہ شخص اپنی ضروریات پر ہبہ اور ہدیہ والے کھاتہ سے خرچ کرے، اگرچہ اس نے ایسا غلطی سے کیا ہو تو وہ اس خرچ شدہ رقم کے عوض دوسرے کھاتہ سے رقم نکال کر نہیں ڈال سکتا جس کا خمس ادا نہیں کیا۔ ضابطہ یہ ہے کہ مخمس مال یا ایسا خرچ شدہ مال جس پر خمس نہیں ہے وہ مال کو جو سال کی آمدنی سے وصول نہیں کر سکتا ہے۔

خمس مال سے عطیہ دینا

قانون: خمس کے مال کو بطور ہبہ یا عطیہ نہیں دیا جا سکتا۔

مخمس مال میں اضافہ

قانون: جس شخص کے خمس کی تاریخ آگئی ہو اور اس کے پاس مخمس مال اضافہ کے ساتھ موجود ہو تو فقط اضافہ پر خمس دیا جائے گا۔

جس مال کا خمس ایک دفعہ دے دیا جائے اور وہی مقدار (جسے مخمس کہا جاتا ہے) موجود ہو تو اس پر خمس واجب نہیں ہے، صرف اضافہ پر خمس واجب ہے۔

دینی طلباء کے وظائف

قانون: حقوق شرعیہ (خمس) سے جو کچھ طلبا کو ماہانہ وظائف کے طور پر ملتا ہے ان وظائف پر خمس نہیں ہے۔

خطباء وذاکرین کے بارے حکم

قانون: تبلیغ دین، امامت نماز، مجالس عزا کے ذریعے ملنے والی آمدنی اگر خمسی سال آنے پر سال کے اخراجات سے بچ جائے تو اس پر خمس واجب ہے۔

قانون: ذاکرین اور خطباء کے لیے جو کچھ نذر ونیاز کے طور پر ملے چاہے طے شدہ ہو یا طے شدہ نہ ہو ان کی آمدنی سے جو کچھ سال کے آخر میں اخراجات کے بعد بچ جائے اس پر خمس واجب ہے۔

غیر مخمس مال کا خمس

قانون: خمس صرف اسی مال کا دینا ہوتا ہے جس سے خمس نہیں دیا گیا۔

کفن کا خمس

قانون: اگر کفن ایسے مال سے خریدا گیا ہو جس کا خمس دیا جا چکا ہے تو اس پر خمس نہیں لیکن اگر غیر مخمس مال سے کفن خریدا گیا ہو تو اس کی موجودہ قیمت کے حساب سے خمس دینا واجب ہے۔

خمس سے بچنے کے لیے خرچ کیئے گئے اموال کا حکم

قانون: جو شخص خمس سے بچنے کے لیے خمسی سال آنے سے پہلے غیر ضروری اخراجات پر اپنا مال خرچ کر دیتا ہے، جیسے مستحب حج، مستحب زیارت اور اس قسم کے دوسرے کام جس سے وہ چاہتا ہے کہ خمسی سال آنے پر اسے خمس نہ دینا پڑے تو ایسے شخص پر ان سب اموال کا خمس دینا ہوگا جو اموال اس نے غیر ضروری طور پر اس نیت سے خرچ کیئے کہ اسے خمس نہ دینا پڑے لیکن اگر خمس سے فرار کی نیت نہ ہو تو اس قسم کے اخراجات پر خمس نہیں ہے۔

طالبعلم کا خرید شدہ مکان

قانون: جس طالبعلم نے ماہانہ وظیفہ اور امداد سے اپنی رہائش کے لیے مکان خریدا ہو اور پھر اس مکان کو فروخت کرے اور اس کی قیمت موجود ہو اور فی الحال گھر نہیں خریدا ہو تو اس رقم پر خمس واجب نہیں ہے۔

حکومت کا ٹیکس

قانون: حکومت کی طرف سے لگائے گئے ٹیکس کو خمس کے ضمن میں شمار نہیں کیا جا سکتا، شرائط کے پورا ہونے پر خمس ادا کرنا واجب ہوگا۔

پیشگی تنخواہ وصول کرنے کا حکم

قانون: اگر کوئی شخص اپنی چند ماہ کی تنخواہ مقررہ وقت سے پہلے وصول کر لے تو خمسی سال آنے پر جتنی مزدوری کر چکا ہے اس کے برابر ملنے والی اجرت اگر سال کے اخراجات

سے بچ جائے تو اس پر خمس واجب ہے اور باقی ماندہ رقم جس کا ابھی کام نہیں کیا وہ اگلے سال کی آمدنی شمار ہو گی۔

وقت سے پہلے تنخواہ وصول کرنا

قانون: بطور مثال اگر کسی شخص کا خمسی سال یکم جنوری ہو اور وہ اپنی تنخواہ 25 دسمبر کو وصول کرلے تو اسے خمس کی تاریخ پر بچنے والی رقم کا خمس دینا ہو گا۔

پنشن میں ملنے والی رقم کا حکم

قانون: جو رقم انسان کو پنشن میں ملتی ہے وہ سال کی آمدنی شمار ہو گی خواہ ہر ماہ ملے یا سارے سالوں کی ایک ساتھ وصول کرلے۔ لہٰذا جس سال وہ رقم اسے ملے اگر وہ اتنی مقدار میں ہو کہ اس کے اخراجات سے بچ جائے تو جو آخر سال میں خمس کی تاریخ آنے پر بچ جائے اس میں سے خمس دینا ہو گا۔

اقساط پر خرید کی گئی ٹیکسی یا گاڑی کا حکم

قانون: جس شخص کی آمدنی ٹیکسی، ٹرک یا اس طرح کے دیگر وسائل سے حاصل ہوتی ہو اور وہ ان وسائل کو قسطوں پر خریدے اور کام کر کے اس کی قسطیں ادا کرتا ہے تو جو اقساط وہ ادا کر چکا ہے ان کا خمس دینے سے اس کی زندگی درہم برہم ہو جاتی ہو تو اس پر خمس نہیں ہے وگرنہ ادا شدہ اقساط کا خمس ادا کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اس کی آمدنی میں سے جو کچھ خمسی سال پر بچ جائے یا جو اس نے بچا کر رکھا ہے چاہے اقساط دینے کے لیے ہی کیوں نہ ہو اور اسی دوران خمسی سال آگیا تو اس کا خمس اسے دینا ہو گا۔

حج کے لیے قرض پر لی گئی رقم

قانون: جس شخص نے حج تمتع کے لیے قرض لیا ہو اور قسطوں میں قرض ادا کرتا ہو تو قرض پر خمس نہیں ہے لیکن خمسی سال تک جو اقساط ادا کر چکا ہے ان کا خمس دینا ہو گا اور جو مال

اس کے مؤنۃ میں خرچ نہ ہوا بلکہ خمسی سال آنے پر اس کے پاس موجود ہو اس پر بھی خمس واجب ہے۔

قرض دار کا حکم

قانون: قرضہ کا بوجھ خمس کے وجوب میں مانع نہیں ہے۔ لہٰذا اگر کسی مال پر خمس کی شرائط پوری ہوں تو اس سے خمس دینا ہوگا چاہے وہ شخص مقروض ہی کیوں نہ ہو۔

سال کی آمدنی سے اقساط کی ادائیگی

قانون: جس شخص نے اقساط پر گاڑی لی ہوئی ہے، وہ اقساط ماہانہ کو سال کی آمدنی سے دے سکتا ہے۔ اور خمسی سال آنے پر اس کے پاس جو کچھ بچ جائے اس کا خمس دینا ہوگا۔

انسان کے ذمہ مہریہ کا حکم

قانون: جس کے ذمہ زوجہ کا مہریہ ہے تو وہ دوران سال اس مہریہ کو سال کی آمدنی سے ادا کر سکتا ہے۔ البتہ اگر وہ زوجہ کا مہریہ ادا نہ کرے اور خمسی سال کی تاریخ آجائے تو جتنی رقم اس کے پاس بچی ہے اس کا خمس دینا ہوگا اور وہ اس رقم سے مہریہ کی رقم منہا نہیں کر سکتا۔

گھر کے ساتھ ملحقہ دکان کا حکم

قانون: ایک شخص نے گلی میں اپنی رہائش کے لیے مکان خریدا ہے جس میں گلی کی جانب ایک ایسا کمرہ بھی ہے جسے وہ دوکان بنانے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس نے ایسا نہ کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے اس کمرہ کو کاروبار کی نیت سے نہیں خریدا تھا بلکہ اسے مکان کے حصہ کے طور پر خریدا تھا اور اب تک اس دکان میں کاروبار بھی شروع نہیں کیا تو اس پر خمس نہیں ہے اور یہ دوکان گھر کے ملحقات میں شمار ہو گی۔

رہائش، تفریح گاہ اور اولاد کی رہائش کے لیے خرید گئی زمین

قانون: جو شخص اپنی سالانہ آمدنی سے اپنی ذاتی رہائش، استراحت، تفریح یا اپنی اولاد کی رہائش کے لیے پلاٹ خریدے جن کے مصارف اس کے ذمہ ہیں تو ان صورتوں میں مذکورہ موارد پر خمس واجب نہیں ہے، بشرطیکہ یہ امور اس کی حیثیت اور شان کے مطابق ہوں اور دوران سال کی آمدنی سے لیا گیا ہو۔

مہمان کے اخراجات

قانون: جو شخص مہمان پر متعارف اور اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے مونۃ سال سے ہے اور اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

صدقات اور حقوق شرعیہ کا حکم

قانون: امور خیریہ یا واجبات دینی پر خرچ کئے گئے اموال پر خمس واجب نہیں ہے۔

میت کے حج کا حکم

قانون: اگر کسی شخص نے حج پر جانے کے لیے ایک مبلغ کسی مالیاتی ادارہ میں جمع کرا رکھا ہو اور حج پر جانے سے پہلے مر جائے تو، اگر واجب حج اس کے ذمہ تھا تو اسے اس کے اصل ترکہ سے انجام دیا جائے گا۔ اگر اس نے اس بارے وصیت کی ہو تو وہ وصیت اصل ترکہ کے 1/3 پر لاگو ہو گی لیکن جو رقم اس نے حج کی نیت سے جمع کر رکھی تھی وہ اس کا ترکہ شمار ہو گی اور اس پر خمس واجب ہو گا۔ اس امر کے لیے اس کی موجودہ قیمت کا حساب لگایا جائے گا لہٰذا اگر اس کے سرمائے کی قیمت بڑھی ہو یا کم ہوئی ہو تو موجودہ قیمت کے حساب سے اس کا خمس دینا ہو گا۔

کم استعمال ہونے والا مکان

قانون: اگر کسی نے کئی جگہوں پر رہائشی مکانات بنا رکھے ہوں اور بعض مکانات میں کمتر رہائش رکھتا ہو اور چند جگہوں پر رہائشی مکانات کا ہونا اس کی ضروریات زندگی میں سے ہو جن میں کم استعمال والا مکان بھی ہو تو اس مکان پر خمس واجب نہیں ہے۔

مکان بنانے کی نیت سے خریدا گیا پلاٹ

ضمن: اگر کسی نے اس ارادے سے پلاٹ خریدا تھا کہ وہ اس پر رہائشی مکان بنا لے گا لیکن وہ اس پر مکان نہ بنا سکا اور اب اس پلاٹ کی قیمت بڑھ جائے اور وہ اس پلاٹ کو فروخت کرے تو اضافی ملنے والی رقم اس شخص کی اس سال کی آمدنی شمار ہو گی جس سال میں اسے اس نے بیچا ہے لہٰذا جو مؤنۃ سال سے بچے گا اس پر خمس واجب ہو گا۔

سیر و تفریح کے لیے خرید شدہ زمین یا باغ کا حکم

قانون: اگر سیر و سیاحت یا ورزش کی جگہ یا خاص باغ انسان کی ضرورت ہو اور یہ چیزیں اس کی حیثیت کے مطابق ہوں تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔

اضافی برتن، بستر اور فرنیچر کا حکم

قانون: جو شخص مہمانوں کے استعمال کے لیے خصوصی برتن، بستر اور فرنیچر وغیرہ تیار کرواتا ہے لیکن سال کے دوران اس کے پاس مہمان نہیں آتے تا کہ ان کے لیے وہ اشیاء استعمال میں لائی سکیں تو اس صورت میں جو چیزیں بغیر استعمال کے موجود ہیں ان پر خمس نہیں ہے بشر طیکہ یہ چیزیں اس کی حیثیت و شان کے مطابق ہوں۔

اضافی ادویات کا حکم

قانون: اگر کسی شخص نے دوران سال اپنی بیماری کے لیے ادویات خریدی ہوں اور خمسی سال پر کچھ ادویات بچ جائیں تو اگر اس نے یہ ادویات بیماری کے علاج کی نیت سے لی ہوں تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔

ذاتی استعمال کی گاڑی کا حکم

قانون: اگر کوئی شخص گاڑی کاروبار میں استعمال کے لیے خریدے تو اس پر خمس واجب ہے لیکن اگر اس نے ذاتی استعمال کے لیے گاڑی خریدی ہو اور گاڑی رکھنا اس کی ضرورت ہو اور اس کی حیثیت و شان کے مطابق ہو تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔ البتہ اگر گاڑی ایسی رقم سے خریدی گئی ہو جس پر سال گزر چکا تھا اور اس کا خمس ادا نہ کیا گیا ہو تو اس کا خمس ادا کرنا ہوگا۔

آئندہ کی ضرورت کے لیے خریدے گئے وسائل کا حکم

قانون: جو شخص آئندہ کی زندگی کے لیے کچھ وسائل خریدے اور ان وسائل کو اکٹھا خریدنا اس کے لیے ممکن نہ ہو اور خریدی گئی چیزیں اس کی شان کے مطابق ہوں اور یہ وسائل سال کی آمدنی سے خریدے گئے ہوں تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔

ایک سال کی ضروریات خریدنے کا حکم

قانون: جو شخص سال کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر سال کے آغاز میں سردیوں اور گرمیوں کے کپڑے خرید لیتا ہے یا دوسرا سامان لے لیتا ہے اگر یہ سب اس کی شان اور ضرورت کے مطابق ہوں تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

کرایہ پر دیا گیا گھر

قانون: جس شخص نے رہائش کے لیے مکان بنا کر اس میں کم از کم ایک سال سکونت اختیار کی ہو پھر اپنی رہائش کے لیے قرضہ لے کر دوسرا گھر بنا لے اور پہلے گھر کو کرایہ پر دے اور اس کے کرایہ سے دوسرے گھر کی اقساط ادا کرتا ہو تو ایسی صورت میں نہ تو پہلے گھر کا خمس ہے اور نہ ہی دوسرے گھر کا۔ پہلے گھر کا خمس اس لیے واجب نہیں ہے کیونکہ یہ اس کی ضرورت تھا اور وہ اس میں ایک سال رہ چکا ہے اور دوسرے گھر پر اس لیے خمس واجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی موجودہ ضرورت ہے۔

گاڑی اور دیگر ذرائع رفت و آمد کے خمس کا حکم

قانون: جو شخص اپنی ضرورت کے تحت سالانہ آمدنی سے اپنی ضرورت کے مطابق رفت و آمد کے لیے گاڑی یا رفت و آمد کا کوئی دوسرا وسیلہ خریدے اور خمسی سال کے آنے تک ان چیزوں کو استعمال نہ کیا ہو اور یہ چیزیں اس کی ضروریات تھیں اور سال کی درآمد سے ان چیزوں کو خریدا تھا تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔

آرائش و زیبائش کے لوازمات، لوازم التحریر اور اسٹیشنری کا حکم

قانون: لکھنے پڑھنے کی چیزیں اگر انسان کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق ہوں اور دوران سال کی درآمد سے لی گئی ہوں تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر دوران سال انہیں استعمال نہ کیا گیا ہو اور ان کی مالیت بھی ہو تو ان پر خمس واجب ہے، جیسے قلم، کاغذ، سیاہی وغیرہ اور یہی حکم خوبصورتی اور بناؤ سنگھار کی چیزوں کا ہے۔

موبائل فون کے کارڈ

قانون: سال خمسی کی تاریخ آنے سے پہلے اگر کسی نے موبائل فون کے بیلنس کارڈ خریدنے کے لیے پیسے دے رکھے ہوں لیکن کارڈ کو ابھی تک وصول نہ کیا ہو اور کارڈ اس کی

ضرورت تھے اور دوران سال کی درآمد سے ان کی قیمت دی گئی ہو تو اس پر خمس واجب نہیں ہے، اگرچہ اس شخص نے کارڈ کو ابھی تک وصول نہ کیا ہو۔

ضمن: جس شخص نے خمسی سال کی تاریخ سے پہلے اپنے موبائل فون میں بیلنس ڈلوایا ہو اور خمسی سال کی تاریخ کے موقع پر اس میں کچھ بیلنس باقی بچا ہو تو جتنی مالیت کا بیلنس بچا ہو گا اس کا خمس دینا واجب ہے۔

گھریلو حیوانات اور ان سے حاصل شدہ آمدنی

قانون: جس شخص نے حیوانات پال رکھے ہوں اور ان کے دودھ، اون، گھی، اور ان جانوروں سے پیدا ہونے بچوں سے فائدہ اٹھاتا ہو تو دوران سال ان سے حاصل ہونے والے فائدہ کی جتنی مقدار خرچ کرے اس پر خمس واجب نہیں ہے۔ لیکن خمسی سال کی تاریخ کے موقع پر موجود چیزوں جیسے گھی، دودھ، اون، پر خمس واجب ہوگا۔

مؤنۃ کے مسائل

(Problems of Mu'na)

مؤنۃ کی تعریف

مؤنہ سے مراد وہ اخراجات ہیں جو انسان خمسی سال کے دوران اپنی روزمرہ کی ضروریات، اپنے اہل و عیال، مہمانوں اور زندگی سے متعلق دیگر امور پر کرتا ہے۔ اسی طرح دینی واجبات اور مستحب اعمال کی انجام دھی کے اخراجات کا شمار بھی مونۃ سال میں ہوتا ہے، جیسے کفارات ادا کرنا، واجب نفقات دینا، حج و زیارات پر جانا، نذر و نیاز، ہدایا و تحائف وغیرہ۔

مؤنۃ کا ضابطہ

سال بھر کی ضروریات زندگی کے اخراجات مؤنۃ سال کہلاتے ہیں۔ اس کا اصول و ضابطہ یہ ہے کہ ہر سال خمسی کا مؤنۃ اسی سال کی منفعت سے حساب کیا جائے گا۔ لہٰذا اگر کسی

سال خمسی کے دوران انسان کو کوئی منفعت نہ ملے (سال کے اخراجات سے کچھ بھی نہ بچے) تو وہ پہلے یا بعد والے سال کی منفعت کو اس سال کے مؤنہ سے منہا نہیں کر سکتا، ہر سال کا مؤنہ اسی سال کی منفعت سے منہا کیا جائے گا۔

اخراجات کا معیار

معاشرے میں ہر شخص کا خاص معیار زندگی ہوتا ہے، اسی معیار کے مطابق مؤنۃ سال کے اخراجات کا حساب لگا جائے گا۔اس کا ضابطہ یہ ہے کہ انسان معاشرے میں اپنی شان و حیثیت کے مطابق مؤنۃ سال کا حساب لگائے اور اس سال کے اخراجات سے بچنے والی آمدنی پر خمس ادے کرے۔

مؤنۃ کے اخراجات کا ضابطہ

۱۔ مونۃ کے اخراجات کا ضابطہ یہ ہے کہ جو کچھ انسان اپنی ذاتی زندگی کی ضروریات اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے وہ اس سال کا مؤنۃ شمار ہوتا ہے۔اس سے مراد یہ نہیں کہ انسان اپنی آمدنی یا اجناس کو خرچ کرنے سے گریز کرے اور انہیں خرچ نہ کرے۔

۲۔ اگر کوئی شخص اپنی حیثیت سے کم خرچ کرتا ہے تو اضافی رقم مونۃ میں شمار نہ ہوگی بطور مثال جس کی حیثیت یہ تھی کہ وہ اپنے اوپر دس ہزار روپے خرچ کرے لیکن اس نے قناعت کی اور آٹھ ہزار روپے خرچ کئے اور دو ہزار روپے بچائے تو بچے ہوئے دو ہزار روپیہ مؤنۃ سال میں سے نہیں ہوں گے اور ان پر خمس واجب ہوگا۔

وہ اخراجات جن کا شمار ضروریات زندگی میں نہیں ہوتا

ضمن: ایسے امور جن کی فی الحال ضرورت نہیں لیکن بعد میں ضرورت ہوگی جیسے ایسا گھر جسے رہائش کے لیے بنایا جارہا ہو جبکہ اس کا بنانے والا فی الحال سرکاری گھر میں رہ رہا ہو اور فی الحال اسے تعمیر کئے جانے والے مکان کی ضرورت نہ ہو تو:

(الف) اگر اس گھر کو اسی سال کی آمدنی سے بنائے یا اُس آمدنی سے بنائے جس پر خمس واجب نہیں یا مخمس مال سے زمین خرید کر بنائے تو اس گھر پر خرچ شدہ مال پر خمس واجب نہیں ہے۔

(ب) اگر اس گھر کی تعمیر ایسی آمدنی سے کی گئی ہو جس پر خمس واجب ہو چکا ہو اور اس کا خمس نہ دیا گیا ہو تو زمین خریدنے اور مکان کی تعمیر میں صرف ہونے والی آمدی کا خمس دینا واجب ہے۔

(ج) اگر اس مکان کو ایسی آمدنی سے تعمیر کرے جس پر خمس واجب ہو چکا ہو لیکن اس نے خمس نہ دیا ہو تو اس پر واجب ہے کہ گھر کی تعمیر پر ہونے والے اخراجات کا خمس ادا کرے اور اگر اس کی قیمت بڑھ گئی ہو تو اُس کی موجودہ قیمت کے حساب سے خمس ادا کرنا ہوگا۔

غیر مخمس مال سے خریدی گئی چیزوں کو فروخت کرنا

Selling of goods purchased from non-velvet goods

قانون: جو شخص اپنی ضرورت کی چیزیں جیسے گاڑی، موٹر سائیکل، قالین وغیرہ سال کی آمدنی سے خریدے اور ان اشیاء کو ایک سال بعد فروخت کرے تو ان پر خمس واجب نہیں ہے۔ اگر ان وسائل کو ایسی رقم سے خریدا تھا جس پر ایک سال گزر چکا تھا اور ان کا خمس نہیں دیا تھا تو پھر اسے ان کا خمس دینا ہوگا۔ بلکہ وہ ان وسائل کو فروخت نہ بھی کرے تو تب بھی ان

کا خمس دینا ہوگا۔ لیکن اگر کسی کو اس بات کا علم ہی نہ ہو کہ جو وسائل اس نے اپنی ضرورت کے لیے خریدے تھے ان پر ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہے نہیں یا ان پیسوں پر سال نہیں گزرا تھا تو اس صورت میں جامع الشرائط مجتہد یا اس کے وکیل سے اجازت لینی ہوگی۔

مؤنۃ کے اموال کو بیچنے کا حکم

قانون: جو چیزیں مؤنۃ سال میں سے ہوں جیسے بیوی کے استعمال کے زیورات یا رہائشی گھر جو اس کی حیثیت اور شان کے مطابق ہوں اگر وہ ان چیزوں کو فروخت کرے اور ان سے حاصل شدہ رقم خمسی سال تاریخ کے آنے کے موقع پر موجود ہو بلکہ اس پر کئی سال بھی گزر جائیں تو بھی خمس واجب نہیں ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ اگر مؤنۃ، سرمایہ میں تبدیل ہو جائے تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

وہ موارد جو مؤنہ نہیں کہلاتے ہیں

(Those cases which are not called muna)

قانون: حاصل شدہ آمدنی چاہے تنخواہ کی صورت میں ملی ہو یا اس کے علاوہ دوسرے ذرائع سے، اس کا خمس دینا واجب ہے۔ مگر یہ کہ اس کو ملنے والی آمدنی کا اگر خمس ادا کیا جائے تو سال کے اخراجات پورے نہ ہوتے ہوں یا اس کی آمدنی اس کے مناسب اخراجات سے کم ہو تو اس صورت میں اس کی آمدنی پر خمس واجب نہیں ہے۔

جو شخص اپنا سرمایہ دوسرے کو مضاربہ کے عنوان سے دے تو اس پر واجب ہے کہ اس کا خمس ادے کرے۔ یہی حکم اس آمدنی کا بھی ہے جو تجارت کرنے سے حاصل ہوئی ہو۔ لہٰذا مال کی وہ مقدار جس کو وہ اپنی زندگی کے اخراجات پر صرف کرتا ہے اس مال کا خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے۔ خمس اس کی آمدنی کی اس مقدار پر واجب ہے جو اس کے سال خمسی کے اخراجات سے زیادہ ہو۔

ضمن: اگر کوئی سال کی آمدنی سے زمین اس ارادے سے خریدے کہ بعد میں اس زمین کو بیچ کر اس سے حاصل شدہ مال سے گھر بنائے گا تو اس پر واجب ہے کہ اس مال کا خمس ادا کرے۔

ضمن: جس شخص نے تین منزلہ مکان اس نیت سے خریدا ہو یا خود تعمیر کیا ہو کہ وہ دو منزلوں کو کرائے پر دے اور کرائے سے حاصل شدہ مال کو اپنی زندگی کی ضروریات پر خرچ کرے گا تو جو مال اس نے ان دو منزلوں پر خرچ کیا ہے اس مقدار کا خمس ادا کرنا واجب ہے (یعنی اس مقدار کا حکم وہی ہے جو رأس المال یعنی اصل سرمایہ کا ہوتا ہے)

اولاد کے لیے بنائے گئے مکان کو کرایہ پر دینا

قانون: جس شخص نے اپنی اولاد کے لیے دو مکان تعمیر کر رکھے ہیں جو کہ اس کی شان کے مطابق ہیں اور موجودہ ضرورت بھی ہے تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر نہ تو خود وہ اس وقت اس مکان میں رہتا ہے اور نہ ہی اس کی اولاد کے استعمال میں ہے، تو اس صورت میں ان مکانات کی تعمیر پر جو کچھ خرچ کیا گیا ہے اس کا خمس دینا ہوگا، کیونکہ یہ مؤنۃ سال میں سے نہیں ہے۔

زیر استعمال چیز تبدیل کر کے دوسری چیز لینا

قانون: بطور مثال ایک شخص اپنے زیر استعمال ضرورت کے قالین کو بیچ کر نیا قالین خریدتا ہے اور اسی دوران خمسی سال کی تاریخ آجاتی ہے تو اس نئے قالین پر خمس واجب نہیں ہے اگرچہ اس نے ابھی تک اس نئے قالین کو استعمال نہ بھی کیا ہو۔ بشرطیکہ نیا قالین اس کی ضرورت ہو اور حیثیت اور شان کے مطابق ہو۔ پرانے قالین پر اس لیے خمس واجب نہیں ہے کیونکہ وہ اس کی ضرورت تھا۔

خمس کی ادائیگی کے وقت نیت

(Intention at the time of payment of Khums)

قانون: خمس کی ادائیگی فریضہ اور مالی عبادت ہے لہٰذا اسے قربۃً اِلیٰ اللہ کی نیت سے ادا کرنا چاہیے۔

نابالغ بچے کے بارے میں

قانون: اگر نابالغ بچے پر خمس واجب ہو جائے تو اس کے ولی پر واجب ہے کہ وہ اس کی طرف سے خمس ادا کرے۔ لیکن یتیم کے مال کے منافع سے خمس ادا کرنا واجب نہیں ہے، یتیم جب بالغ ہوگا تو خود ان منافع کا خمس ادا کرے گا۔

وقف عام

قانون: وقف عام (ایسا وقف جو کسی خاص شخص یا گروہ کے لیے نہ ہو بلکہ سب لوگوں کے لیے ہو) کی گئی چیز پر خمس واجب نہیں ہے۔

خمس کو اپنے ذمہ قرض لینا

قانون: جس شخص نے خمس کا حساب کرکے اسے قسطوں میں ادا کرنے کو بطور قرض اپنے ذمہ لیا ہو اسے وہ قرض ہر حال میں ادا کرنا ہوگا۔ اگرچہ اس نے حساب کرتے وقت جس مجتہد یا اس کے وکیل کی راہنمائی میں وہ قرض اپنے ذمہ لیا تھا وہ مر چکے ہوں۔

تنخواہ کی وصولی

قانون: جو شخص سال خمسی کی تاریخ پر اپنی تنخواہ وصول کر سکتا تھا لیکن اس نے تنخواہ وصول نہ کی تو اس تنخواہ کا خمس دینا اس پر واجب ہے۔ لیکن اگر تنخواہ وصول کرنا ممکن نہ تھا تو جس سال میں وہ تنخواہ وصول کر رہا ہے تو وہ تنخواہ اس سال کی آمدنی شمار ہوگی۔

سونے چاندی کی کرنسی

قانون: سونے، چاندی کے سکوں کا خمس ان کی موجودہ قیمت کے حساب سے دیا جائے گا نہ کہ ان کی قیمت خرید کے حساب سے، لہٰذا خمس کی تاریخ پر جو اس کی قیمت ہوگی اس کے حساب سے خمس ادا کرنا واجب ہوگا۔

سالانہ آمدنی کی بچت پر خمس

ضمن: انسان کی سالانہ آمدنی پر ایک مرتبہ خمس واجب ہوتا ہے لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی سالانہ آمدنی سے کچھ رقم بچا کر بینک میں قرض الحسنہ کی صورت میں جمع کرلے تو اس کا خمس ساقط نہ ہوگا۔

ضمن: اگر کچھ افراد مل کر تعمیرات کا کام کرنا چاہتے ہوں اور اس کے لیے بڑے سرمائے کی ضرورت ہو اور وہ افراد اتنے بڑے سرمایہ کو ایک ساتھ اکٹھا نہ کر سکتے ہوں لہٰذا وہ ان تعمیراتی کاموں کو انجام دینے کے لیے مل کر ایک پرائیویٹ بینک قائم کرلیں اور اس کام کے لیے معین مقدار میں اس بنک میں رقم جمع کردیں تاکہ ضرورت کے مطابق جمع شدہ سرمایہ تعمیراتی کاموں میں لگا سکیں تو مذکورہ صورت میں ہر شخص نے جتنی رقم اپنے سال کی آمدنی سے اس بینک میں رکھی ہے اگر وہ اس رقم کو کاروبار پر لگا سکتا ہے اور جب چاہے اسے بینک سے نکال بھی سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس رقم پر خمس واجب ہوگا۔

سال خمسی کی ابتدا کا ضابطہ

خمسی سال کی ابتدا مکلّف کے تعیّن اور حد بندی سے نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک واقعی اور حقیقی امر ہے۔ لہٰذا ہر شخص کی کمائی کا آغاز ہی اس کے خمسی سال کی ابتدا ہے۔ اس بناء پر زراعت پیشہ افراد کے لیے فصل کی کٹائی کا دن، پیشہ ور کے لیے تنخواہ لینے کا دن ہے، کاروباری افراد کے کمائی کا دن، سال خمسی کا آغاز ہے۔ تاریخ کے تعین کا ضابطہ اس لیے ہے کہ معلوم ہو سکے کہ

اس کی آمدنی سے سال کے خرچہ کے بعد کتنی مقدار بچی ہے تاکہ اس کا خمس ادا کیا جائے۔ اگر کچھ نہیں بچا تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

آمدنی اور اخراجات کی برابری

قانون: جس شخص کی آمدنی اور اس کے سال بھر کے اخراجات برابر ہوں اور اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

غیر شادی شدہ افراد پر خمس

قانون: غیر شادی شدہ مرد یا عورت کی آمدنی سے سال کے اخراجات سے جو کچھ بچ جائے اس کا خمس دینا واجب ہے۔ لہٰذا ان پر لازم ہے کہ وہ اپنے لیے خمسی سال معین کریں اور اس تاریخ پر سال کے اخراجات سے بچنے والی آمدنی کا خمس ادا کریں۔

قانون: اگر میاں بیوی دونوں کی الگ الگ آمدنی ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ خمسی سال ہو گا، جس کے مطابق سال کے اخراجات سے بچنے والی آمدنی کا خمس دینا ہو گا۔

بیوی کی آمدنی

قانون: بیوی کا خرچہ شوہر پر واجب ہے۔ لہٰذا بیوی کی جتنی آمدنی ہے اس پر اسے خمس دینا ہو گا۔ اس کے خمس کے سال کی ابتداء اس دن سے ہو گی جس دن سے اس کی آمدنی شروع ہوئی ہے۔ البتہ اپنی آمدنی سے جو کچھ وہ اپنی ضروریات پر خرچ کر لے گی اس پر خمس نہیں ہے۔

سال خمسی کے آغاز کے لیے مہینہ کا انتخاب

قانون: خمسی سال کا آغاز میلادی، قمری، شمسی، ہندی یا کسی دوسرے مہینہ سے کیا جا سکتا ہے، اس بارے میں مکلّف کو اختیار ہے۔

قانون: خمس کے سال میں تقدیم و تاخیر جائز نہیں۔

خمس کا حساب کرنا

قانون: جس شخص کے خمسی سال کی تاریخ معین ہے وہ اپنا حساب خود کر سکتا ہے۔ البتہ خمس کا حساب کرتے وقت خمس کے قوانین کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

آمدنی کے خمس کا حساب کتاب اور اس کی ادائیگی کا طریقہ
(Calculation of khums on income and method of payment)

وجوب خمس کا تعلق اصل آمدنی سے ہے اور ارباب خمس اس چیز کے تمام اجزا میں مالک کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا مالک کے لیے خمس دینے سے پہلے ولی امر خمس کی اجازت کے بغیر اس چیز میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ چاہے وہ اس کو اپنے ذمے ارباب خمس کے قرض کے طور پر رکھ لے اور اگر فرضاً وہ اس چیز میں تصرف کرکے اسے ضائع کردے تو خمس کی مقدار کا وہ ضامن ہوگا۔ اسی طرح اس کے لیے اس چیز کے کسی ایک حصے میں بھی خمس دینے سے پہلے تصرف کرنا جائز نہیں ہے۔ اگرچہ وہ اس کا خمس ادا کرنے کا عزم بھی رکھتا ہو۔

خمس واجب ہونے کا وقت

آمدنی کے حاصل ہونے پر اس پر خمس واجب ہو جاتا ہے لیکن خمس کی ادائیگی کا وقت خمسی سال کی تاریخ ہے، اس لیے جائز ہے کہ مکلّف خمسی سال کی تاریخ سے پہلے خمس ادا کر دے۔ اسی طرح خمس کی تاریخ کو آگے یا پیچھے کرنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ گزشتہ مدت کی آمدنی کو اسی سال میں حساب کیا جائے اور ارباب خمس کو نقصان نہ ہو۔

سالانہ درآمد سے خرچہ کا منہا کرنا

ضمن: سالانہ آمدنی کے حصول کے لیے جو کچھ خرچ کیا جاتا ہے جیسے ٹرانسپورٹ کے اخراجات، کاروبار کی جگہ کا کرایہ اور وسائل و آلات پر آنے والے اخراجات، مزدور کی مزدوری

اور ٹیکس وغیرہ اس قسم کے تمام اخراجات کو سالانہ آمدنی سے مستثنیٰ کیا جائے گا اور جو بچے گا اس پر خمس واجب ہوگا۔

خمس کا سالانہ اخراجات سے متعلق ہونا

ضمن: دوران سال حاصل ہونے والی آمدنی کو مؤنۃ سال (سالانہ ضروریات زندگی) پر خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے اس پر خمس واجب ہے، اور اس دوران جو کچھ انسان اپنی ضروریات زندگی پر خرچ کرتا ہے یا کاروبار سے منفعت کمانے کے لیے خرچ کرتا ہے اس پر خمس نہیں ہے۔

سالانہ درآمد سے اس سال کے اخراجات منہا کرنا

ضمن: ہر سال کا خرچہ اسی سال کی آمدنی سے لیا جائے گا جس سال میں وہ خرچ ہوا ہے، اس سے پہلے یا بعد کے سال سے نہیں لیا جائے گا۔ بنا برایں اگر کسی سال کی آمدنی سے کچھ بھی نہ بچے تو اس سال کے اخراجات کو گزشتہ یا آئندہ سال کی آمدنی سے منہا نہیں کر سکتے۔

ضمن: سالانہ آمدنی سے خرچہ نکالنے میں یہ شرط نہیں کہ اس کے پاس اس آمدنی کے علاوہ کوئی دوسرا مال موجود نہ ہو بلکہ چاہے اس کے پاس دوسرا ایسا مال موجود ہو جس پر خمس واجب نہ ہو یا ایسا مال موجود ہو جس پر خمس واجب ہو مگر اس نے اس سے خمس ادا کر دیا ہو، بلکہ وہ آمدنی کا کچھ حصہ لے کر اسے خرچ کر سکتا ہے البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ اس شخص نے اپنے اخراجات کو آمدنی اور مخمس مال دونوں سے لیا ہو تو خمس کی تاریخ آنے پر جو مال اس کے پاس بچا ہوا ہے اس میں مخمس اور غیر مخمس کے تناسب سے اس مال کا خمس ادا کرے گا اور جو مخمس مال اس نے سالانہ آمدنی سے خرچ کیا ہے اس کو مستثنیٰ کرنا جائز نہیں۔

رائس المال کے خمس کی ادائیگی اور حساب کرنے کا طریقہ
(Method of payment and calculation of khums of Ras-ul-Mal)

رائس المال کے خمس کے حساب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان کے پاس جتنے اجناس اور نقدی اموال ہوں ان کی قیمت لگا کر خمسی سال کے آخر میں ان کا خمس ادا کرے۔ دوسرے سال ان سب چیزوں کا رائس المال کے ساتھ ملا کر جائزہ لے گا اور دیکھے گا کہ رائس المال سے کچھ زیادہ ہو چکا ہے تو اس کو اپنی آمدنی سے حساب کرے جس پر خمس واجب ہے لیکن اگر رائس المال پر کچھ بھی اضافہ نہ ہوا ہو تو اس پر خمس واجب نہیں ہے۔

ضمن: رائس المال کا حساب کرتے وقت غیر نقدی سامان کی قیمت معین کرنا لازمی ہے، خواہ اندازہ لگا کر ہی کیوں نہ ہو، اس کام کے مشکل ہونے کا بہانا بنا کر اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ضمن: وہ چیزیں جن پر خمس واجب نہیں جیسے انعامات، تحائف وغیرہ اگر رائس المال (بنیادی سرمایہ) سے مخلوط ہو جائے (جس پر خمس واجب ہے) تو خمسی سال کے آخر میں ان چیزوں کو رائس المال سے مستثنیٰ کرکے باقی ماندہ اموال کا خمس ادا کیا جاسکتا ہے۔

ضمن: مخمس مال کو رائس المال سے مستثنیٰ کرنے کا معیار، بنیادی رائس المال ہے اور اس سے مراد وہ بنیادی سرمایہ ہے جسے کاروبار پر لگایا گیا ہے جیسے نقدی اور جنس کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ ان سب کی نوعیت کو دیکھا جائے گا اگر اس نے کاروبار میں سونے کی کرنسی لگائی ہو تو خمسی سال کی تاریخ آنے پر خمس ادا کرنے کے لیے اتنی تعداد میں سکے الگ کر لیے جائیں گے۔ اگرچہ سونے کے سکوں کا نرخ گزشتہ سال کے مقابلے میں بڑھ گیا ہو۔ لیکن اگر رائس المال کرنسی نوٹ یا جنس ہو تو گزشتہ خمسی سال کے موقع پر سونے کے سکوں کے برابر جو رقم سرمایہ کے طور پر لگائی گئی تھی، صرف اس کے برابر رقم مستثنیٰ کرنا جائز ہوگا، سونے

کے سکوں کی تعداد کے برابر نہیں، بنا بر ایں اگر آنے والے سال میں سکوں کا نرخ بڑھ گیا ہو تو بڑھی ہوئی مقدار کا منافع میں حساب کیا جائے گا اور اس میں سے خمس دینا ہوگا۔

آمدنی کے خمس کا حساب صحیح ہونے میں شک

اگر کوئی گزشتہ برسوں کی آمدنی کے خمس کا حساب کے صحیح ہونے کے بارے میں شک کرے تو اسے اپنے شک پر دھیان نہیں دینا چاہیے،اور دوبارہ اپنی آمدنی کا خمس دینا اس پر واجب نہیں، البتہ اگر وہ اس آمدنی کے بارے میں شک کرے جو اس کے پاس موجود ہے کہ وہ گزشتہ سالوں کی ہے یا موجودہ سال کی ہے کہ جس کا خمس ابھی نہیں دیا تو یہاں پر احتیاطاً واجب ہے کہ اس کا خمس ادا کرے، مگر یہ کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا خمس دے چکا ہے۔

قسطوں میں خمس کی ادائیگی

ضمن: جس شخص پر خمس واجب ہو چکا ہو لیکن فی الحال وہ خمس ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو واجب ہے کہ ولی امر (مجتہد جامع الشرائط یا اس کے وکیل) سے اجازت لے کر خمس کو اپنے ذمے لے لے اور جب بھی اور جتنی مقدار میں خمس اداء کر سکتا ہو اتنی مقدار میں خمس ادا کر دے۔

ضمن: اگر کوئی شخص اپنا کچھ مال ان اموال کے خمس کے طور پر ادا کرے جن پر ابھی خمس واجب نہیں ہوا اور اس نے اس مال کو خمس کے شرعی مصارف میں خرچ کر دیا ہو تو وہ ان اموال کا خمس شمار نہ ہوگا۔ لہٰذا خمس میں دیا گیا مال اگر بعینہٖ موجود ہو تو وہ اس کا مطالبہ کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ضمن: جو شخص یہ احتمال دے کہ اس کے باپ نے اپنی زندگی میں اپنے اموال کا خمس بالکل نہیں دیا تھا اور وہ کچھ زمین خیراتی کاموں کے لیے ہبہ کرکے اسے متوفی کے اموال کے خمس میں حساب کرنا چاہے تو ایسا کرنا متوفی کے خمس نہ دئے گئے مال کا خمس شمار نہ ہوگا۔

ضمن: ایسی بنجر زمین جو اس شخص کی ملکیت نہ ہو جس کے نام پر یہ زمین ہے تو وہ اس زمین کو خمس کی ادائیگی میں نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اس کی مملوکہ زمین جسے حکومت اس سے مفت میں لے لیتی ہے تو وہ اس زمین کو بھی خمس میں شمار نہیں کر سکتا۔

ضمن: خمس اور دوسرے شرعی واجبات کو بینک کے ذریعے ادا کرنے میں کوئی حرج نہیں، لہٰذا جس شخص کے لیے خمس کے مال کو بعینہٖ ولی امر (مجتہد جامع الشرائط) یا اس کے وکیل تک پہنچانا مشکل ہو تو وہ بینک کے ذریعے اس رقم کو بھیج سکتا ہے چاہے بینک سے لیا گیا مال وہی کیوں نہ ہو جو اس نے بطور خمس دیا تھا۔

مشکوک مال کا حکم

(Order of Doubtful goods)

ضمن: جس مال کے متعلق شک ہو کہ اس کا خمس ادا کیا گیا ہے کہ نہیں، اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں، مگر یہ کہ یقین ہو کہ اس مال پر خمس واجب ہو چکا تھا اور اس کا خمس ادا نہیں کیا گیا۔ لہٰذا اس شخص کے ہاں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں جو اپنے اموال کا خمس ادا نہیں کرتا جب تک اُسے یہ یقین نہ ہو کہ وہ جو کھانا کھا رہا ہے اس پر خمس واجب ہے۔

ضمن: اگر کسی زمین کا مالک ایسے لوگوں کے ساتھ لین دین کرتا ہو جن کے بارے میں شک ہو کہ وہ اپنے اموال کا خمس دیتے ہیں یا نہیں تو جب تک بعینہٖ اس مال میں خمس کے وجوب کا یقین نہ ہو کہ جو مال خریدار اسے دے رہا ہے، ان کے ساتھ معاملہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس بارے ان سے پوچھنا یا تحقیق کرنا بھی اس پر واجب نہیں ہے۔

ضمن: جو لوگ دینی امور کی انجام دہی کے پابند نہیں جیسے نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، خمس و زکوۃ دینا، ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا جائز ہے، البتہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

کی نیت سے ان سے دوری کی جا سکتی ہے، جب ایسا کرنا ان کی ہدایت کا سبب بنے۔ ایسے افراد کے ہاں کھانا پینا بھی جائز ہے۔

ضمن: جس کے ذمے مالی واجبات ہوں وہ اس رقم کو دوسری کرنسی جیسے ڈالر وغیرہ میں تبدیل کر سکتا ہے جس کا نرخ ثابت ہو۔ لیکن جب وہ ان واجبات کو ادا کرنا چاہے تو ادائیگی کے وقت کی قیمت کا حساب کرے گا۔ تاہم جو شخص شرعی واجبات وصول کرنے میں ولی امر (مجتہد جامع الشرائط) کی طرف سے وکیل ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ وصول کردہ کرنسی کو دوسری کرنسی میں تبدیل کرے۔ مگر یہ کہ اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہو۔

ضمن: جو شخص اپنے مالی واجبات کو ایسے شخص کی اجازت کے مطابق کہ جس کو شرعی لحاظ سے مالی واجبات دینا صحیح ہو، مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اپنے ان مالی واجبات کو ادا کر رہا ہے جو اس کے ذمے ہیں تو وہ بعد میں ان اموال کو واپس نہیں لے سکتا اور نہ ہی ان اموال میں مالکانہ تصرف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

ضمن: جو شخص اپنا کچھ مال مستحب حج پر جانے کے لیے ادارۂ حج کو دے لیکن حج پر جانے سے پہلے مر جائے تو ادارۂ حج کو دی گئی رقم یا اس ادارۂ کی طرف سے دی گئی سند کی موجودہ قیمت کو اس کے ترکہ میں شامل کیا جائے گا۔ البتہ اس مال کو مستحب حج میں خرچ کرنا واجب نہیں مگر یہ کہ حج پر جانا واجب ہو یا متوفی نے مستحب حج کے لیے وصیت کی ہو تو ایسی صورت میں حسب ضابطہ اس مال کو حج کے مصارف میں خرچ کیا جائے گا۔ جو مال اس نے سفر حج کے لیے دیا تھا اگر اس پر خمس واجب تھا اور اس نے خمس نہیں دیا تھا تو اس مال کا خمس دیا جائے گا اور خمس دینے کے بعد ترکہ تقسیم ہوگا۔

افادہ:

۱۔ اس کتاب میں ہم نے مراجع تقلید کی خمس کے بارے میں لکھی گئی فقہی مسائل کی کتابوں سے خمس کے مسائل کو قوانین اور ضمنی بحثوں کی شکل میں بیان کیا ہے۔ اپنے

مرجع تقلید کے فتویٰ کو جاننے کے لیے ہر شخص ان کی فقہی مسائل کی کتاب (توضیح المسائل) کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ یا ان کے وکیل سے رجوع کرکے اپنے مرجع تقلید کے فتاویٰ جان سکتا ہے۔ اور وہ اس کے مطابق خمس ادا کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۲۔ اس کتاب میں بیان کئے گئے قوانین خمس کے لیے درج ذیل مراجع عظام کی فقہی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے:۔

تحریر الوسیلہ (امام خمینیؒ)؛ منہاج الصالحین (آقائ وحید خراسانی)؛ استفتاءات (آقائ خامنہ ای)؛ توضیح المسائل (آقائ سید علی سیستانی) (آقائ شیخ حافظ بشیر حسین نجفی) (آقائ ناصر مکارم شیرازی) (آقائ سید سعید الحکیم)۔

شیعہ حدیثی منابع میں

کتب اربعہ، اصول کافی، من لایحضرہ الفقیہ، الاستبصار، تھذیب الاحکام میں خمس سے متعلق جو ابواب ہیں ان میں تفصیل کے ساتھ ان احکام کے بارے میں احادیث موجود ہیں جن سے ہمارے مراجع تقلید نے ان احکام کا استنباط کیا ہے، ان احادیث کو ان منابع میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح وسائل الشیعہ جلد ۴ کتاب الخمس کی طرف بھی رجوع کیا جا سکتا ہے۔

ساتواں باب

(Chapter Seven)

”معدنیات“
کے احکام و قوانین

Rules and Laws
Of
"Minerals"

معدنیات(Minerals)

معدن: معدن، مَفعَل کے وزن پر ہے اور ہر اس چیز کو معدن کہتے ہیں جس کی اصل اور جڑ ہو پھر یہ لفظ اس پتھر کے لیے استعمال ہوا جس سے ایسی چیز کو نکالا جا سکے جس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ معدن دھات کے معنی میں ہے؛ کسی چیز کے پیدا ہونے کی جگہ کو بھی معدن کہتے ہیں۔

شور زدہ زمین

قانون: شور زدہ زمین سے پھوٹنے والے پانی سے اس زمین پر جمع ہونے والا نمک، معدن کے حکم میں ہے لہٰذا حسب ضابطہ اس کا خمس دینا واجب ہے۔

معدن کے عنوان کا دایرہ

قانون: خام تیل، مائع گیس، اور زمین سے نکلنے والی مائع دھاتیں سب معدن کے حکم میں ہیں۔ اسی طرح سونا، چاندی، سیسہ، آئرن، تانبہ، جپسم، سلیکا، چونے کا پتھر، پتھری کوئلہ، ہر قسم کے قیمتی پتھر، تارکول، تیل، گیس، گندھک، پیتل، نمک، سرخ مٹی، کپڑے دھونے والی مٹی، سیمنٹ کا پتھر وغیرہ بھی معدن میں شامل ہیں۔

معدن سے خمس کا نصاب
(Nisab of Khums from Minerals)

ضابطہ: معدن سے نکالے ہوئے مال پر خمس اس وقت واجب ہوتا ہے جب اس کی مقدار بیس دینار (سونے کا سکہ) یا دو سو درہم (چاندی کا سکہ) یا ان کے برابر قیمت رکھتی ہو۔

ضمن: معدن سے حاصل شدہ مال کا خمس دینا واجب ہے چاہے وہ مباح زمین سے نکلا ہو یا کسی کی ملکیتی زمین سے ہو۔

معدن کا کسی کی ملکیت ہونا

ضمن: کسی کی ملکیت میں موجود معدن کو اس کے مالک کی اجازت سے نکالا جا سکتا ہے۔

مال نکالنے پر اخراجات

ضمن: معدن کو نکالنے پر آنے والے اخراجات کو علیحدہ کرکے باقی پر خمس دینا ہوتا ہے۔

مالک کی اجازت

ضمن: اگر مالک اجازت نہ دے تو نکالے گئے پورے معدن کا خمس دینا ہوگا۔ البتہ معدن سے مال نکالنے والے شخص کو پوری اجرت دے گا اس نکالے ہوئے معدن سے کسی قسم کے خرچ کو بھی منہا نہیں کرے گا بلکہ نکالے گئے پورے معدن کا خمس دے گا۔

معدن نکالنے والا شخص

ضمن: معدن نکالنے والے پر خمس واجب ہے چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر۔

چند افراد کا مل کر معدن نکالنا

قانون: معدنیات پر خمس کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ وہ حد نصاب کو پہنچے، اب اس میں فرق نہیں کہ ایک شخص اسے نکالے یا چند اشخاص مل کر نکالیں۔ نکالے گئے معدن پر آنے والے اخراجات کو منہا کرنے کے بعد اگر وہ معدن کے شرعی نصاب یعنی (۲۰ دینار یا دو سو درہم چاندی کے برابر) ہو تو اس پر خمس واجب ہوگا۔ شراکت کی صورت میں ہر ایک کے حصہ میں آنے والا معدن اگر شرعی نصاب کے برابر ہو تو اس پر خمس واجب ہے وگرنہ خمس واجب نہیں۔

حکومت کے نکالے گئے معادن کا خمس

ضمن: جن معادن کو حکومت نے نکالا ہو، یعنی اس معدن کو کسی شخص یا اشخاص نے ذاتی حیثیت سے نہ نکالا ہو بلکہ حکومت کی نگرانی میں معدن نکالا گیا ہو اور وہ معدن حکومت کی ملکیت میں ہو تو اس پر خمس واجب نہیں، کیونکہ اس میں خمس کے وجوب کی شرط ہی موجود نہیں ہے۔

آٹھواں باب
(Chapter Eight)

”خزانہ/کنز“
احکام و قوانین

Laws and Orders of treasury

تعریفات(Definitions)

کنوز: کنز کی جمع ہے،اس کے معنی خزانہ کے ہیں، سونے کو بھی کنز بولا جاتا ہے۔

رکاز: دفن شدہ مال کو رکاز کہا جاتا ہے چاہے آدمی نے خود اسے دفن کیا ہو جیسے، کنز، خزانہ، یا اللہ کی طرف سے زمین میں رکھا گیا ہو جیسے معدن۔ حجاز میں زمانۂ جاہلیت میں خزائن کو رکاز کہا جاتا تھا۔ جبکہ اہل عراق رکاز سے مراد معدن لیتے تھے۔ زمین کے اندر دفن کئے ہوئے جواہرات کو بھی رکاز کہتے ہیں۔

زمین کے اندر سے ملنے والا دفینہ
(An underground treasure)

قانون: جس شخص کو زمین کے اندر سے ایسا دفینہ ملے جس کی قیمت بیس دینار (سونے کے) یا دو سو درہم (چاندی) کے برابر ہو اور نہ تو اس پورے دفینہ کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والا کوئی ہو اور نہ ہی اس کے کسی ایک حصہ کی ملکیت کا دعویٰ کرنے والا ہو تو اس پر خمس واجب ہے۔

زمین سے ملنے والے خزانہ کا حکم
(Order regarding the treasure which discover from Land)

ضمن: جب خزانہ ملے اور اس کے مالک کا پتہ نہ ہو چاہے وہ خزانہ (کنز) کفار کی سرزمین سے ملے یا مسلمانوں کے غیر آباد علاقوں یا کھنڈرات اور ویرانے سے ملے تو اس خزانہ پر خمس واجب ہے۔ چاہے ملنے والے خزانہ کے سکوں پر اسلامی حکومت کے نشان ہوں یا نہ ہوں۔

مملوکہ زمین سے ملنے والا خزانہ
(The treasure which found in Owner's Land)

ضمن: اگر کسی کی ملکیتی زمین سے خزانہ ملے اور جسے خزانہ ملا ہے اس نے وہ زمین کسی دوسرے سے خریدی ہو تو وہ ملنے والے خزانے کے متعلق اس زمین کے سابق مالک کو بتائے گا اگر وہ کہے کہ یہ خزانہ اس کا نہیں ہے تو اس سے پہلے والے مالک کو بتائے گا (اگر سابقہ مالک نے وہ زمین کسی اور سے خریدی ہو) اگر وہ بھی کہے کہ ملنے والا خزانہ اس کا نہیں ہے اور اس خزانہ کے مالک کا علم نہ ہو سکے تو جس شخص کو خزانہ ملا ہے اس پر اس خزانہ کا خمس واجب ہوگا۔

حیوانات و پرندوں کے شکم سے ملنے والی قیمتی اشیاء
(Expensive goods which found In the body of animals and birds)

ضمن: اگر خریدے گئے حیوان، پرندے یا مچھلی کے شکم سے کوئی قیمتی شئے مل جائے اور فروخت کرنے والا معلوم نہ ہو تو جس شخص کو قیمتی شئے ملی ہے وہ اسی کی ملکیت ہوگی اور اس پر اس قیمتی شئے کا خمس ادا کرنا واجب ہے۔

خزانہ کے خمس کا نصاب

ضمن: خزانہ کے خمس کا نصاب بیس دینار (سونے کے) یا دو سو درہم (چاندی کے) ہے۔

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام
(Statement of Imams Ahl-ul-Bayt (P.B.U.H)

۱۔ایک طویل حدیث میں آیا ہے کہ "امیر المومنین علیہ السلام قال لصاحب الركاز؛ اد خمس ما أخذت فان الخمس عليك فانك انت الذى وجدت الركاز"

امیر المومنینؑ نے اس شخص سے فرمایا جسے خزانہ ملا تھا: تمہیں خزانہ ملا ہے تو تم پر اس کا خمس واجب ہے کیونکہ خزانہ کو تم نے حاصل کیا ہے اور یہ خزانہ تمہیں ملا ہے۔"[1]

۲۔عن أبي الحسن الرضا(علیه السلام)، قال: سألته عمّا یجب فیه الخمس من الکنز! فقال علیه السلام: مایجب الزکاة في مثله ففیه الخمس۔

ترجمہ: "امام رضاؑ سے خزانہ پر خمس کے بارے میں سوال کیا گیا توآپؑ نے فرمایا: اس قسم کے مال میں زکوۃ نہیں ہے بلکہ اس پر خمس واجب ہے۔"

۳۔ حضرت علیؑ کو کی گئی وصیت میں نبی کریمؐ نے فرمایا: یا علی ! ان عبدالمطلب (الی ان قال) و وجد کنزاأفأخرج منه الخمس وتصدق بها فانزل الله۔ واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه۔

ترجمہ: "اے علی ! حضرت عبد المطلب علیہ السلام نے زمانہ جاہلیت میں پانچ قوانین بنائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں برقرار رکھا (ان میں سے ایک) آپ کو خزانہ ملا تو آپ نے اس کا خمس صدقہ کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس قانون کو یوں بیان کیا:

واعلموا انما غنمتم من شئ فإن لله خمسه[2]

قانون: خزانہ کے خمس کو اس کو نکالنے پر آنے والے اخراجات کو منہا کرنے کے بعد دیا جائے گا۔

مستند حدیث: (Authentic hadith)

خزانہ کے خمس کے بارے میں حدیث نبوی میں آیا ہے:

1۔ وسائل الشیعہ ج۴، باب۶، ص۳۴۶۔

2۔ وسائل الشیعہ ج۴، باب۵، ص۳۴۵۔

عن علی ابن ابی طالب علیہ السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انّہ قال فی وصیۃ لہ: یا علی ان عبد المطلب سنّ فی الجاهلیۃ خمس سنن اجراها اللہ لہ فی الاسلام، الی قولہ: ووجد کنزاً فاخرج منہ الخمس و تصدق بہ فانزل اللہ تعالی ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ [1]

ترجمہ: ”حضرت امیر المومنین علیہ السلام نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ علیہ السلام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: یا علیؑ! ہمارے جد عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیت میں پانچ کام ایسے کیے جنہیں خدا نے اسلام میں برقرار رکھا ہے، ان میں سے ایک یہ کہ آپ کو ایک خزانہ ملا، آپ نے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ آیت نازل فرمائی: ”اور جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسولؐ، رسولؐ کے قرابتداروں، ایتام، مساکین اور ابن السبیل (مسافرانِ غربت زدہ) کے لیے ہے۔“

1۔ الخصال ص، ۳۱۲ ح، ۸۹۔

نوّاں باب
(Chapter Nine)

”غوطہ خوری“
سے ملنے والی چیزوں کے
احکام و قوانین

Laws and regulation
of things found in diving

تعریفات(Definitions)

غوص یا غوطہ خوری

غوص: عربی زبان میں پانی میں غوطہ لگانا، موتی اور جواہرات نکالنے کی نیت سے گہرے پانی میں غوطہ لگانے کے معنی میں ہے۔

قانون: غوطہ خوری سے حاصل ہونے والی چیزوں پر خمس واجب ہے۔

سمندر سے حاصل شدہ مال پر خمس

(Khums on goods which obtained from sea)

قانون: غوطہ خوری کے بغیر کسی اور وسیلہ سے سمندر سے حاصل ہونے والے مونگے، موتی اور جواہرات پر خمس واجب ہے۔ لیکن جو چیزیں پانی کی لہروں کے ذریعے خود بخود سمندر کے ساحل پر آجائیں اور ساحل سمندر سے ملیں تو یہ "کسب" (کمائی) ہے اور ان پر خمس واجب نہیں ہے۔

سمندر کے کنارے کاروبار پر خمس

(Khums on sea-side business)

ضمن: جو شخص سمندر کے کنارے مونگے، موتی، ہیرے، جواہرات کی تلاش میں رہتا ہے تو ساحل سمندر سے ملنے والی چیزیں ارباح شمار ہوں گی، لہٰذا مئونة (سال کے ضروری اخراجات) کے بعد جو کچھ بچے گا اس کا خمس دینا ہوگا۔ ان چیزوں پر خمس کے واجب ہونے کے لیے نصاب معتبر نہیں ہے۔

ضمن: جس شخص کو اتفاق سے ساحل سمندر سے ایسے جواہرات مل جائیں جو معمولاً غوطہ خوری کے ذریعے سے نکالے جاتے ہیں اور ان میں غوط خوری سے ملنے والی چیزوں کا نصاب پورا ہو تو اس پر خمس واجب ہوگا۔

غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال پر خمس
(Khums on the goods which obtained from diving)

ضمن: جو چیزیں غوطہ خوری کے ذریعے سمندر سے حاصل کی جائیں ان پر غوطہ سے حاصل شدہ جواہرات کا حکم لاگو ہوگا۔

غوطہ خوری سے حاصل شدہ مال پر اخراجات کا حکم
(Order of expenditure on property obtained by diving)

قانون: معدن، کنز اور غوط خوری کے ذریعے حاصل شدہ چیزوں پر آنے والے اخراجات جیسے کھدائی، غوطہ خوری کے آلات، سانچے وغیرہ کو منہا کرنے کے بعد اگر ان کا نصاب پورا ہو تو ان پر خمس واجب ہے۔

ضمن: بڑے دریا، سمندر کے حکم میں ہیں جیسے دریائے سندھ، چناب، جہلم، ستلج، کابل وغیرہ۔ لیکن چھوٹے ندی نالے سمندر کے حکم میں نہیں ہیں۔ اس کا معیار یہ ہے کہ جواہر اسی پانی میں تیار ہوتے ہوں۔

ضمن: کنز اور غوص سے حاصل شدہ چیزوں پر خمس واجب ہونے کے لیے اس کے نکالنے والے کا آزاد اور مکلّف ہونا شرط نہیں، لہٰذا کنز نکالنے والا آزاد ہو یا غلام ہو، نابالغ ہو یا بالغ، نکالی گئی چیزوں پر خمس واجب ہوگا بلکہ ان چیزوں پر خمس کے واجب ہونے کے لیے عقل اور مرد ہونا بھی ضروری نہیں لہٰذا کنز اور غوطہ خوری سے خزانہ اور جواہرات نکالنے والا خواہ مجنون ہو یا عاقل، مرد ہو یا عورت، مسلمان ہو یا کافر ذمی سب پر ان چیزوں کا خمس واجب ہے، بنابرایں اگر وہ چیزیں نصاب کے برابر ہوں تو مجنون اور نابالغ کا خمس ان کا ولی دے گا۔

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام
(Statement of Imams Ahl-ul-Bayt (P.B.U.H)

۱۔سئل ابو الحسن موسیٰ بن جعفر عما یخرج من البحر من اللؤلو والیاقوت وابرجد هل فیها زکاة فقال اذا بلغ قیمته دینارا ففیه الخمس۔

ترجمہ: ''حضرت ابوالحسن امام موسیٰ بن جعفر الکاظمؑ سے سوال کیا گیا کہ سمندر سے نکالے گئے لوٗلوٗ، یاقوت، زبرجد پر زکوۃ واجب ہے؟ توآپؑ نے فرمایا: اگر ان کی قیمت ایک دینار کے برابر ہو تو ان پر خمس واجب ہوگا۔''

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:

۲۔انه قال فی العنبروغوص اللؤلو۔

ترجمہ: ''عنبر اور غوطہ خوری سے ملنے والے لوٗلوٗ پر خمس واجب ہے۔''

۳۔ عن الحلبی قال؛سألت ابا عبدالله عن الکنز کم فیه؟قال الخمس و عن المعادن کم فیها؟ قال الخمس۔

ترجمہ: ''الحلبی نے کہا: میں نے حضرت امام صادقؑ سے کنز کے بارے میں سوال کیا کہ اس پر کیا واجب ہے؟ توآپؑ نے فرمایا: اس پر خمس واجب ہے۔''

عن ابی الحسین علیه السلام قال سألته عن المعادن ما فیها؟ فقال کل ما کان رکاز اففیه الخمس۔[1]

ترجمہ: ''امام ابوالحسن علیہ السلام سے معادن کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان پر کیا واجب ہے توآپؑ نے فرمایا: ہر وہ شئے جو رکاز سے ہے اس پر خمس واجب ہے۔''

---

[1]۔ وسائل الشیعہ ج۶، ص۳۴۹، ابواب وجوب الخمس۔

دسواں باب
(Chapter Ten)

”حرام مال سے مخلوط حلال مال“
پر احکام و قوانین

Laws and Orders on legal property mixed with illegal property

قانون: وہ حلال مال جو حرام مال سے مخلوط ہوا ہو اور اسے حرام مال سے الگ نہ کیا جاسکتا ہو اور نہ ہی حرام مال کی مقدار معلوم ہو اور نہ ہی اس کا مالک معلوم ہو تو ایسے مال پر خمس واجب ہے تاکہ اس مال کا استعمال اس کے مالک کے لیے جائز ہو۔

حرام مال کا خمس کی مقدار سے زیادہ ہونا
(Illegal wealth exceeding the amount of Khums)

ضمن: اگر اجمالی طور پر اتنا معلوم ہو کہ حرام مال کی مقدار خمس سے زیادہ ہے تو ایسی صورت میں خمس کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ حاکم شرع کے ساتھ خمس دینے کے بعد بقیہ مال کے حوالے سے مصالحت کرنا ہوگی تاکہ وہ مال اس کے لیے یقینی طور پر حلال ہو جائے۔

ضمن: اگر خمس کی ادائیگی کے بعد معلوم ہو جائے کہ حرام مال کی مقدار خمس سے کم تھی تو مال کا مالک اضافی مقدار کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

بیان آئمہ اہل بیت علیہم السلام
(Statement of Imams Ahl-ul-Bayt (P.B.U.H))

ا۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال ان رجلا اتی امیر المؤمنین(ع) فقال یا امیرالمؤمنین انی اصبت مالا لا اعرف حلالہ من حرامہ فقال لہ: اخرج الخمس من ذلك المال فان اللہ عزوجل قد رضی من ذلك المال بالخمس واجتنب ما کان صاحبہ یعلم۔

ترجمہ: ”ایک شخص نے حضرت امیر المومنینؑ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنینؑ! میرے پاس ایسا مال ہے جو حرام کے ساتھ مخلوط ہوگیا ہے اور اس میں سے حلال اور حرام مال کی مقدار مجھے معلوم نہیں ہے، تو آپؑ نے فرمایا: اس مال کا خمس دو کہ اللہ تعالٰی اس مال کے خمس نکال دینے پر راضی ہے۔ اور جس مال کے مالک کا تمہیں علم ہے اس کے استعمال سے اجتناب کرو۔ (آگاہ شخص حرام کو حلال سے جدا کرلے گا)۔“

۲۔جاء رجل الی امیر المومنین علیہ السلام فقال یا امیر المومنین علیہ السلام احیث مالا اغمضت فیه أفلی توبة۔۔۔۔ ایك اور حدیث میں ہے فقال؛انی نسبت مالا اغمضت فی مطالبه حلالا وحراما وقد اردت التوبة ولا ادری الحلال منه والحرام وقد اختسلط علی، فقال امیر المومنین علیہ السلام تصدق بخمس مالك فان الله رضی من الاشیاء بالخمس وسائر المال لك حلال۔

ایک آدمی امیر المومنینؑ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں نے کچھ مال حاصل کیا ہے اور اس مال کے بارے میں میں نے چشم پوشی کی (یعنی میں نے اس مال کے حصول میں حلال اور حرام کی تمیز نہیں کی) تو کیا اب میری توبہ قبول ہے؟ تو امامؑ نے فرمایا:

ایتینیی خمسه فاتاه خمسه فقال هولك ان الرجل اذا تاب تاب ماله معه۔

اس کا خمس میرے پاس لے آؤ، جب وہ شخص اس مال کا خمس لے آیا تو امامؑ نے فرمایا: اب باقی مال آپ کے لیے حلال ہے کہ جب کوئی شخص توبہ کرلیتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا مال بھی پاک ہو جاتا ہے۔

اس مضمون کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی آپؑ کے پاس آیا اور عرض کی: میرے پاس ایسا مال ہے جس میں حلال اور حرام مخلوط ہوئے ہیں اور میں نے مال کماتے وقت حلال اور حرام کی تمیز نہیں کی اور اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں جبکہ اس مال کی حلال اور حرام مقدار بھی معلوم نہیں ہے، تو امیر المومنینؑ نے فرمایا: اپنے مال کا خمس دو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی اشیاء (اموال) سے خمس دینے پر راضی ہوتا ہے، باقی مال تیرے لیے حلال ہے۔[1]

1۔ وسائل الشیعہ کتاب الخمس باب ۱۰، ص ۳۵۲۔

گیارھواں باب
(Chapter Ten)

جنگی غنائم
کے احکام و قوانین

War booty
Rules and regulations

قانون: دارالحرب سے ملنے والے اموال، غنیمت ہیں ان پر خمس واجب ہے۔

غنیمت سے مراد: جو چیزیں تلوار (اسلحہ) کے زور پر کفار و مشرکین سے حاصل کی جاتی ہیں، انہیں غنیمت کہا جاتا ہے۔ تمام مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار سے حاصل شدہ مال غنیمت پر خمس واجب ہے۔

اہل حرب: اہل حرب ان کفار کو کہا جاتا ہے جن کی جان، مال، خون اور ناموس کے لیے اسلامی مملکت کی طرف سے آئینی تحفظ حاصل نہیں ہے۔

کافر ذمی کے مال، خون، ناموس کا احترام
(Respecting the property, blood and honor of Non-Muslim)

اسلامی مملکت میں رہنے والے اور مملکت کو جزیہ دینے کا عہد و پیمان باندھنے والے کافر کو کافر ذمی کہا جاتا ہے، ایسے کفار کی جان، مال اور ناموس محترم ہیں۔

اہل حرب سے لیا گیا مال
(Property taken from warrior)

ضمن: کافر حربی سے لیا گیا مال خواہ جنگ کے دوران لیا گیا ہو یا جنگ کے بعد لیا گیا ہو اسی طرح خواہ اس مال کو فوج نے اپنے قبضے میں لیا ہو یا دوسرے لوگوں نے اسے حاصل کیا ہو، اسے مال غنیمت ہی قرار دیا جائے گا۔

کفار سے جنگ
(War with Non-Muslim)

حربی کافروں سے لیا گیا وہ مال غنیمت شمار ہوگا جو ایسی جنگ کے نتیجے میں ان سے حاصل کیا گیا ہو جو نبی اکرمؐ یا ان کے وصی (حاکم شرع) کے حکم سے لڑی گئی ہو۔ لہٰذا اگر امام معصوم موجود ہو اور ان سے اجازت لینا بھی ممکن ہو لیکن کافروں سے جنگ کے لئے ان سے

اجازت نہ لی گئی ہو تو ایسی جنگ کے نتیجے میں حاصل شدہ مال، غنیمت نہ ہوگا بلکہ وہ مال انفال سے ہوگا اس کا حکم علیحدہ ہے۔

امام معصوم علیہ السلام کی غیبت میں کفار سے جنگ کا حکم

(The command to fight against Non-Muslim in the absence of Imam Masoomeen (A.S)

امام معصومؑ کی غیبت کے زمانے میں کافروں سے لڑی جانے والی جنگ جس میں کفار نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہو اور مسلمان اپنے دفاع کے لیے جنگ لڑ رہے ہوں یا اسلامی دعوت کے لیے جنگ لڑی جارہی ہو دونوں صورتوں میں کفار سے حاصل شدہ مال کا خمس دینا واجب ہے۔

غیر ذمی کفار کا حکم

(The order of Non-Muslim)

ایسے کفار جو ذمی نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ اسلامی مملکت کا کسی قسم کا معاہدہ ہے کہ حکومت ان کے جان و مال و ناموس کی حفاظت کریگی تو ایسے کفار کا مال جس طریقہ سے بھی حاصل کیا جائے گا تو اس پر خمس دینا واجب ہے۔

غیر مسلم ممالک میں موجود مسلمان

(The muslims which present in non-Muslim countries)

غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمانوں پر ان ملکوں کے قوانین کا احترام کرنا ضروری ہے۔ وہ ان ممالک کے کفار کے اموال کو نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ان کے اموال کو ان کی اجازت کے بغیر استعمال کر سکتے ہیں۔

منقولہ و غیر منقولہ اموال کا حکم

(Order regarding movable and immovable property)

حربی کافروں سے لڑی جانے والی جنگ میں حصہ لینے والے مسلمان سپاہی، ان سے ملنے والی منقولہ اشیاء کے مالک ہوں گے، البتہ ان کا خمس ادا کرنے کے بعد بقیہ مال ان کا ہوگا۔ لیکن دارالکفر کی زمینیں، مکانات اور باغات اس میں شامل نہیں، ان کا حکم علیحدہ ہے۔

مفتوحۃ عنوۃ زمین

(Opened Land)

قانون: مفتوحۃ عنوۃ (کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی زمین) پر خمس نہیں ہے اور ان زمینوں کو جنگ میں شرکت کرنے والے فوجیوں میں تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

مفتوحہ عنوہ والی زمینوں کا حکم

(Order about conquered Lands)

کفار سے جنگ کے نتیجہ میں حاصل ہونے والی زمینیں اگر آباد ہوں تو وہ سب مسلمانوں کی ہیں، چاہے وہ مسلمان جنگ کے وقت موجود ہوں یا نہ ہوں، چاہے جنگ میں شریک ہوں یا نہ ہوں، شرط یہ ہے کہ وہ جنگ نبی اکرم ﷺ یا آئمہ اہل بیتؑ کی اجازت سے لڑی گئی ہو یا امام معصومؑ کی غیبت کے زمانہ میں ان کے نائب کی اجازت سے لڑی گئی ہو۔

اہل سنت فقہاء کی رائے

(Opinion of Ahl-e-Sunnah jurists)

وقال الشافعی: الارضون المفتحه تقسم کما تقسم الغنائم یعنی خمسة اقسام۔

وقال ابوحنیفه: الامام مخیر بین ان یقسمها علی المسلمین او یضرب علی اهلها الکفار فیها الخراج ویقرها بایدیهم۔''[1]

مفتوحہ عنوۃ زمین کے بارے میں اہل سنت فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

امام مالک: ایسی زمینیں سپاہیوں کے درمیان تقسیم نہیں کی جائیں گی بلکہ وہ تمام مسلمانوں کے لیے وقف ہوں گی اور اس سے حاصل ہونے والے خراج کو مسلمانوں کے مفاد عامہ میں استعمال کیا جائے گا، جیسے لشکروں کے لیے طعام، پلوں اور مساجد کی تعمیر اور ان جیسے امور خیر یہ میں استعمال کیا جائے گا۔ مگر یہ کہ کسی وقت امام اس چیز کو مصلحت جانے کہ یہ زمینیں تقسیم کی جائیں تو ایسی صورت میں وہ ان زمینوں کو تقسیم کر سکتا ہے۔

امام شافعی: مفتوحہ عنوۃ زمینیں اسی طرح سے تقسیم کی جائیں گی جس طرح سے مال غنیمت کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

امام ابو حنیفہ: امام کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ان زمینوں کو تقسیم کرے یا پھر خراج مقرر کرکے ان زمینوں کو کفار کے پاس میں رہنے دے۔

واتفق المسلمون علی أنّ الغنیمة التی تؤخذ قسراً من أیدی الروم ما عدا الأرضین أنّ خمسها للامام، واربعة أخماسها للذین غنموها[2] لقوله تعالی: ''وَاعْلَمُوٓا أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَیْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُول.[3]

واختلفو فی الخمس علی أربعة مذاهب مشهورة: أحدها، ان الخمس یقسم علی خمسة أقسام علی نصّ الآیة وبه قال الشافعی۔[4]

1۔ بدایۃ المجتهد و نهایۃ المقتصد ج، ۳ ص، ۳۰۱۔۳۰۳۔

2۔ مراتب الاجماع: ۱۱۴، الافصاح ۲: ۲۲۶ ۔ ۲۲۷، الاقناع لابن القطان ۱: ۳۴۲۔

3۔ سورۃ الانفال آیت ۴۱۔۔ الاشراف لعبد الوہاب ۲: ۹۳۷، البیان للعمرانی ۱۲: ۱۶۲۔

4۔ الاستذکار ۱۸۶: ۱۴، المهذب للشیرازی ۵: ۳۰۰، البیان للعمرانی ۱۲: ۱۶۲، الافصاح ۲: ۲۲۷۔

والقول الثانی؛ أنّہ یقسم علیٰ اربعۃ اخماس وان قولہ تعالیٰ ؛(فان للہ خمسہ) ھو افتتاح کلام، ولیس ھوقسماً خامساً۔[1]

والقول الثالث؛ انہ یقسم الیوم ثلاثۃ اقسام، وان سھم النبی وذی القربی سقطا بموت النبی ﷺ[2]

والقول الرابع؛ ان الخمس بمنزلۃ الفیء، یعطی منہ الغنی والفقیر، وھوقول مالک وعامۃ الفقھاء۔[3]

والذین قالو ایقسم اربعۃ اخماس أو خمسۃ اختلفو فیما یفعل بسھم رسول اللہ ﷺ وسھم القرابۃ بعد موتہ، فقال قوم؛ یرد علیٰ سائر الاصناف الذین لھم الخمس[4] وقال قوم؛ بل یرد علیٰ باقی الجیش[5] وقال قول؛بل سھم رسول اللہ للامام، وسھم ذوی القربیٰ لقرابۃ الامام[6] وقال قوم بل یجعلان فی السلاح والعدۃ۔[7]

ترجمہ: ''مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ مال غنیمت جو اہل روم سے لیا گیا ہے، زمینوں کے علاوہ اس کا پانچواں حصہ، امام کا ہے اور باقی چار حصے ان لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے اس مال غنیمت کو حاصل کیا ہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے :"اور

1۔ الاستذکار ۱۴: ۱۹۱، المقدمات الممھدات ۱: ۳۵۷۔

2۔ مختصر اختلاف العلماء ۳: ۵۱۱، الاستذکار ۱۴: ۱۸۶، الھدایۃ للمرغینانی ۲: ۴۴۰۔

3۔ المدونۃ الکبریٰ ۲: ۲۶، الاستذکار ۱۴: ۱۸۵، المقدمات الممھدات ۱: ۲۵۷۔

4۔ الاستذکار ۱۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات ۱: ۲۵۷، حلیۃ العلماء ۷: ۶۸۸۔

5۔ الافصاح ۲: ۲۲۷، الکافی لابن قدامۃ ۴: ۱۵۴۔

6۔ الاستذکار ۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات ۱: ۳۵۸، حلیۃ العلماء ۷: ۶۸۸۔

7۔ الاستذکار ۱۴: ۱۹۲، المقدمات الممھدات ۱: ۳۵۷۔

جان لو جو چیز بھی تم غنیمت میں حاصل کرو اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے لیے ہے"۔[1]

اس خمس کے بارے میں چار مشہور نظریات ہیں:

۱۔ آیت کی نص کے مطابق خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، یہ امام شافعی کا قول ہے۔

۲۔ خمس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا قول (بے شک اللہ کے لیے اس کا پانچواں حصہ ہے) یہ کلام کا آغاز ہے، پانچویں قسم کا بیان نہیں۔

۳۔ خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ پیغمبر اکرمؐ اور ذوی القربیٰ کا حصہ، پیغمبر ﷺ کے وصال کی وجہ سے ساقط ہوا ہے۔

۴۔ خمس فیئ کی طرح ہے، اس میں سے غنی اور فقیر سب کو دیا جائے گا، یہ امام مالک اور دیگر فقہاء کا قول ہے۔

خمس کے حصوں کے بارے میں اختلافات کا خلاصہ

(Summary of differences regarding the parts of Khums)

جن لوگوں نے خمس کو چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کا نظریہ اپنایا ہے ان کے ہاں رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے حصے سے متعلق آنخضرتؐ کے وصال کے بعد اختلاف ہوا ہے، ان میں سے کچھ کا نظریہ ہے کہ اس حصے کو دیگر لوگوں میں جو خمس کے حقدار ہیں تقسیم کیا جائے گا، جبکہ دوسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ یہ حصہ لشکر کے افراد میں تقسیم کیا جائے گا، تیسرے گروہ کا نظریہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حصہ، امام کو دیا جائے گا اور ذوی القربیٰ

1۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد ج۳؛ ص ۲۶۴ تا ۲۶۷۔

کا حصہ امام کے قرابت داروں کو، چوتھے گروہ کا کہنا ہے کہ اس حصے کو اسلحہ خریدنے اور لشکر کی تیاری کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

بارہواں باب
(Chapter Twelve)

”کافر ذمی کے مسلمان سے زمین خریدنے پر خمس کے احکام و قوانین“

Laws and Rules of Khums on the purchase of land from a Muslim by Non-Muslim dhimmi

قانون: اگر کافر ذمی کسی مسلمان سے زمین خریدے تو اس پر ضروری ہے کہ وہ اس زمین کا خمس دے، اگر وہ اختیاراً نہ دے تو اس سے سرکار وصول کرے گی۔

ضمن: جو زمین کافر ذمی، مسلمان سے خریدتا ہے اس میں فرق نہیں کہ وہ زرعی زمین ہو یا باغ ہو، رہائشی پلاٹ ہو یا گھر، دکان ہو یا پلازہ ہو سب کا خمس دینا ضروری ہے۔ ضابطہ یہ ہے کہ وہ ان چیزوں میں سے ہو جو خرید و فروخت ہو سکتی ہوں، تو خرید شدہ زمین کا خمس کافر ذمی کو دینا ہوگا۔

ضمن: اگر کافر ذمی، مسلمان سے زمین خریدنے کے بعد مسلمان ہو جائے تو اس کا خمس ساقط نہ ہوگا، اس میں نصاب اور قربت کی نیت بھی شرط نہیں۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان

(Statement of Imams Ahl-ul-Bayt (P.B.U.H)

۱۔عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ الْحَذَّاءِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ ع يَقُولُ أَيُّمَا ذِمِّيٍّ اشْتَرَى مِنْ مُسْلِمٍ أَرْضاً فَإِنَّ عَلَيْهِ الْخُمُسَ۔

ترجمہ: ''امام محمد باقرؑ سے منقول حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کافر ذمی، مسلمان سے زمین خریدے تو اس پر خمس دینا ضروری ہے۔''

۲۔عن الامام الصادق ؑ الذمی اذا اشتری من المسلم الارض فعلیه فیها الخمس۔[1]

ترجمہ: ''اگر کافر ذمی، مسلمان سے زمین خریدے تو اس پر اس زمین کا خمس دینا ضروری ہے۔''

1۔ وسائل الشیعہ کتاب الخمس، باب۹، ج۴۔

تیرھواں باب
(Chapter Twelve)

قرآن وسنت کی روشنی میں خمس کے حصّوں کے احکام و قوانین

In the light of the Quran and Sunnah, the rules and regulations of the parts of Khums

خمس کی تقسیم

(Distribution of Khums)

سابقہ ابواب میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ خمس اسلامی مالیات کا اہم فریضہ ہے۔ اس باب میں خمس کی تقسیم کے بارے بحث ہوگی۔عصر حاضر میں رسول اکرم ﷺ موجود نہیں، ان کے اوصیاء میں سے بارہویں وصی حضرت امام مہدیؑ پردۂ غیبت میں ہیں، اس زمانے میں خمس کی تقسیم کیسے ہوگی؟ اس کا جواب شیعہ فقہاء نے اپنی استدلالی کتابوں میں تفصیل سے دیا ہے اور عوام کی سہولت کے لیے انہوں نے مسائل کی صورت میں روزمرہ کے لیے لکھی گئی کتابوں میں بھی بیان کیا ہے۔ہم ان مسائل کو ذیل میں قوانین کی شکل میں بیان کر رہے ہیں، ان قوانین کے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے شیعہ فقہاء کی استدلالی کتابوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

قانون: امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے زمانے میں خمس لینے اور اسے خرچ کرنے کا اختیار جامع الشرائط مجتہد کو حاصل ہے اور وہی حاکم شرع ہے۔ اگر ولی فقیہ (اسلامی حکومت کا سربراہ) موجود ہو تو خمس کا مکمل اختیار اسی کے لیے ہے۔

ضمن: جس شخص کے پاس حاکم شرع کی طرف سے خمس وصول کرنے اور خرچ کرنے کی اجازت موجود ہو، خمس کو اُس کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔

ضمن: خمس کو دو حصوں میں تقسیم کیا جائے گا:

۱۔ سہم امام (امام معصومؑ)، حاکم شرع کا حصہ، جس میں اللہ، اللہ کے رسولؐ اور ذوی القربیٰ کا حصہ شامل ہے۔

۲۔ سہم سادات (بنی ہاشم، بنی عبد المطلب اور اولاد رسولؐ کے مستحق افراد کا حصہ)

ضمن: خمس کے دونوں حصوں کو خرچ کرنے کے لیے حاکم شرع سے اجازت لینا ہوگی۔

قانون: سہم امام اور سہم کو خرچ کرنے کا اختیار حاکم شرع کو حاصل ہے لہٰذا ان کی اجازت سے ہی ان کو خرچ کیا جا سکتا ہے، اگر حاکم شرع موجود نہ ہو تو ان کے وکیل و نمائندہ کو خمس دینا ہوتا ہے اور ان کی اجازت سے خمس کو خرچ کیا جائے گا۔

ضمن: مکلّف جس مجتہد جامع الشرائط (حاکم شرع) کا مقلد ہے وہ خمس ادا کرنے میں اسی کے فتوے کا لحاظ رکھے گا۔

ضمن: کسی بھی مستحق سید کے اخراجات کے لیے مال سادات دینے سے پہلے حاکم شرع یا ان کے وکیل سے اجازت لینا ضروری ہے۔

ضمن: خمس کے چھ (6) حصے ہیں:

1۔اللہ کا حصہ 2۔ نبیؐ کا حصہ 3۔ صاحب الامر (وقت کے امام) کا حصہ 4۔ یتامیٰ 5۔ مساکین 6۔ابنأالسبیل کا حصہ۔

ضمن: سادات سے مراد وہ افراد ہیں جو باپ کی جانب سے حضرت عبدالمطلب کی طرف منسوب ہوں۔ ان میں آل رسولؐ سب پر مقدم ہیں ان ہی کو سادات کہا جاتا ہے، ان کے لیے خرچ ہونے والے خمس کے حصہ کو سہم سادات کہا جاتا ہے، [آل رسول سے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کی اولاد مراد ہیں]

ضمن: خمس لینے کے لیے سادات کا مستحق ہونا شرط ہے۔

ضمن: گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرنے والے سادات کو خمس دینا اگر گناہ پر ان کی اعانت شمار ہوتا ہو تو ان کے مستحق ہونے کے باوجود انہیں مال سادات دینا جائز نہیں ہے۔

ضمن: جو یتیم سادات امداد لینے کے مستحق ہوں انہیں مال سادات دیا جائے گا۔

ضمن: ابنأالسبیل کے خمس کے مستحق ہونے کے لیے شرط ہے کہ سفر کے دوران ان کے پاس اخراجات نہ ہوں اور دوسرا کوئی انتظام بھی نہ ہو تو وہ اس جگہ خمس لینے کے مستحق ہوں گے۔

قانون: جس شخص کا نفقہ انسان پر واجب ہو وہ اسے اپنا خمس نہیں دے سکتا۔

ضمن: کسی کے سید ہونے کے لیے ایسی شہرت کافی ہے جس سے اس کے سید ہونے کا اطمینان حاصل ہو جائے۔

ضمن: خمس کے مستحق افراد کو ان کے ایک سال کے اخراجات سے زیادہ خمس نہ دیا جائے۔

قانون: خمس کے دونوں حصوں (سہم امام اور سہم سادات) کو امام معصوم (حضرت امام مہدیؑ عجّل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے عمومی نائبین (جامع الشرائط مجتہد) یا ولی فقیہ (اسلامی حکومت کا سربراہ) تک پہنچانا ہوگا یا ان کے وکیل کو دینا ہوگا۔

ضمن: امام عصرؑ کی غیبت کے زمانے میں جامع الشرائط مجتہد کو حاکم شرع کہا جاتا ہے۔

ضمن: ایران میں اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد وہاں پر ولی فقیہ ہی حاکم شرع ہیں اور انہی کے لیے ولی امر المسلمین کا عنوان بولا جاتا ہے۔

ضمن: جو لوگ حاکم شرع کے پاس خمس نہیں بھیج سکتے ان پر لازم ہے کہ وہ ان کے وکلا تک خمس پہنچائیں یا ان سے اجازت لے کر طے شدہ مصارف میں استعمال کریں۔

ضمن: جس ملک یا شہر میں حاکم شرع موجود نہ ہو تو خمس ان کے وکلا کے سپرد کرنا ہوگا۔

ضمن: خمس کے مستحق افراد کے لیے جائز نہیں کہ وہ خمس وصول کرنے کے بعد اسے دینے والے کو واپس کر دے۔

خمس کی تقسیم کے متعلق آئمہ اہل البیت علیہم السلام کا بیان
(The statement of Imams Ahl-ul-Bayt (A.S) regarding the distribution of Khums)

۱۔عن البزنطی، عن الرضا علیہ السلام قال: سئل عن قول اللہ عزوجل ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ فقیل لہ: فما کان للہ فلمن ھو؟ فقال: لرسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم، وما کان لرسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم فھو للامام۔[1]

ترجمہ: ”جناب بزنطی نے بیان کیا ہے کہ امام رضا علیہ السلام سے آیت خمس کے متعلق پوچھا گیا کہ اللہ کا حصہ کس کے لیے ہوگا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے رسول صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے، اور جو رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے وہ امام کے لیے ہوگا۔“

۲۔عن علی بن الحسین علیہما السلام فی حدیث طویل یقول فیہ لبعض الشامیین: فھل قرأت ھٰذہ الآیۃ ”وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ“ فقال لہ الشامی بلیٰ فقال لہ علیہ السلام فنحن ذو القربیٰ۔[2]

ترجمہ: ”امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک طویل حدیث میں ایک شامی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم نے آیت خمس پڑھی ہے؟ شامی نے کہا ہاں! امام علیہ السلام نے فرمایا: آیت میں مذکور ”ذی القربیٰ“ سے مراد ہم ہیں۔“

1۔ الکافی ج۱، ص۵۴۴، ح۷؛ وسائل الشیعہ ج۸، ص۵۱۲۔

2۔ الاحتجاج ج۲، ص۱۲۰۔

۳۔نقل عن علی علیه السلام انه قیل له:ان الله یقول ''والیتامیٰ والمساکین'' فقال ایتامنا و مساکیننا۔[1]

ترجمہ:''امیر المومنین علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ آیت خمس میں ''یتامیٰ اور مساکین'' سے مراد کون ہیں ؟آپؑ نے فرمایا: ہمارے یتیم اور مسکین مراد ہیں۔''

۴۔علی بن الحسین المرتضیٰ، نقلاً من (تفسیر النعمانی) باسناده، عن علیؑ قال؛ الخمس یجری ویخرج من أربعة وجوه؛ من الغنائم التی یصیبها المسلمون من المشرکین، ومن المعادن، ومن الکنوز، ومن الغوص ثمّ جزّا هذه الخمس علی ستّه أجزاء، فیأخذ الامام منها سهم الله تعالیٰ وسهم الرسول وسهم ذی القربیٰؑ،ثمّ یقسّم الثلاثة السهام الباقیة بین یتامیٰ آل محمد ومساکینهم وأبناء سبیلهم۔[2]

ترجمہ:''علی ابن الحسین المرتضیٰ، تفسیر نعمانی کی سند سے حضرت امام علیؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: خمس چار اشیاء پر واجب ہے ، مال غنیمت پر ،جسے مسلمان مشرکین سے جنگ کے ذریعہ حاصل کرتے ہیں ؛ معدنیات پر ؛دفینوں سے اور غوطہ خوری کے ذریعہ حاصل شدہ اموال پر پھر اس خمس کے چھ حصے کئے جاتے ہیں، ان چھ حصوں میں سے اللہ تعالیٰ، پیغمبر اکرمؐ اور ذی القربیٰ کا حصہ امام کو ملے گا، پھر باقی تین حصوں کو آل محمد ﷺ کے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کیا جائے گا۔''

۵۔عن الحسین بن محمد،عن معلی(بن محمد)عن الوشاء عن أبان، عن محمد بن مسلم ، عن ابی جعفرؑ فی قول الله؛'' وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ

1۔ بحار الانوار ج، ۲۳ ص، ۱۲۵ باب ۱۵۔

2۔ رسالۃ المحکم والمتشابہ س۴۶؛ وسائل الشیعہ ج۶، ص۳۲۰۔

وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ''قال:هم قرابة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم۔ والخمس (لله و) للرسول (ولنا)۔[1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم امام محمد باقرؑ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امامؑ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ'' کے متعلق فرمایا کہ اس سے مراد رسول اللہ کے قرابت دار ہیں، پس خمس اللہ کے لیے، اس کے رسولؐ کے لیے اور ہمارے لیے ہے۔''

۲۔أحمد،عن احمد بن محمد بن ابی نصر،عن الرضا علیه السلام قال؛سئل عن قول الله؛''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ'' فقیل له؛ فما کان لله، فلمن هو؟فقال؛ لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وما کان لرسول الله فهو للامام۔فقیل له؛أرأیت ان کان صنف من الأصناف أکثر و صنف أقلّ، ما یصنع به؟قال؛ذالك الی الامام، أرأیت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کیف یصنع، ألیس انّما کان یعطی علی ما یری ؟وکذلك الامام۔[2]

ترجمہ: ''محمد بن ابی نصر، امام رضاؑ سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ سے اللہ کے اس قول''وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ اللہ کا حصہ کس کے لیے ہے؟ امامؑ نے فرمایا: اللہ کے رسولؐ کے لیے، اور جو اللہ کے رسولؐ کے لیے ہوگا وہ امام کے لیے ہوگا۔ پھر امامؑ سے پوچھا گیا اگر مذکورہ اصناف میں سے ایک صنف کم ہو اور ایک زیادہ ہو تو پھر کیا کیا جائے گا؟ امامؑ نے فرمایا: اس کا فیصلہ امام کریں گے، کیا تم نے دیکھا نہیں کہ رسول اللہؐ ایسے موقع پر کیا

1۔ تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب، ج۵، ص ۳۴۳۔

2۔ حوالہ سابق۔

کرتے تھے؟ کیا حضور ﷺ جسے بہتر سمجھتے تھے وہ اس کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے تھے؟ پس امام بھی ویسا ہی کریں گے۔"

۷۔ عن عبد الله بن مسکان قال؛ حدّثنا زکریا بن مالك الجعفی، عن أبی عبد الله علیہ السلام أنّه سئل عن قول الله ؛"واعلموا أنّما غنمتم" الآیة فقال ؛ أمّا خمس الله فللرسول ، یضعه فی سبیل الله، وأمّا خمس الرسول فلا قاربه۔ وخمس ذوی القربی فهم أقرباؤہ، والیتامی یتامی أهل بیته، فجعل هذہ الأربعة أسهم فیهم، وأمّا المساکین وابن السبیل ، فقد عرفت أنّا لا نأکل الصدقة ولا تحلّ لنا، فهی للمساکین وابن السبیل۔ [1]

ترجمہ: "عبداللہ بن مسکان ،زکریا بن مالک سے نقل کرتے ہیں کہ امام جعفر صادقؑ سے اللہ تعالیٰ کے قول "واعلموا أنّما غنمتم" کے متعلق دریافت کیا گیا تو امامؑ نے فرمایا : پس اللہ تعالیٰ کا حصہ رسولؐ کے لیے ہوگا، جسے رسول اللہ ﷺ، اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے اور رسولؐ کا حصہ اُن کے اقارب کے لیےاور ذی القربیٰ کا حصہ رسولؐ کے قرابت داروں کے لیے ہوگا اور یتامیٰ سے مراد اہل بیتؑ رسولؐ کے یتیم ہیں، پس یہ چار حصے ان ہی کے لیے ہیں، لیکن مساکین اور ابن سبیل کا حصہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے اور نہ وہ ہمارے لیے حلال ہے پس صدقہ مساکین اور ابن سبیل کے لیے ہے۔"

۸۔وفی تفسیر الثعلبی، عن المنهال بن عمرو، قال؛ سألت زین العابدین علیہ السلام عن الخمس، قال؛ هو لنا فقلت؛ ان الله تعالیٰ یقول؛" والیتامی والمساکین" قال؛ أیتامنا و مساکیننا۔ [2]

1۔ تفسیر کنز الدقائق و بحر الغرائب، ج۵، ص۳۴۵۔

2۔ حوالہ سابق۔

ترجمہ: ''منہال بن عمرو نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام علی زین العابدینؑ سے خمس کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا؛ خمس ہمارے لیے ہے، میں نے پھر پوچھا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''خمس یتیم اور مساکین کے لیے ہے'' تو امامؑ نے فرمایا: اس سے ہمارے یتیم اور مساکین مراد ہیں۔''

۹۔فاما الخمس فيقسم على ستة سهم؛ سهم الله،سهم الرسولﷺ، سهم لذی القربی، وسهم لليتامى، وسهم للمساكين، وسهم لابناء السبيل فالذی لله فرسول الله احق به فله كافة والذی للرسول هو لذی القربی والحجة فی زمانه فالنصف له خاصة والنصف لليتامى والمساكين وأبناء السبيل من آل محمد عليهم السلام الذين لا تحل لهم الصدقة ولا الزكاة، وضع الله مكان ذلك بالخمس۔

ترجمہ: ''خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ۱۔اللہ کا حصہ، ۲۔اللہ کے رسولؐ کا حصہ، ۳۔ذوالقربیٰ کا حصہ، ۴۔یتامی کا حصہ ۵۔مساکین کا حصہ، ۶۔ابناء السبیل کا حصہ؛ جو حصہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو وہ رسول اللہؐ کے لیے ہے، وہ اس کا زیادہ حقدار ہے وہ اس کے لیے خاص ہے اور جو حصہ رسول اللہؐ کے لیے ہے وہ ذوالقربیٰ کے لیے اور اپنے زمانہ کے حجت کے لیے ہے پس آدھا حصہ (خمس کا) حجت زمانہ کے لیے خاص ہے اور باقی آدھا حصہ آل محمد علیہم السلام کے یتامی، مساکین اور ابناء السبیل کے لیے ہے کہ جن کے لیے صدقہ اور زکوۃ حلال نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے زکوۃ کی جگہ خمس قرار دیا ہے۔''[1]

۱۰۔ایک طویل حدیث میں امام رضاؑ سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: واما منه فقول الله عزو جل واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربى، فقرن سهم ذی القربى مع سهمه وسهم الرسول الله (الى ان قال) فبدء بنفسه ثم برسوله ثم بذی

1۔ وسائل الشیعہ ج۴، باب قسمۃ الخمس، ص۳۵۹، حدیث۹۔

القربى فكل ما كان من الفئى والغنيمة وغير ذلك مما رضيه بنفسه رضيه لهم (الى ان قال) واما قوله؛ واليتامى والمساكين ، فان اليتيم اذا انقطع يتمه خرج من الغنائم ولم يكن له فيها (منها) نصيب وكذلك المسلمين اذا انقطعت مسكنته لم يكن له نصيب من الغنم ولا يحل له أخذه و سهم ذى القربى قائم الى يوم القيمة فيهم الغنى والفقير لانه لا احد اغنى من الله ولا من الرسول فجعل لنفسه منها سهما ولرسوله سهما فما رضيه ـ لنفسه ولرسوله رضيه لهم وكذلك الفئى ما رضيه منه لنفسه ونبيه رضيه لذوى القربى (الى ان قال) فلما جاء قصة الصدقة ، نزه نفسه ورسوله ونزه اهل بيته بانما الصدقات للفقراء والمساكين الاية؛ ثم قال فلما نزه نفسه عن الصدقه ونزه رسوله ونزه اهل بيته و حرم عليهم لان الصدقة محرمة على محمد وآله وهى اوساخ ايدى الناس لا تحل لهم لانهم طهروا من كل دنس ووسخ۔

ترجمہ: ''امام رضاؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا، آٹھویں فضیلت آل محمدؑ کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''واعلموا انما غنمتم من شئ فأن لله خمسه وللرسول ولذى القربى'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ذی القربی کے سہم کو اپنے اور رسول اللہ کے سہم کے ساتھ قرار دیا ہے (اس کے بعد فرمایا) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے شروع کیا اور پھر اپنے رسولؐ کا ذکر فرمایا ہے ان کے بعد ذوی القربی کو بیان کیا ہے، پس فئی اور غنیمت اور (خمس) میں جس چیز کو اپنے لیے پسند کیا ہے اسے ان کے لیے بھی پسند فرمایا ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''والیتامی والمساکین'' تو یتیم جب یتیمی سے نکل جائے گا تو اس کا حصہ غنائم سے (خمس سے) ختم ہو جائے گا۔ اس طرح مسکین کی جب مسکنت (احتیاج) والا عنوان ختم ہو جائے گا تو اس کے لیے بھی غنائم (خمس) سے حصہ نہ رہے گا اور اس کے لیے اس

(خمس) سے کچھ لینا جائز نہیں۔ جبکہ ذوی القربیٰ کا حصہ خواہ وہ مالدار ہوں یا فقیر قیامت تک برقرار ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے زیادہ کوئی مالدار اور غنی نہیں ہے۔"

پس اللہ تعالیٰ نے غنیمت سے (خمس سے) جو اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند فرمایا ہے اسی کو بعینہٖ ذوالقربیٰ کے لیے پسند فرمایا ہے۔ اس طرح فئی کے مال میں سے جس کو اپنے لیے اور اپنے رسول کے لیے پسند فرمایا ہے، اسے ذوی القربیٰ کے لیے پسند فرمایا ہے۔ (اس کے بعد فرمایا) لیکن جب صدقہ (واجب زکوٰۃ) کی بات آئی تو اللہ تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسول کو اس سے دور اور پاک رکھا اور اہل بیت کو بھی اسے دور اور پاک رکھا اور فرمایا: "انما الصدقات للفقراء والمساکین"۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے خود کو اور اپنے رسول کو صدقہ (واجب زکوٰۃ) سے دور اور پاک رکھا ہے اسی طرح اس نے رسول اللہ کے اہل بیتؑ کو بھی اس سے دور اور پاک رکھا ہے، یہی نہیں بلکہ ان پر (زکوٰۃ کو) حرام قرار دیا ہے کیونکہ صدقہ (واجب زکوٰۃ) محمد وآل محمد علیہم السلام پر حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہیں جو ان (اہل بیت) کے لیے حلال نہیں کیونکہ وہ ہر قسم کے دنس (میل کچیل، گندگی) سے پاک ہیں۔[1]

۱۱۔ابن سنان عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال سمعتہ یقول فی الغنیمۃ یخرج منھا الخمس ثم ما بقی بین من قاتل علیہ و ولی ذلک واما الفئی والانفال فھو خالص لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

1۔ وسائل الشیعہ ج ۴، کتاب الخمس حدیث ۱۰، باب اقسمۃ الخمس۔

ترجمہ: ''ابن سنان نے کہا کہ میں نے امام ابو عبداللہؑ سے سنا کہ آپؑ فرماتے تھے: غنیمت سے خمس نکالا جائے گا اور جو بچے گا وہ ان میں تقسیم ہوگا جنہوں نے جنگ لڑی ہے اور جو ان کے ولی ہیں، لیکن فیئ اور انفال رسول اللہ کے لیے مخصوص ہیں۔''[1]

۱۲۔عن ابی جعفر الاحول قال قال ابو عبداللہ علیہ السلام ما یقول قریش فی الخمس قال قلت، ------ انھا (انہ) لھا قال؛ ما انصفونا واللہ لوکان مباھلۃ لتبا ھلم بنا ولئن کان مبارزۃ لتبارزن بنا، ثم یکون ھم ونحن سواء۔

ترجمہ: ''راوی کہتا ہے کہ امام ابو عبداللہؑ نے مجھ سے پوچھا کہ قریش خمس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ تو راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: وہ کہتے ہیں خمس ہمارے لیے بھی ہے تو امامؑ نے فرمایا: اللہ کی قسم انہوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا اگر مباہلہ ہو تو ہمارے ذریعہ مباہلہ کیا جاتا ہے (اسلام کے مخالفین سے) لڑنے کے لیے، مقابلہ کے لیے نکلنا ہو تو اس میں ہم ہوں پھر یہ کہا جائے کہ وہ اور ہم برابر ہیں (یہ بات غیر منطقی اور غیر درست ہے)۔''[2]

۱۳۔ایک طویل حدیث میں عبد الصالح علیہ السلام (امام الکاظم) سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ولہ یعنی للامام نصف الخمس --- ونصف الخمس البقی بین اھل بیتہ فیھم لنا ما --- وسھم لمسکینھم وسھم للابناء السبیلھم یقسم بینھم علی الکتاب والسنۃ ما یقتفون بہ وانا صابر علیہ أن یمونھم لان لہ ما فضل عنھم۔

ترجمہ: ''امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا؛ خمس کا آدھا حصہ امام کے لیے ہے جبکہ باقی آدھا حصہ ان کے اہل بیت میں سے یتامی، مساکین اور ابناء السبیل کے لیے ہے۔ کتاب اور سنت کی

1۔ وسائل الشیعہ ج ۴، کتاب الخمس حدیث ۱۴، باب قسمۃ الخمس۔
2۔ وسائل الشیعہ ج ۴، باب الخمس) باب قسمۃ الخمس حدیث ۱۵۔

روشنی میں ان میں یہ حصہ تقسیم کیا جائے گا جو ان کے لیےایک سال کے اخراجات کے لیےکافی ہوگا اگر ان سے کچھ بچ جائے تو وہ امام کے لیے ہے اور اگر حصہ پورا نہ ہوامام اپنی طرف سے اس کمی کو پورا کریں گے جس سے ان کی ضروریات پوری ہوں، امام پر ہے کہ ان کی ضروریات کوپورا کریں، ان سے جو کچھ بچ جاتا ہے وہ امام ہی کے لیے ہوتا ہے۔"[1]

ذوی القربیٰ کے مصادیق:
(Examples of Dhul-Qurba)

آیہ خمس میں لفظ ذوی القربی کے مصداق کون ہیں؟ اہل سنت اس سے کیا مراد لیتے ہیں اور شیعہ امامیہ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟اس کا بیان پہلے ہو چکا،اس جگہ اہل سنت کے نزدیک ذوی القربیٰ کے مصادیق کے متعلق بحث کی جائے گی۔

اہلسنت کے ہاں ذی القربیٰ کے مصادیق
(Examples of Dhul-Qurba among the Ahle Sunnat)

ا۔القربی مصدر کالزلفی والبشری بمعنی قرابۃ والمراد فی اھل القربی وروی انھا لما نزلت قیل یا رسول اللہ من قرابتك ھؤلاءِ الذین وجبت علینا مودتھم قال علیؑ و فاطمہؑ وابناھا۔[2]

ترجمہ: "قربیٰ، زلفیٰ اور بشریٰ کی طرح مصدر ہے اور قرابت کے معنی میں ہے اور "الاالمودۃ فی القربیٰ" کی آیت نازل ہوئی اور آپؐ سے پوچھا گیا کہ اس سے مراد کون ہیں جن کی مودت ہم پر واجب ہے توآپؐ نے فرمایا کہ وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔"

1۔ وسائل الشیعہ ج ۴، باب قسمۃ الخمس باب ۳، حدیث ا۔

2۔ تفسیر کشاف ج ۳: ص ۴۰۲۔ تفسیر ابوالسعود عمادی: ج ۸: ص ۳۵۔ تفسیر کبیر فخرالدین رازی: ج ۷: ص ۴۷۲۔ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری: ج ۵۲: ص ۳۱۔ صواعق محرقہ عن ابن عباس: ص ۱۰۱۔ تفسیر بیضاوی: ج ۲: ص ۱۲۳۔ تفسیر مدارک التنزیل: ج ۲: ص ۲۱۶۔

۲۔عن السدی عن ابی الدیلم لما جئی بعلی بن الحسین علیہ السلام ، فاقیم علی درج دمشق قام رجل من اهل الشام قال الحمد لله الذی قتلکم واستاصلکم وقطع قرنی الفتنة فقال له علی علیہ السلام بن الحسین علیہ السلام اقرات القرآن قال نعم قال اقرات حم قال قرآت القرآن ولم اقرا حم قال ماقرات قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ قال وانکم لانتم هم قال نعم۔[1]

ترجمہ: ”سدی نے ابوالدیلم سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علی ابن حسینؑ کو شام میں لایا گیا اور دمشق کے راستے پر کھڑا کیا گیا تو اہل شام میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا ”العیاذ باللہ“ اس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قتل کیا اور تمہاری بیخ کنی کی اور فتنہ کے دونوں سینگ توڑ دیئے تو حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے؟ اس نے کہا ہاں پڑھا ہے، تو آپؑ نے فرمایا کیا حم بھی پڑھی ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں نے قرآن شریف پڑھا ہے لیکن حم نہیں پڑھی تو آپؑ نے اس سے پوچھا کیا تو نے (قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ) والی آیت نہیں پڑھی؟ تو اس نے کہا کیا تم ہی وہ (آل رسولؐ) ہو جو اس آیت سے مراد ہیں، تو حضرت نے فرمایا ہاں! ہم ہی وہ ہیں۔“

۳۔اخرج البزار و الطبرانی عن الحسن علیہ السلام من طرق بعضها حسن انه خطب خطبة من جملتها: من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا الحسن ابن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثم تلا واتبعت ملة آبائی ابراهیم الآیة ثم قال انا ابن البشیر انا ابن نذیر ثم قال وانا من اهل البیت الذین افترض الله عزوجل مودتهم و موالاتهم فقال فیما انزل علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال

---

[1]۔ تفسیر محمد بن جریر طبری: ج۲۵: ص۱۴؛ صواعق محرقہ: ص۱۰۱۔

لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و فی روایة الذین افترض الله مودتهم علی کل مسلم و انزل فیهم قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و من یقترف حسنة نزدله فیها حسنا فیها و اقتراف الحسنات مودتنا اهلبیت۔ [1]

ترجمہ: ''بزار اور طبرانی نے حضرت امام حسنؑ سے روایت کی ہے جن میں سے بعض سندیں حسن ہیں کہ ایک مرتبہ آپؑ نے ایک خطبہ دیا جس میں آپؑ نے فرمایا: جو مجھے پہچانتا ہے اسے تو میری معرفت حاصل ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا تو میں اپنا تعارف کرا دیتا ہوں، میں نبی محمدؐ کا فرزند حسنؑ ہوں، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی؛'' واتبعت ملة آبائی ابراهیم '' اور میں نے اپنے آباء و اجداد ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوب کے دین کی پیروی کی ہے۔ پھر فرمایا میں جنت کی بشارت دینے والے نبیؐ کا فرزند ہوں، میں آتش جہنم سے ڈرانے والے کا لخت جگر ہوں، میں ان اہل بیت رسولؐ میں سے ہوں جن کی مودت و محبت کو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیؐ پر نازل فرمایا اس میں یہ آیت بھی ہے'' قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ'' دوسری روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میں ان اہل بیت رسولؐ سے ہوں کہ جن کی محبت کو اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض کیا ہے اور انہی کی شان میں آیت کریمہ'' قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ و من یقترف حسنه نزدله فیها حسنا'' نازل فرمائی ہے اور حسنات کا حاصل کرنا ہم اہلبیتؑ رسولؐ کی محبت اختیار کرنا ہے۔''

---

[1]۔ صواعق المحرقہ: ص ۱۰۱۔

عن سعید ابن جبیر لما نزلت ھذہ الآیۃ قالو ! یا رسول اللہ! من ھؤلاءِ الذین وجبت علینا مودتھم لقرابتك فقال علی وفاطمہ وابناھما و لاریب ان ھذا فخرا عظیما و شرفا تاما ویؤیدہ ماروی ان علیا شکیٰ الی رسول اللہ حسد الناس فیہ فقال اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ او اول من یدخل الجنۃ وانا وانت والحسن والحسین وازواجنا عن ایماننا وشمائلنا وذریاتنا خلف ازواجنا۔[1]

ترجمہ: ''سعید ابن جبیر سے روایت ہے کہ جب یہ آیت ''قل لا اسئلکم'' نازل ہوئی تو لوگوں نے کہا، یارسول اللہؐ! یہ کون لوگ ہیں؟ جن کی محبت آپ کی رشتے داری کی وجہ سے ہم پر واجب ہوئی ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا فخر اور کامل شرف ہے۔ اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں مروی ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو آپؐ نے فرمایا؛ کیا آپ اس پر راضی نہیں کہ آپؑ اللہ تعالیٰ کے ان چار برگزیدہ افراد میں سے چوتھے ہو جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے، جن میں، تو، حسنؑ اور حسینؑ اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔''

خمس کی تقسیم کے متعلق فقہائے اہل سنت کی رائے

(Opinion of jurists of Ahl-e-Sunnah regarding the distribution of khums)

تقسیم خمس کے بارے میں اہل سنت کتب میں امام ابو حنیفہ و امام شافعی کے اقوال اس طرح آئے ہیں:

[1]۔ غرائب القرآن نیشاپوری: ج۲۵: ص۳۲،۳۱۔

وفی قسمة الخمس قولان الاوّل وهو المشهور ان ذلك الخمس يخمس فسهم لرسول الله صلی الله علیه واله وسلم وسهم لذوی قرباه من بنی هاشم وبنی المطلب دون بنی عبدشمس وبنی نوفل الی ان قال وثلاثة اسهم لليتامیٰ والمساكين وابن السبيل واما بعد وفاة الرسول فعند الشافعی ان يقسم علیٰ خمسة اسهم سهم رسول الله يصرف الی ماكان يصرف اليه من مصالح المسلمين كعدة الغزاة من الكراع والسلاح وسهم لذوی القربیٰ من اغنيائهم وفقرائهم يقسم بينهم الذكر مثل حظ الانثيين والباقی للفرق الثلاثة وهم اليتامیٰ و المساكين وابن السبيل وقال ابوحنيفه ان بعد وفاة الرسول عليه الصلوٰة والسلام سهمه ساقط بسبب موته وكذلك سهم ذوی القربیٰ وانما يعطون فقرائهم فهم اسوة سائرالفقراء ولايعطیٰ اغنياءهم فيقسم علی اليتامیٰ والمساكين وابن السبيل۔[1]

ترجمہ: "خمس کی تقسیم کے متعلق دو قول ہیں، مشہور قول یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور ایک حصہ بنی ہاشم اور بنی المطلب میں سے آپ کے رشتہ داروں کا، نہ کہ ان رشتہ داروں کا جو بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے ہوں۔ یہاں تک کہ آپ نے کہا اور تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ہیں" یہ رسول خداؐ کی حیات کے زمانے کا حکم تھا۔ شافعی کے نزدیک آپؐ کی رحلت کے بعد بھی خمس پانچ ہی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ایک رسول ﷺ کا حصہ جو مسلمانوں کے انہی مصالح پر خرچ کیا جائے گا جن پر آپ اپنی زندگی میں خرچ کرتے تھے، جیسے مجاہدین کے لیے جنگ کا سامان (گھوڑے اور ہتھیار) مہیا کرنا اور ذوی القربیٰ کا حصہ رسول اللہ کے مذکورہ سب رشتہ داروں کو دیا جائے گا، خواہ وہ غنی ہوں یا فقیر، اوران میں اس حصے کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے، اور باقی تین حصے مذکورہ تین گروہوں

[1]۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی: ج4: ص368۔

یتیموں مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم ہوں گے۔ابو حنیفہ کے نزدیک رسول خداﷺ کی رحلت کے بعد آپؐ کا حصہ ساقط ہو جائے گا،اسی طرح ذوی القربی کا حصہ بھی ساقط ہو جائے گا۔ہاں البتہ ان کے فقیر ہونے کی صورت میں ان کو دیگر فقراء ہی کی طرح فقراء کے حصے سے دیا جائے گا، لیکن ان کے مالداروں کو خمس سے کچھ نہیں دیا جائے گااور سارا خمس یتیموں، مسکینوں پر خرچ کر دیا جائے گا۔"

حنفیہؒ کے ہاں خمس کی تقسیم

(Distribution of Khums according to Hanafia)

وكيفية قسمتها عندنا انها فی عهد رسول الله علی خمسة اسهم سهم له عليه الصلوة والسلام فسهمه ساقط وكذاسهم ذوی القربیٰ وانما يعطون لفقرهم فهم اسوة لسائرالفقراء لايعطی اغنياءهم فيقسم علی الاصناف الثلاثة ويؤيده ماروی عن ابی بكرانه منع بنی هاشم الخمس وقال انما لكم ان يعطی فقيركم ويخدم من لاخادم له منكم ومن عداهم فهو منزلة ابن السبيل الغنی لايعطی من الصدقة شيئا "الی ان قال"واما عند الشافعی فيقسم علی خمسة اسهم سهم لرسول الله يصرف الی ماكان يصرف من مصالح المسلمين كعدة الغزاة من الكراع والسلاح ونحو ذلك وسهم لذوی القربیٰ من اغنيائهم وفقرائهم يقسم بينهم للذكر مثل حظ الانثيين والباقی للفرق الثلاث۔[1]

ترجمہ: "ہمارے (حنفیہؒ) نزدیک خمس کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ رسول خداﷺ کے زمانہ میں اسے پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا، ایک حصہ رسول اللہﷺ کا اور ایک آپؐ کے رشتہ داروں (ذی القربی) کا اور تین حصے باقی اصناف یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے۔ رسول خداﷺ کی رحلت کے بعد آپؐ کا حصہ ساقط ہوگیا، نیز ذوی القربی

[1]۔ تفسیر غرائب القرآن، نیشاپوری، ج10ص4۔

کا حصہ بھی ساقط ہو گیااور صرف ان کو فقیر ہونے کی حیثیت سے خمس دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اب ان کو دیگر فقراء کی طرح خمس دیا جائے گا یعنی اگر ذوی القربیٰ غنی ہوں تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گااور سارا خمس اصناف ثلاثہ یعنی یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر خرچ کر دیا جائے گا۔"

اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جس کے مطابق انہوں نے بنی ہاشم کو خمس دینے سے منع کر دیا تھااور کہا تھا کہ تمہیں اب دوسرے فقراء کی طرح خمس کا حصہ دیا جائے گا، اگر تم میں سے کوئی شادی پر قادر نہ ہو گا تو اس کی شادی کرادی جائے گی اور جس کے پاس خادم نہ ہو گا اسے خمس سے خادم مہیا کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے بنی ہاشم والے غنی مسافر کے بمنزلہ ہیں کہ غنی مسافر کو صدقہ (زکوۃ) سے کچھ نہیں دیا کیا جاتا اس طرح تمہارے اغنیاء کو بھی کچھ نہیں دیا جائے گا۔

شافعی کے نزدیک خمس کی تقسیم

(Distribution of Khums according to Shafi)

ابوالسعودی عمادی نے کہا کہ شافعی کے نزدیک خمس کو رسول خداﷺ کی رحلت کے بعد بھی پانچ ہی حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ رسول خداﷺ کا جو "آپؐ کے وصال کے بعد" مسلمانوں کے فلاح و بہبود کے کاموں پر صرف کیا جائے گا، جیسے مجاہدین کے لیے جنگی ساز و سامان فراہم کرنا (گھوڑے اور ہتھیا راور ان جیسے دوسرے امور میں صرف کیا جائے گا)۔ اور ایک حصہ رسول اللہﷺ کے رشتہ داروں کے لیے ہو گا جو ان کے اغنیاء اور فقراء سب کو دیا جائے گا اور مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا جائے گا اور باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوں گے۔

خمس کی تقسیم بارے علماء اہل سنت کے اقوال
(The sayings of the scholars of Ahl-e-Sunnah about the distribution of Khums)

واختلفوا فی قسمته ذلك الخمس علی اقوال اشهرها ان ذلك الخمس يخمس حتی يكون مجموع الغنيمة مقسوما بخمسة وعشرين قسما عشرون للغانمين بالاتفاق لانهم كسبوها كالاحتطاب والاصطياد واما الخمسة الباقية فواحد منها كان لرسول يصرف الآن الی ماكان يصرفه اليه من مصالح المسلمين كسد الثغور وعمارة الحصون والقناطر و المساجد و ارزاق القضاة والائمة الاهم فالاهم وواحد لذوی القربی يعنی اقارب رسول الله من اولادها شم والمطلب ابنی عبد مناف دون عبد شمس وهماء ابنا عبد مناف ايضا۔۔۔ الی ان قال يستوی فی هذا السهم غنيهم وفقيرهم الا ان الذكر مثل حظ الانثيين وثلاثة اخماس الخمس الباقيات لليتامی والمساكين وابن السبيل هذا عند الامامين ابی حنيفة والشافعی الاان اباحنيفه قال ان سهم رسول الله ساقط بموته وكذلك سهم ذوی القربی وانما يعطون لفقرهم فهم اسوة سائر الفقراء۔۔۔

ثم قال بعد ذلك وعن ابن عباس انه كان يقسم علی ستة لله وللرسول سهمان وسهم لاقاربه حتی قبض فاجری ابوبكر الخمس علی ثلاثة وهم اليتامی والمساكين وابن ا لسبيل وكذلك روی عن عمرو من بعده من الخلفاء وروی ان ابا بكر منع بنی هاشم الخمس و قال انما لكم ان يعطی فقيركم وتزوج ايكم ويخدم من لا خادم له منكم فاما الغنی منكم فهو بمنزلة ابن سبيل غنی لايعطی هوولايتيم موسر من الصدقة شيئا۔ [1]

---

[1] ۔ تفسیر محمد بن جریر طبری: ج10: ص6؛ تفسیر کشاف: ج2ص126۔

ترجمہ: ''خمس کی تقسیم کے بارے میں علماء اہل سنت کے ہاں چند اقوال پائے جاتے ہیں۔ مشہور قول یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام غنیمت پچیس حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جن میں سے بیس حصے بالا تفاق غنیمت حاصل کرنے والوں کے ہیں کیونکہ انہوں نے اس کو حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ جنگل سے لکڑیاں کاٹنا یا شکار کرنا ہوتا ہے۔ ان میں سے بقیہ پانچ حصے رسول اللہ ﷺ کے ہیں جنہیں مسلمانوں کی فلاح و بہبود پر صرف کیا جاتا ہے، جن پر رسول خدا ﷺ خود صرف فرمایا کرتے تھے۔ جیسے دشمنوں کے مقابلے میں "اسلامی مملکت کی" سرحدوں کی حفاظت، قلعے تعمیر کرنا، پل اور مسجدیں بنانا اور قاضیوں اور پیش نمازوں کی ضروریات زندگی پورا کرنا اور اس قسم کے دیگر امور کو اہم کے لحاظ سے انجام دینا۔ ایک حصہ بنی ہاشم و بنی مطلب بن عبد مناف میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے لیے ہوتا ہے۔ یہ حصہ رسول خدا ﷺ کے ان رشتہ داروں کو نہیں ملے گا جو عبد شمس و نوفل میں سے ہوں گو کہ وہ بھی عبد مناف کے ہی فرزند تھے۔ اس حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے ان رشتہ داروں کے غنی اور فقیر سب برابر ہیں۔ مگر یہ کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا جائے گا۔ اور خمس کے باقی حصوں میں سے تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے ہیں۔''

ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نظریہ میں فرق

(Differences in the views of Abu Hanifa and Imam Shafi)

ابو حنیفہ اور شافعی کے نزدیک بھی خمس کی تقسیم کا یہی حکم ہے البتہ اس دونوں کے درمیان یہ فرق ہے کہ ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ کا حصہ آپ کے وصال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اسی طرح ذوی القربیٰ کا حصہ بھی ساقط ہو گیا ہے اور ''ان کو ذوی القربیٰ ہونے کے اعتبار سے کچھ نہیں دیا جاسکتا'' ہاں اگر وہ فقیر ہوں تو ان کو فقیر ہونے کی وجہ سے

خمس دیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا وہ بھی دیگر فقراء کے حکم میں ہیں۔ لہٰذا امام ابوحنیفہ اور شافعی کے نزدیک اس آیت "فان للہ خمسہ وللرسول" کا معنی یہ ہوگا کہ اس کا خمس رسول اللہ ﷺ کے لیے ہے جس طرح دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد "واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ" سے مراد یہ ہے کہ رسولؐ خدا اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ انہیں راضی کریں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا تذکرہ صرف افتتاح کلام کے لیے ہے اور مراد درحقیقت رسول اللہ ﷺ کی رضامندی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی رضامندی ہی اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے۔ اسی طرح مذکورہ آیت میں "فان للہ خمسہ وللرسول" میں بھی اللہ تعالیٰ کا تذکرہ صرف افتتاح کلام کے لیے ہے اور اصل مقصود یہ ہے کہ خمس رسول اللہ ﷺ کا حصہ ہے اور ان لوگوں کا حصہ ہے جو بعد میں مذکور ہیں یعنی ذوی القربیٰ وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کا اس میں کوئی حصہ نہیں"۔

پھر کہا ہے کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں خمس چھ حصوں پر تقسیم کیا جاتا تھا۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ نے خمس کو تین میں تقسیم کرنے کا حکم دیا جو یتیم، مسکین اور مسافر کو دیا جاتا تھا۔ ان کے بعد حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء کے متعلق بھی روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے بنی ہاشم کو ان کا خمس کا حصہ نہ دیا اور ان سے کہا گیا کہ صرف تمہارے فقیر خمس لے سکتے ہیں تاکہ اس سے بغیر شادی شدہ افراد شادی کرسکیں اور جن کے پاس خادم نہیں وہ اپنے لیے خادم مہیا کرسکیں۔ لیکن بنی ہاشم میں سے غنی افراد، غنی مسافر اور یتیم کے بمنزلہ ہیں جنہیں صدقہ (زکوۃ) نہیں دیا جاسکتا۔

تقسیم خمس کے متعلق ابن عباس کا ایک قول
(A saying of Ibn Abbas regarding distribution of Khums)

عصر رسول خداﷺ میں خمس کی تقسیم کے متعلق عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

عن علی عن عبداللہ ابن عباس "قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شئی فان للّٰہ خمسہ و للرسول و لذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل" الایۃ قال ابن عباس فکانت الغنیمۃ تقسم علی خمسۃ اخماس اربعۃ بین من قاتل علیھا و خمس واحد یقسم علی اربعۃ للّٰہ و للرسول و لذی القربیٰ یعنی قرابۃ النبی فما کان للّٰہ وللرسول فھو لقرابۃ النبی ﷺ ولم یاخذ النبی ﷺ من الخمس شیئا فلما قبض اللہ رسولہ ردّ ابوبکر نصیب القرابۃ فی المسلمین، جعل یحمل بہ فی سبیل اللہ لان رسول اللہ قال لا نورث ماترکناہ صدقہ۔[1]

ترجمہ: "حضرت علیؑ نے عبداللہ ابن عباس سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "واعلموا انما غنمتم من شئی فان للّٰہ خمسہ وللرسول" کے متعلق روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ غنیمت پانچ حصوں پر تقسیم کی جاتی تھی، ان میں سے چار حصے جنگ لڑنے والوں کے درمیان تقسیم کئے جاتے تھے اور ایک حصہ پھر چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، اللہ، رسول خداؐ اور ذی القربیٰ (رسول اللہﷺ کے قرابتدار) اور اللہ تعالیٰ اور رسول خداﷺ کا حصہ آپؐ کے رشتہ داروں ہی کو ملتا تھا کیونکہ رسول اللہؐ نے خمس سے کبھی کوئی چیز نہیں لی تھی اور جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ نے رسول اللہؐ کے رشتہ داروں کا حصہ

---

[1]۔ تفسیر ابن جریر طبری "ج: 1: ص6۔

مسلمانوں کو دیا اور اس حصہ کو فی سبیل اللہ پر محمول کر دیا کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا تھا کہ "لانورث، ماترکناہ صدقۃ" کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

قتادہ سے بھی اسی مضمون کی روایت مروی ہے۔

عن قتادۃ انہ سئل عن سھم ذی القربیٰ فقال کان طعمۃ رسول اللہ فلما توفی حمل علیہ ابوبکر و عمر فی سبیل اللہ صدقۃ علی رسول اللہ ﷺ۔

ترجمہ: "قتادہ سے ذوی القربیٰ کے حصہ کے متعلق سوال کیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا رزق تھا۔ لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اسے رسول اللہ ﷺ کا صدقہ قرار دیتے ہوئے اس کو فی سبیل اللہ کا عنوان دے دیا۔"

امام ابو حنیفہ کی رائے اور ابن عباسؓ کی پہلی روایت کے متعلق ذیل کی روایت ملاحظہ کریں:

فالخمس کان فی عھد رسول اللہ یقسم علی خمسۃ اسھم لرسول اللہ و سھم لذوی قرباہ من بنی ھاشم وبنی المطلب دون بنی عبدالشمس وبنی نوفل استحقوہ بالنصرۃ لقصۃ عثمان و جبیر بن مطعم و ثلاثۃ اسھم للیتامیٰ والمساکین وابن السبیل واما بعد رسول اللہ فسھمہ ساقط بموتہ وکذلک سھم ذی القربیٰ وانما یعطون لفقرھم فلا یعطی اغنیائھم فیقسم علی الیتامیٰ والمساکین وابن السبیل وعن ابن عباس انہ کان علی ستۃ للہ وللرسول سھمان وسھم لاقاربہ فاجری ابوبکر الخمس علی ثلثہ وکذا عمر ومن بعدہ من الخلفاء الراشدین و معنی للہ وللرسول اللہ کقولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔[1]

[1]۔ تفسیر مدارک التنزیل: ج1: ص333۔

عصر رسول اللہ ﷺ میں خمس پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور ایک بنی ہاشم اور بنی مطلب میں سے رسولؐ کے رشتہ داروں کا، نہ آپؐ کے ان رشتہ داروں کا جو بنی شمس اور بنی نوفل سے تھے۔ اوّل الذکر نصرت کی وجہ سے قصہ عثمان اور جبیر بن مطعم کے باعث اس کے مستحق قرار پائے۔ خمس کے باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہوتے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد آپ کا حصہ ساقط ہوگیا اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ بھی ساقط ہوگیا اور آپؐ کی رحلت کے بعد ان کو صرف فقیر ہونے کی حیثیت سے خمس دیا جاسکتا ہے اور ان کے توانگروں کو کچھ نہیں دیا جائے گا۔ لہٰذا رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد سارا خمس یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں تقسیم کردیا جائے گا۔

ابن عباس نے روایت کی ہے کہ عصر رسول خدا ﷺ میں خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، جن میں سے اللہ تعالیٰ اور رسول خدا ﷺ کے لیے دو حصّے ہوتے تھے اور ایک آپ کے رشتہ داروں کا ہوتا تھا۔ آپؐ کی رحلت کے بعد ابو بکر نے خمس کو تین حصوں میں تقسیم کردیا۔ حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین نے بھی ایسا ہی کیا۔ "للہ وللرسول" کا معنی یہ کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک ہی حصہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا (کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حصہ رسول اللہؐ ہی کا ہوتا ہے) جس طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں آیا ہے: "اللہ اور اس کا رسولؐ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ انہیں راضی کریں۔"

خمس کی تقسیم کے متعلق اہل سنت فقہاء کے نظریہ کا خلاصہ

(Summary of the views of Ahl-al-Sunnah jurists regarding distribution of Khums)

مذکورہ حوالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کی رائے یہی ہے کہ عصر رسول اللہ ﷺ میں خمس پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا تھا لیکن رسول اللہ ﷺ

کی رحلت کے بعد کے بارے میں ان دونوں کی رائے مختلف ہے کیونکہ ابو حنیفہ اس بات کے قائل ہیں کہ آپؐ کی رحلت کے بعد خمس کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ جبکہ امام شافعی آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد بھی خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے قائل ہیں۔

نتیجہ: اس ساری بحث سے واضح ہو جاتا ہے کہ جو کچھ صاحبِ جوہر الکلام جناب شیخ محمد حسن نجفی نے تحریر فرمایا ہے وہ اکثر کتب اہل سنت کے موافق ہے، نہ وہ بات کہ جسے صاحب مجمع البیان رحمۃ اللہ نے تحریر کیا ہے کیونکہ چار حصوں میں تقسیم کرنے کا قول امام شافعی کا نہیں بلکہ ابن عباس کی طرف منسوب ہے۔ اگرچہ اس بارے دوسرا قول بھی ہے جس کے مطابق ابن عباس خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کرنے کا قائل ہے۔

خمس کی تقسیم کے متعلق فقہاء اہل سنت میں اختلاف رائے

(Disagreement among the juristsof Ahl-e-Sunnah regarding distribution of Khums)

علماء اہل سنت تقسیم خمس کے متعلق کوئی متفقہ نظریہ قائم نہیں کرسکے۔ بلکہ ان کے درمیان پانچ آراء پائی جاتی ہیں۔

اوّل: ابو حنیفہ کی رائے

وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عصر رسول خداؐ میں خمس پانچ حصوں میں تقسیم ہوتا تھا، ان کے نزدیک آپؐ کی رحلت کے بعد خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کے دلائل بیان ہو چکے، لیکن اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

پانچ حصوں میں تقسیم کی دلیل کی تفصیل

خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اللہ کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے "للہ مافی السموات ومافی الارض" "للہ کل شئی" "للہ الدنیا والآخرۃ"

کہ جو کچھ زمینوں اور آسمانوں میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ ہر شئے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے۔ دنیا و آخرت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کریم میں "فان للہ خمسہ وللرسول" کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کا تذکرہ تبرک کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ خمس سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے پہلا حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے اور دیگر چار حصے ہیں اس بناء پر خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔

تین حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل

بیان ہو چکا کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک رسول خدا ﷺ کی رحلت کے بعد خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرنے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ اصل میں تھا ہی نہیں اور رسول اللہ ﷺ کا حصہ آپؐ کی رحلت کے بعد ساقط ہو گیا۔ اس لیے کہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا تھا۔ "لانورث، ما ترکناہ صدقۃ" کہ ہم انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ اور ذوی القربیٰ کا حصہ بھی ساقط ہو گیا کیونکہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکرؓ نے بنی ہاشم کو خمس سے ان کا حصہ نہیں دیا تھا۔ اور ان کے بعد حضرت عمرؓ اور دیگر خلفاء بھی انہی کے نقش قدم پر چلے۔ لہٰذا تین حصے ساقط ہو گئے باقی تین حصے رہ گئے اس لیے بعد از وصال رسول خدا ﷺ خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرکے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دیا جانا چاہئے اور رسول اللہ ﷺ کے رشتہ دار بھی صرف فقیر ہونے کی حیثیت سے خمس لے سکتے ہیں۔

دوم: امام شافعیؒ کی رائے

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ امام شافعی رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور رحلت کے بعد بھی خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے قائل ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ کے برقرار ہونے کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے حصہ

کو مؤمنین کی فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کیا جائے گا اور ذوی القربی کا حصہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کو ملے گا اور ان کے غنی اور فقیر میں بھی فرق نہیں اور مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

سوم: امام مالکؒ کی رائے

امام مالکؒ کے نزدیک خمس کی تقسیم کے لیے کوئی خاص معیار (چھ، پانچ، تین یا چار حصے کا) نہیں۔ بلکہ اس کی تقسیم امام وقت کے صوابدید پر ہے، وہ جیسے مناسب سمجھے تقسیم کر سکتا ہے۔ چنانچہ کتب اہل سنت میں ان سے ذیل کے الفاظ کا مضمون منقول ہے:

وعند مالك الامر فی الخمس مفوض الی اجتهاد الامام أن رای قسمه بين الاصناف الخمسة عند الشافعی وان رای اعطی بعضهم دون وان رای غيرهم اولی واهم فذلك۔ [1]

ترجمہ: "کہ امام مالکؒ کے نزدیک امام وقت کے اجتہاد کے مطابق خمس کی تقسیم ہوگی۔ لہٰذا اگر وہ مناسب سمجھے تو اسے پانچ حصوں میں تقسیم کرے جیسا کہ امام شافعیؒ کا قول ہے، اور اگر مناسب سمجھے تو بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور اگر مناسب سمجھے تو خمس کی تقسیم کے لیے مذکورہ صورتوں کے علاوہ کوئی دوسری صورت کو بھی اختیار کر سکتا ہے۔"

چہارم: عبداللہ بن عباس کا ایک قول

(Fourth: The one saying of Abdullah bin Abbas)

گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا کہ عبداللہ بن عباس سے منقول روایت کے مطابق خمس کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ اللہ اور رسولؐ کا حصہ نہیں لہٰذا ایک حصہ ذوی القربیٰ کا اور تین دیگر حصے باقی اصناف " یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو ملیں گے۔

---

[1]۔ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری: ج1: ص5: تفسیر ابوالسعود العمادی: ج4: ص233۔ تفسیر کشاف ج2: ص126۔

پنجم: عبداللہ بن عباس کا قول ثانی اور ابو العالیہ ریاحی وغیرہ کا قول

اسی طرح نقل ہوچکا کہ ابن عباس کے دوسرے قول کے مطابق عصر رسول اللہ ﷺ میں خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکرؓ خمس کو تین حصوں میں تقسیم کرتے تھے اور حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء کی۔

ابو العالیہ ریاحی اور ربیع نے بھی خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کرنے کو ہی صحیح قرار دیا ہے۔

روی ایضاعن ابی العالیہ والربیع انہ یقسم علی ستۃ اسھم الا انھما قالا سھم اللہ للکعبۃ والباقی لمن ذکرہ اللہ۔[1]

ترجمہ: ''ابو العالیہ اور ربیع سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: خمس کو چھ میں تقسیم کیا جائے گا مگر ان دونوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ، کعبۃ اللہ کے لیے ہوگا اور باقی پانچ حصے ان کے لیے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے۔''

وقال ابوالعالیۃ وھو رجل من صالحی التابعین یقسم ستۃ اقسام فسھم اللہ للکعبۃ والباقی لمن ذکر بعد ذلك۔[2]

ترجمہ: ''جناب ابو العالیہ جو کہ تابعین میں سے ایک صالح مرد تھا خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کرنے کے قائل تھے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبہ کے لیے ہوگا اور باقی ان کے لیے جو قرآن میں مذکورہ ہیں۔''

---

[1]۔ تفسیر مجمع البیان: ج2: ص544۔

[2]۔ تفسیر البیان: ج1: ص797۔

والقول الثانی وھوقول ابی العالیة ان خمس الغنیمة یقسم علی ستة اقسام فواحد منھا للہ و واحد لرسول اللہ و الثالث لذوی القربیٰ و الثلثة الباقیة للیتامیٰ والمساکین وابناء السبیل قالوا و الدلیل علیه انه تعالیٰ جعل خمس الغنیمة للہ ثم للطوائف الخمسة ثم القائلون بھذاالقول منھم من قال یصرف سھم اللہ الی الرسول ومنھم من قال یصرف الی عبارة الکعبة وقال بعضھم انه علیه السلام کان یضرب یدہ فی ھذا الخمس فما قبض علیه من شئی جعله للکعبة وھوالذی سمی للہ تعالیٰ۔

(تفسیر کبیر للفخرالرازی: ج4: ص368)

ترجمہ: "ابو العالیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ ان میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے لیےاور دوسرا رسول اللہ ﷺ کے لیےاور تیسرا ذوی القربیٰ کے لیےاور باقی تین حصے یتامیٰ، مساکین اور مسافرین کے لیے ہیں۔اس قول کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خمس کواللہ تعالیٰ اور پانچ دیگر فریقوں کے لیے قرار دیا ہے۔"

اس قول کے قائلین میں سے بعض نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ رسول اللہ ﷺ کو ہی عطا دیا جائے گااور بعض نے کہاکہ رسول اللہؐ اپنا ہاتھ اس خمس پر مارا کرتے تھے جس قدر مال آپ کے دست مبارک میں آ جاتا تھااسے کعبہ کے لیے مخصوص کر دیتے تھے اوریہی وہ حصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کا حصہ قرار دیا گیا۔

وتعلق ابوالعالیة بظاھر الآیةالکریمة فقال یقسم ستة اسھم وسھم اللہ تعالیٰ الی رتاج الکعبة لما روی انه علیه الصلواة والسلام کان یا خذمعه قبضة فیجعلھا لمصالح الکعبة ثم یقسم مابقی علی خمسة اسھم وقیل سھم للہ لبیت المال وقیل ھو مضموم الی سھم الرسول علیه الصلوٰة والسلام۔ (تفسیر ابوالسعود العمادی: ج4: ص233)

(1) ابوالعالیہ نے آیت کریمہ کے ظاہر کو بنیاد بنا کر کہا ہے کہ خمس چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا حصہ کعبہ کے بڑے دروازے کے لیے ہے۔ اس روایت کی وجہ یہ ہے کہ ایک روایت میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مال غنیمت سے) ایک مٹھی بھر "مالِ خمس میں سے " اپنے ہاتھ میں لے لیتے تھے اور اسے کعبہ کی ضروریات پر خرچ کرتے تھے پھر جو باقی بچتا تھا اس کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

(2) دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ بیت المال کو دیا جائے گا۔

(3) تیسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصہ کیساتھ ملا دیا جائے گا اور یہ حصہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی ہوگا۔

خمس کی تقسیم کا چارٹ فقہ جعفری اور آئمہ اہل سنت کے اقوال کی روشنی میں

فقہ جعفری	فقہ حنفی	فقہ مالکی	فقہ حنبلی	فقہ شافعی
فقہ جعفری کی رو سے خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا	فقہ حنفی کی رو سے خمس تین حصوں میں تقسیم ہوگا	فقہ مالکی کی رو سے امام کی صوابدید پر ہے جتنے حصوں میں تقسیم کرے	فقہ حنبلی کی رو سے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا	فقہ شافعی کی رو سے خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا
1۔ اللہ کا حصہ	1۔ ایتام 2۔ مساکین		1۔ اللہ تعالیٰ 2۔ رسول	اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم کا ایک حصہ

	3۔ فقراء		اکرم کا ایک حصہ ہوگا	ہوگا
2۔ رسول اکرم ﷺ				
2۔ ذی القربیٰ (ذی القربیٰ سے مراد رسول اللہؐ کے معصوم جانشین ہیں اور اللہ کا حصہ رسول اللہؐ کا حصہ اس دور میں امام غائب کے لیے ہے)			3۔ ذوی القربیٰ	4۔ ذوی القربیٰ
ایتام	ایتام		ایتام	ایتام
مساکین	مساکین		مساکین	مساکین
ابن السبیل (یہ تینوں حصے بنی ہاشم اور اولاد رسول خدا کے لیے ہیں)	ابن السبیل		ابن السبیل	ابن السبیل

باب چودہ
(Chapter Fourteen)

انفال اور فیئ کے مصادیق اور
ان اموال سے متعلق احکام و قوانین

(Rules and Regulations
about Examples of Anfal and Fai)

انفال اور فیئ کے احکام

اسلامی مالیات میں فریضہ خمس کے ساتھ ساتھ مال انفال اور مال فیئ کا بھی ذکر کیا جاتا ہے لہٰذا ہم نے مناسب جانا کہ خمس کی بحث تمام کرنے کے بعد انفال اور فیئ کے متعلق بھی بیان کر دیا جائے سابقہ بحثوں کی طرح اس بحث کو بھی ہم نے قوانین کی صورت میں بیان کیا ہے اور ساتھ ہی قوانین کے بارے میں قرآنی و حدیثی حوالہ جات دیئے ہیں، شیعہ فقھاء کے نظریات کے ساتھ ساتھ اہل سنت فقھاء کے نظریات کو بھی بیان کیا ہے۔

قانون: مال انفال اور فیئ رسول اللہ کی ملکیت ہیں اور ان کے بعد آئمہ اہل بیتؑ کے لئے یہ اموال مخصوص ہیں اور آج کے دور میں ان اموال کا تعلق حضرت امام مہدیؑ جو حضور پاکؐ کے بارہویں وصی ہیں اور پردہ غیبت میں ہیں ان کے لئے خاص ہے اور انکی غیبت کے دوران ان کا اختیار ان کے عمومی نائبین (جامع الشرائط مجتہد) کے پاس ہے۔

تعریفات

(Definitions)

انفال:

لغوی معنی: انفال، نفل کی جمع ہے اور نفل لغت میں اصل پر کسی چیز کے اضافے کو کہتے ہیں۔اسی لئے مستحب نمازوں کو نافلہ یا نوافل کہا جاتا ہے کیونکہ وہ فرض نمازوں کے علاوہ اضافی ثواب کی خاطر ہوتی ہیں۔[1]

---

1 التحقیق فی کلمات قرآن کریم ج ۱۲، ص ۲۱۰

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں انفال ان اموال کو کہا جاتا ہے جو امام کے لئے اس کے منصب امامت کی وجہ سے مختص ہیں جس طرح یہ اموال نبیؐ کے لئے منصب نبوت کی وجہ سے خاص تھے۔[1]

فئی:

لغوی معنی: فئی لغت میں رجوع کو کہتے ہیں، اسی لئے جب سایہ سورج کے زوال کے بعد مغرب سے مشرق کی طرف پلٹتا ہے تو اسکو فئی کہا جاتا ہے۔[2]

اصطلاحی معنی: اصطلاح میں ان اموال کو کہا جاتا ہے جو بغیر جنگ اور غلبہ کے مسلمان لشکر کے ہاتھ لگیں۔[3]

قرآنی مستند: (Authentic Quranic verse)

يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنفَالِ قُلِ الْاَنفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُولِ۔ (سورۃ انفال: 1)

ترجمہ: "یہ لوگ آپ سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیجئے کہ انفال سب اللہ اور رسول کے لئے ہیں۔"

وَمَا أَفَاءَ اللهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْ جَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (سورۃ الحشر: 6)

ترجمہ: "اور خدا نے جو کچھ ان کی طرف سے مال فئی اپنے رسول کے لئے دلوایا ہے جس کے لئے تم نے گھوڑے یا اونٹ کے ذریعہ کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے لیکن اللہ اپنے رسولوں کو غلبہ عنایت کرتا ہے اور وہ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

---

1 تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ ج۱۰، ص۲۹۱

2 مجمع البحرین ج۳، ص۱۴۲۵

3 مجمع البحرین ج۳، ص۱۹۱۱

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔[1]

ترجمہ: ''اور یہ جان لو کہ تمہیں جس چیز سے بھی فائدہ حاصل ہو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابتدار، ایتام، مساکین اور مسافرانِ غربت زدہ کے لئے ہے اگر تمہارا ایمان اللہ پر ہے اور اس نصرت پر ہے جو ہم نے اپنے بندے پر حق و باطل کے فیصلہ کے دن جب دو جماعتیں آپس میں ٹکرا رہی تھیں نازل کی تھی اور اللہ ہر شے پر قادر ہے۔''

اس آیت میں وہ لوگ مخاطب ہیں جو جنگ بدر میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ تھے ،جانفشانی کی، قربانی دی، اور کامیابی حاصل کی وہ لوگ اہل نماز تھے، جہاد میں شامل، شہادت کے عاشق، پیغمبر اکرم ﷺ کی امید ہے۔ ان کو اللہ نے خطاب کیا ہے او بدر محاذ کے مجاہدو، اگر خدااور پیغمبر اکرمؐ اور قرآن پر ایمان لاچکے ہو تو تم لوگ اب خمس غنائم سے ادا کرو، خدا پہ ایمان کی شرط نماز و جہاد کے علاوہ ایک مالی واجب یعنی خمس ادا کرنا بھی ہے۔

غنیمت کا معنی:

غنیمت اور غرامت یہ دو لفظ قرآن مجید میں چھ بار آئے ہیں، جس طرح غرامت ہر قسم کے مالی نقصان کو شامل ہے تو اس طرح غنیمت تنہا جنگی درآمد سے نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی منفعت کو شامل ہے۔

عربی لغات کی معتبر کتابیں لسان العرب، تاج العروس، قاموس، اور اہل سنت کے نامور مفسرین جیسے قرطبیؒ، فخر رازی، آلوسی، نے بھی غنیمت کا معنی عمومی لیا ہے۔ اس طرح

1۔ الانفال ۴۱

مفردات راغب میں آیا ہے اور وہ مال جو انسان حاصل کرتا ہے اسے غنیمت کہا جاتا ہے قرآن مجید میں بھی غیر جنگی غنائم پر فقط غنیمت کا استعمال ہوا ہے "۔۔۔۔"سورۃ نساء: ۹۴، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں "من لحق غنم" [1]

جو شخص اسلام کے آئین کے مطابق عمل کرتا ہے تو اپنا مقصود پاتا ہے اور فائدہ حاصل کرتا ہے

شیعہ روایات میں غنیمت کا معنی:

(The Meaning of Booty in Shia Traditions)

شیعہ روایات کے مطابق غنیمت اس آیت میں کسب و کار اور تجارت کے ذریعہ حاصل شدہ درآمد کو شامل ہے، جنگ بدر میں اس آیت کا نزول اس بات پر دلیل نہیں کہ خمس فقط جنگی غنائم سے لینا فرض ہو اور اس جگہ اگر جنگی غنائم مراد لیا گیا ہو تو اس میں خمس کے موارد سے ایک مورد ہے جو جنگی غنیمت ہے اسے بیان کیا گیا ہے دوسرے موارد خمس روایات میں بیان ہوئے ہیں۔

خمس کی اہمیت:

(Importance of Khums)

روایات میں خمس کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے ان روایات میں آیا ہے جو شخص اپنے مال کا خمس نہ دے اس کا مال اس کے لئے حلال نہیں ہے اور ایسے لباس میں نماز پڑھنا جس کا خمس ادا نہیں کیا گیا تو وہ نماز صحیح نہیں ہے تفصیل کے لئے مراجع تقلید کی توضیح المسائل اور مؤلف کی کتاب صحیفہ خمس اور استاد العلماء سید گلاب علی شاہ مرحوم کی کتاب تبیان الخمس دیکھیں۔

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۱۲۰۔

خمس کا ادا کرنا واجب ہے اگر درآمد اور غنائم کم ہی کیوں نہ ہوں "وغنمتم من شیء"[1]

جنگجو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ جنگی غنائم کا خمس ادا کریں[2]

انما غنمتم من شیء فان للہ خمسہ۔

ما غنمتم کے لئے مورد نظر مصادیق ہے کہ یہ جنگ کی آیات میں حکم آیا ہے جو اموال دشمن سے لئے جائیں گے ان کو جنگی غنائم بولا جائے گا۔

مالی افادات پر خمس:

ضروری ہے کہ تمام مالی استفادے جو انسان حاصل کرتا ہے اگرچہ وہ مالی استفادہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس کا خمس دیا جائے اس لئے فرمایا؛ واعلموا انما غنمتم من شیء فان فیہ خمسہ۔

غنم کا معنی:

غنم غنمتم کا مصدر ہے جس کا معنی فائدہ حاصل کرنا ہے۔

راغب نے مفردات القرآن میں بیان کیا ہے غنم بھیڑ بکریوں کو حاصل کرنے کے معنی میں آیا ہے پھر اسے ہر اس چیز پر جسے انسان حاصل کرتا ہے استعمال کیا گیا ہے چاہے وہ دشمنوں سے جنگ کے وسیلہ سے حاصل ہو یا دوسرے طریقہ سے حاصل ہو" من شیء"، یہ بیان اور توضیح ہے "ما" کے لئے جو موصولہ ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جو فائدہ بھی حاصل ہو چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو اس سے خمس ادا کرنا چاہیے۔[3]

---

1 تفسیر نور تالیف آقائ محسن قرآئتی

2 تفسیر راہنما ج۶، سورۃ انفال آیت ۴۱

3 ۴۹۲۔۴۹۳، ج۶، تالیف اکبر ہاشمی رفسنجانی

تفسیر المیزان میں انفال کے بارے بیان
(Statement about Anfal in Tafsir al-Mizan)

آیت کے معنی اوراسکی موقعیت بارے بہت زیادہ اختلاف کئی حوالوں سے کیا گیا ہے۔

معنی کے حوالے "یسلونك عن الانفال" یہ بات اہل بیتؑ کی طرف منسوب ہے کہ آپ نے آیت اس طرح پڑھی ہے۔

کچھ اور لوگ جسے عبداللہ بن مسعود، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن مصرف انہوں نے بھی اس آیت کو اسی طرح پڑھا ہے۔

"یسلونك عن الانفال" پڑھتے ہیں اس میں کہا گیا ہے کہ "عن" زائدہ ہے جو مشہور قرأت ہے۔

کچھ دوسری قرأت شاذہ ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عن مقدرہ (پوشیدہ) ہے یہ کہ انفال سے مراد جنگی غنائم ہیں اور انفال میں "لام معھودہ" ہے اور اس جگہ جنگ بدر کے غنائم کو مراد لیا گیا ہے یا اور یہ کہ انفال سے مراد مال فئی ہے جو اللہ، اللہ کے رسول اور امام کیلئے ہیں اور یہ کہ انفال والی آیت، خمس والی آیت سے منسوخ ہو گئی ہے یا کہ یہ آیت محکمہ ہے۔ (اور منسوخ نہیں)

اس بارے بہت زیادہ بحث و مباحثہ ہوا ہے جسے بڑی تفاسیر میں رجوع کرکے دیکھا جاسکتا ہے جیسے تفسیر رازی، تفسیر آلوسی وغیرہ۔

جو بات اس جگہ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے ہم ایسی بات آیت کے سیاق (انداز بیان) کو سامنے رکھ کر نہیں کہہ سکتے جنگی طرف آیت میں اشارہ ہوا ہے کہ ان لوگوں میں انفال کے معنی میں

جھگڑا ہوا "یسئلونك" وہ سب لوگ تجھ سے سوال کرتے ہیں، یہ سوال ان کے درمیان جو اختلاف انفال کے معنی میں ہوااس بارے سوال کرتے ہیں۔

بعض نے بعض دوسروں کے ساتھ اس کے معنی بارے جھگڑا کیا ہر ایک نے ایک موقف اپنایا کوئی بھی دوسرے کی رائے کو قبول نہیں کرتا تھا، ہر گروہ سمجھتا تھا کہ اسکی رائے درست ہےاور لازمی امر ہے کہ یہ سوال ان ہی لوگوں کی طرف سے رسول اللہؐ کے پاس آیا کہ انہوں نے انفال کے متعلق رسول اللہ سے رجوع کیا اور انفال کا حکم دریافت کیا تاکہ ان کے جواب کے ذریعہ جو اختلاف رونما ہوچکا تھا اسکا خاتمہ ہو جائے یہ مطلب ایسا ہے جس کی تائید آیت کی مشہور قرأت سے ہوتا ہے "یسئلونك عن الانفال" اگر سوال کو عن، لفظ سے متعدی قرار دیا جائے تو اس کا معنی حکم اور خبر معلوم کرنے کے بارے سوال ہے اگر سوال کو متعدی بنفسہ استعمال کریں تو یہ استعطاف (ہمدری طلب کرنا) کے معنی میں ہوگا جو اس موقعیت کے اعتبار سے مناسب نہ ہے پہلا معنی ہی مناسب ہے۔

انفال کا معنی اور حکم:

(Meaning and regulation of Anfal)

دوسری بحث یہ ہے، انفال کے معنی کے لحاظ سے ہے اگرچہ غنیمت اور فئی سب کو شامل ہے لیکن آیت کا مورد بتا رہا کہ ہے اس میں انفال سے مراد جنگی غنائم ہی ہیں اس سے مراد بدر کے ہی جنگی غنائم مراد ہوں تو اس تخصیص کی ضرورت نہیں کیونکہ انہوں نے آپس میں جو جھگڑا اور اختلاف کیا تو وہ اختلاف اس حوالے سے نہ تھا کہ یہ غنائم بدر کی جنگ میں ملے ہیں بلکہ انکا اختلاف اس حوالے سے تھا کہ یہ ایک دینی جہاد تھا ایسا جہاد دین دشمنوں کے خلاف تھا اور اس کے نتیجہ میں جو غنائم ملے ہیں وہ کس کیلیۓ ہیں اختلاف جنگی غنائم بارے تھا اسکو جنگ بدر کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہ ہے۔

آیت کو اس کے مواد کی مناسبت سے اسکا جنگی غنیمت کے ساتھ مختص ہونے کا مطلب یہ نہیں نکلتا کہ اس کے بارے میں جو حکم ہے وہ بھی خاص ہو جائے کیونکہ مورد سبب نہیں بنتا کہ حکم بھی اسی مورد کیلئے خاص ہو کر رہ جائے۔

لہٰذا آیت کا حکم مطلق ہے ہر وہ جسے نفل کہا جاتا ہے وہ اپنی جگہ پر لیکن اس آیت میں یہ حکم بیاں کیا گیا ہے کہ سارے انفال اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں انفال میں اللہ اور اللہ رسول کے علاوہ کوئی اور مومنین سے شریک نہیں اس میں فرق نہیں کہ اس مال کا تعلق غنیمت سے ہو یا فئی سے ہو، اللہ تعالی کے اس فرمان کاظاہر یہ ہے "قل الانفال للہ و الرسول" ان سے کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے خاص ہیں اس فرمان میں اس جملہ کے بعد اللہ نے انہیں وعظ و نصیحت کی ہے اور انہیں ایمان پر ابھارا ہے اللہ تعالی نے انکے جھگڑے کو انفال کی ملکیت بارے قانون سازی کے ذریعے حل کر دیا ہے کہ انفال اللہ کا ملک ہے اور اللہ کے رسول کیلئے ہے انفال کو ان لوگوں کی ملکیت سے علیحدہ کر دیا جس کے متعلق ان کے درمیان جھگڑا اٹھ کھڑا ہوا تھا کہ ایک گروہ کہتا تھا کہ انفال اسکا ملک ہے اور دوسرا کہتا تھا کہ ایسا نہیں بلکہ یہ اسکا ملک ہے یا یہ کہتے تھے کچھ حصہ ایک گروہ کا ہے اور کچھ حصہ دوسرے گروہ کا ہے جبکہ دوسرا گروہ اسکا انکاری تھا اللہ تعالی نے فیصلہ دے دیا کہ ان کیلئے اسکی ملکیت کا عنوان چھین لیا گیا ہے وہ لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ مال انکا ملک ہے وہ اس کے بعد اس بات میں جھگڑا کر رہے تھے کہ اس مال سے کس گروہ کا کتنا ہے اور کس گروہ کا بالکل حصہ اس میں نہیں ہے، اللہ نے فیصلہ دے دیا کہ یہ مال اصل میں تمہاری ملکیت میں نہ ہے یہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت میں ہے لہٰذا وہ جھگڑا ختم کر دیں۔ وہ جو بات کہتے تھے وہ یہ تھی کہ جنگجو جو کچھ غنیمت سے لے لیں گے وہ انکی ملکیت میں ہوگا اور اس پر انکا اجماع تھا البتہ یہ بات تفسیر سے متعلق نہیں بلکہ اس کے بارے فقہ میں بحث ہونی چاہئے کہ جنگی غنیمت کس کیلئے ہے، اس بحث سے اتنا اندازہ ہوتا ہے کہ انکا انفال کے بارے جو جھگڑا کھڑا ہوا تو یہ سابقہ روایت کے تحت

تھا کہ غنیمت جنگجوؤں کیلئے ہوتی تھی یا جو اس کے ہم معنی ہوتے تھے لیکن اس کے بارے حکم اجمالی تھا تفصیل بارے وہ آگاہ نہ تھے لہٰذا اس میں جھگڑا کھڑا ہو گیا ہر ایک نے اپنی طرف اسے لینے کا ارادہ کر لیا قرآنی آیات اس بات کی تائید کرتی ہیں۔

انفال کے حکم کی وضاحت:

(Explanation of the order of Anfal)

سورہ میں آیات کا باہمی ارتباط اور اس میں بدر کے واقعہ بارے صراحت اس بات کو بیان کرتی ہے کہ یہ سورہ بدر میں نازل ہوئی یا جنگ بدر کے تھوڑے عرصہ بعد یہ سورہ نازل ہوئی اسی حوالے سے ابن عباس سے یہ بات نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اس سورہ کو سورہ بدر کا نام دیا ہے اس سورہ کی پانچ آیات میں غنیمت کے موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ "یسلونك عن الانفال قل الانفال لله و الرسول"

وہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں تو ان سے کہہ دیجئے کہ انفال اللہ کیلئے اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں ۲۔اللہ تعالی کا قانون ہے "واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول ولذی القربی والیتامی و المساکین و ابن السبیل ان کنتم آمنتم بالله و ما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان والله علی کل شئ قدیر" اور تم سب یہ بات جان لو کہ یہ بات اٹل ہے کہ کچھ بھی تم جو غنیمت پاتے ہو تو بتحقیق اللہ کے لئے اس کا خمس ہے اللہ کے رسول کیلئے خمس ہے ذی القربی کیلئے خمس ہے اور یتامی، مساکین اور ابن سبیل کیلئے خمس ہے (یہ بات اس حوالے کہی جا رہی ہے کہ) اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور جو کچھ ہم نے اپنے عبد پر یوم فرقان (جنگ بدر کے دن) میں اتارا جس پر دونوں گروہوں میں مڈ بھیڑ ہوئی اور اللہ تو ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۳۔ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ: ’’کسی نبی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قیدی بنا کر رکھے جب تک زمین میں جہاد کی سختیوں کا سامنا نہ کرے۔ تم لوگ تو صرف مال دنیا چاہتے ہو جب کہ اللہ آخرت چاہتا ہے اور وہی صاحبِ عزّت و حکمت ہے۔‘‘

۴۔ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ: ’’اگر خدا کی طرف سے پہلے فیصلہ نہ ہوچکا ہوتا تو تم لوگوں نے جو فدیہ لے لیا تھا اس پر عذابِ عظیم نازل ہوجاتا۔‘‘

۵۔ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ: ’’پس اب جو مالِ غنیمت حاصل کرلیا ہے اسے کھاؤ کہ وہ حلال اور پاکیزہ ہے اور تقویٰ الٰہی اختیار کرو کہ اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔‘‘

دوسری آیت کا مضمون بتارہا ہے یہ پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی ہے اور بعد والی ساری آیات اسی ترتیب سے ہیں کیونکہ ان میں یہ آیا ہے کہ ان کنتم آمنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان، تو یہ آیت واقعہ کے رونما ہونے کے بعد اتری ہے۔

انفال کے اموال بارے حکم:

پھر بعد والی آیات کا مضمون اس بات پر دلیل ہے کہ لوگوں نے رسول اللہؐ سے قیدیوں کے بارے گفتگو کی اور رسول اللہ سے سوال کیا کہ وہ انکو قتل نہ کریں ان سے فدیہ لے لیں ان کی بات ان لوگوں کی اس خواہش پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا گیا ہے پھر یہ جواز کہ وہ اس سے کھائیں جو کچھ انہوں نے غنیمت کے طور پر لے لیا ہے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ

لوگ (جنگجو، مجاہدین) اس مال کے مالک ہیں جو انہیں غنیمت میں ہاتھ لگا وہ انکا ہے، انفال کے بارے ان کے دل میں یہی خیال آیا تو اس بارے ابہام پیدا ہو گیا کہ جو لوگ اس واقعہ میں موجود تھے وہ سب اسکے مالک ہیں یا فقط جنگ لڑنے والوں کیلئے یہ مال ہے ان کیلئے نہیں جنہوں نے نے باقاعدہ جنگ میں حصہ نہیں لیا پھر کیا وہ جنگجو اس میں برابری کی بنیاد پر مالک ہیں، سب میں مال مساوی تقسیم ہوگا یا اس میں مراتب ہوں گے کسی کیلئے کم اور کسی کیلئے زیادہ گھوڑ سواروں کو پیادہ سے زیادہ ملے گا یا اسی طرح کے اور عناوین اور یہ امر ان کے درمیان اختلاف اور جھگڑے کا سبب بنا وہ آپس میں جھگڑ پڑے تو وہ سب اس امر کو رسول اللہؐ کے پاس لے گئے تو یہ پہلی آیت نازل ہوئی۔"قل الانفال للہ والرسول فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم"۔پر کہہ دیجئے کہ انفال اللہ کا ملک ہے اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہے۔ پس تم اللہ کا تقوی اختیار کرو اور آپس میں صلح صفائی کے ساتھ رکھو (آپس میں جھگڑا مت کرو)

اس آیت میں انکے خیال کو غلط قرار دیا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ لوگ انفال کے مالک ہیں کہ انہوں نے اللہ کے اس قول سے اس مطلب کو اخذ کیا کہ (فکلوا مما غنمتم) پس تم سب کھالو جو تم نے غنیمت میں پایا ہے اس آیت میں اس بات کو واضح کر دیا کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے خاص ہیں اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کو جھگڑے سے منع کر دیا جب انکا جھگڑا ختم ہو گیا تو پھر اسے رسول کے اختیار میں دے دیا اور انہوں نے اس مال کو تمام اصحاب میں مساوی تقسیم کر دیا اور کچھ اصحاب جو واقعہ میں شریک نہ تھے انکے لئے انکا حصہ علیحدہ کر دیا۔ جنگجو کو ان پر مقدم نہیں کیا جو جنگ میں شریک نہ تھے اور نہ ہی سواروں کو پیدل پر ترجیح دی۔اس کے بعد دوسری آیت نازل ہوئی"و اعلموا انما غنمتم من شئی فان اللہ خمسہ"اور جان لو کہ جو کچھ تم نے غنیمت سے حاصل کرلیا ہے تو اس میں سے اللہ کیلئے اللہ

کے رسول ؐ کیلئے اور ذی القربی کیلئے خمس ہے تھوڑے وقفہ سے نبی نے جو حصے ان کیلئے دیئے تھے ان سے خمس کو لے لیا اور باقی چار حصے انکے لئے باقی رہ گئے انفال سے جو آیات مربوط ہیں جب ان کو ایک دوسرے سے ملا کر پڑھیں تو ان کا خلاصہ اس طرح نکلتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کا قول "یسلونك عن الانفال" وہ لوگ آپ سے انفال کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا سائلین کے لئے جواب
(Answer of the Prophet (P.B.U.H)to the Muslims)

انداز بیان کے قرائن کو ملانے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے جنگی غنائم کے بارے حکم دریافت کیا جبکہ اس سوال سے پہلے وہ خیال کر چکے تھے کہ وہ لوگ مال غنیمت کے مالک ہیں اور ان کا اختلاف اس کے بارے میں ہوا کہ جس کے وہ مالک ہیں کہ وہ مال کس کیلئے کتنی مقدار میں ہے وہ اس مال کو آپس میں کیسے تقسیم کریں اور کس گروہ کو کتنا ملے گا اس حوالے ان کے درمیان جھگڑا تھا۔

اس کا جواب دیا گیا "قل الانفال لله والرسول" کہہ دیجئے کہ انفال اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہیں یہ انکے سوال کا جواب ہے جو وہ خیال کر رہے تھے کہ جنگی غنائم کے وہ مالک ہیں پس اس جواب سے واضح ہو گیا کہ اللہ اور اللہ کے رسول اس کے مالک ہیں وہ جیسا چاہئیں اس میں تصرف کریں کسی اور کیلئے اس بارے کوئی اختیار نہ ہے۔

اس بیان سے واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت نسخ نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی اور آیت کے حکم کو نسخ کر رہی ہے اس آیت کے آخر میں ہے "فکلوا مما غنمتم" تم کھاؤ اس سے جو تم غنیمت سے ملا ہے آخر آیت تک اسکا معنی تفسیر سے واضح ہو گا اللہ تعالی کا فرمان (کلوا) تم سب کھاؤ، یہ غنیمت کے مالک ہونے سے کنایہ نہیں بلکہ معنی یہ ہے اس مال میں تصرف کر سکتے ہو اس سے تم

فائدہ اٹھا سکتے ہو کہ تم نبی اکرم ﷺ کی تقسیم کے ذریعہ اس حصہ کے مالک بنے، اللہ کے اس قول سے ظاہر ہوتا" واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ و للرسول و لذی القربی "تو یہ آیت ناسخ نہیں کیونکہ پہلے یہ بیاں ہے کہ قل الانفال للہ وللرسول (انفال اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہیں اس کے بعد اللہ کا یہ قول کہ" واعلموا انما غنمتم "تو یہ مجاہدین کو یہ حکم دیا جارہا ہے کہ جو مال غنیمت تمہارے حصہ میں نبی پاکؐ نے دیا ہے تو اس تمام کو مت کھاؤبلکہ اس سے خمس کو نکالو کیونکہ "قل الانفال للہ وللرسول" کے بعد انفال انکی ملکیت نہیں بلکہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے۔" الانفال للہ وللرسول" سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ انفال اصل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہیں اس میں اس حوالے سے کوئی بیان نہیں کہ اس میں تصرف کیسے کیا جائے اور کس طرح اس سے فائدہ اٹھائیں تو اس بات کو سمجھ لینے کے بعد "واعلموا انما غنمتم "پہلی سے مناقض نہیں کہ وہ اس کیلیئے ناسخ ہوان تین آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے یہ بات طے ہو جاتی ہے کہ انفال (جنگی غنائم) اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے۔اسکے بعد چار حصے مجاہدین کیلیئے ہیں وہ اس سے کھائیں اور اپنے استعمال میں لائیں اور خمس اللہ اللہ کے رسول اور ذی القربی کیلیئے ہیں اور انکے علاوہ دوسرے اصناف یتامی، مساکین، ابن سبیل کیلیئے ہے انکے لئے خاص ہیں

اس بیان سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ غنائم کو انفال سے تعبیر کرنا جو کہ نفل کی جمع ہے جو اضافہ اور زیادہ کے معنی میں ہے جو اصل سے علاوہ ہو اس میں حکم کی حقیقت کا بیان ہے کہ اسکا موضوع عام ہے گویا کہ یوں کہا گیا کہ تم سے غنائم کے بارے سوال کرتے ہیں تو یہ اضافات اور اصل کے علاوہ ہے جس کا لوگوں میں سے کوئی مالک نہ ہے۔ پس اگر ایسا ہے تو پھر ان اضافات کے بارے حکم واضح کیا گیا ہے کہ یہ اموال اللہ اور اللہ کے رسولؐ کیلیئے ہیں جس کا لازمہ یہ ہے کہ اضافات کے مالک اللہ اور اللہ کے رسول ہیں تو پھر اصل مال کے مالک بھی جو

غنیمت ہے اللہ اور اللہ کے رسول ہیں اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ الانفال میں الف لام عہد کا ہے دوسری میں (قل الانفال) الف لام استغراق اور عمومیت کا ہے کیونکہ آیت کے دوسرے حصہ میں یہ نہیں کہا کہ وھی للہ وللرسول بلکہ دوسری مرتبہ "الانفال" کو لیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس جگہ "الانفال" میں تمام انفال کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ قل الانفال للہ وللرسول" میں حکم عام ہے اور اپنے عموم سے غنیمت اور باقی سارے اموال کو شامل ہے جو عام لوگوں کی نظروں میں اضافی اموال شمار ہوتے ہیں جیسے ویران گھر، ویران بستیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں، وادیوں کے پیٹ، بادشاہوں کے خصوصی اموال، ایسے اموال جنکا کوئی وارث نہیں لیکن الانفال جو غنائم جنگی کے معنی میں ہے تو وہ جنگ لڑنے والوں کیلئے ہے اس کی دلیل نبی اکرمؐ کا عمل ہے اس کے علاوہ باقی جو ہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت میں باقی رہتا ہے۔

یہ ان آیات میں وقت اور غور کرنے سے سمجھ آجاتا ہے۔

طولانی تفاسیر میں اس جگہ پر بہت سارے اقوال ہیں جن کو اس جگہ لانے کا کوئی فائدہ نہ ہے۔

مومنین کے لئے پانچ صفات کا انتخاب:
(Five characteristics for believers)

اللہ کا یہ قول "انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم" دو آیتوں کے آخر تک اور ان کے بعد ایسے مطلب کو بیان کیا گیا ہے کہ مومنین ایمان کی حقیقت کے ذریعہ ہی ممتاز ہیں وہ اچھے اور عمدہ اوصاف رکھتے ہیں انکے لئے بڑا ثواب ہے تاکہ جو اللہ کا قول "فاتقوا اللہ واصلحوا اذات بینکم" اس میں اللہ کا تقوی اور اصلاح ذات البین بارے تاکید کی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے

مومنوں کیلئے پانچ صفات کو بیان کیا ہے اپنے کلام میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کیلئے جتنے اوصاف بیان کیئے ہیں ان میں سے پانچ کا انتخاب کیا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جتنی صفات مومنوں کیلئے بیان کی ہیں وہ زیادہ ہیں وہ سب کی سب مومنوں کے ایمان کا لازمہ ہیں اور منتخب صفات میں اگر غور کیا جائے اور ان میں دقت سے دیکھا جائے تو یہ مومنوں کیلئے آسان کر دیں گے کہ وہ اپنے آپ کو تقوی اور آپس کی اصلاح، اللہ کی اطاعت اور اللہ کے رسول کی اطاعت کیلئے آمادہ کرنا ان کیلئے آسان ہو جائے گا وہ پانچ صفات اس طرح ہیں

۱۔اللہ کی یاد کے وقت دل میں خوف کی کیفیت کا موجود ہونا

۲۔اللہ کی آیات کو توجہ سے سننا اس سے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے

۳۔اللہ پر توکل

۴۔ نماز کا قائم کرنا

۵۔جو اللہ نے دیا ہے اس سے انفاق کرنا

واضح ہے کہ پہلی تین صفات کا تعلق دل سے ہے اور آخری دو صفات کا تعلق اعضاء وجوارح سے ہے ان صفات میں ترتیب کا لحاظ رکھا گیا ہے یہ ترتیب طبعی ہے کیونکہ نور ایمان دل پر تدریجاً اپنے اثرات ڈالتا ہے،آہستہ آہستہ یہ نورانیت بڑھتی رہتی ہے اور چند در چند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ایمان کی حقیقت مکمل ہو جاتی ہے جب پہلا اشراق ہوتا ہے تو اس میں وجود ودل میں دھڑکا اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جیسے ہی وہ اللہ کا کو یاد کرتا ہے اللہ کے ذکر سے اس میں خوف کی کیفیت کا پیدا ہونا پہلا مرحلہ ہے اسے اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے

"انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم" مومنوں کی تو یہ حالت ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دلوں میں خوف کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ایمان میں پھیلاؤ آتا ہے وسعت آتی ہے اس میں نشو ونما ہوتی ہے اللہ کے وجود پر دلالت کرنے والی نشانیوں اور آیات میں غور و فکر کرنے میں وہ مصروف ہو جاتا ہے ایسی آیات جو اسکی معارف حقہ بارے راہنمائی کرتے ہیں وہ اس جانب متوجہ ہوتا ہے مومن جب بھی کسی شئی کے بارے توجہ کرتا ہے اور اس کے متعلق سوچتا ہے تو اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس طرح اس کا ایمان مضبوط ہوتا جاتا ہے یہ سلسلہ اسی طرح بڑھتا رہتا ہے اور وہ یقین کی منزل پر پہنچ جاتا ہے اس مرحلہ کو اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے "واذا تلیت علیھم آیاتہ زادتھم ایمانا" جب انکے لئے اللہ کی آیات کو تلاوت کیا جاتا ہے تو انکے ایمان میں اضافہ ہو جاتا ہے اسکا ایمان بڑھ جاتا ہے یعنی ایمان اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ شخص اپنے رب کا مقام اور اپنی حقیقت کو سمجھنے لگتا ہے اس مرحلہ پر وہ حیثیت کو اپنی معرفت سے مطابقت دیتا ہے یہ مرحلہ ہوتا ہے کہ وہ جان لیتا ہے "الامرکلہ للہ" کہ سب امر اللہ ہی کیلئے ہے وہ یکتا رب ہے جس کی طرف ہر شئی نے پلٹنا ہے پس انسان پر جو بات حتمی اور لازم ہو جاتی ہے کہ وہ اللہ ہی پر توکل کرے اور جو کچھ وہ چاہتا ہے اس میں اللہ کو اپنا وکیل جانے اسکی پوری زندگی کے معاملات اللہ ہی کے سپرد ہیں وہ ہی سب کو دیکھ رہا ہے اور اسی پر اعتماد ہے اس کی زندگی کے تمام معاملات میں اللہ ہی کے احکام اور فیصلہ جات نافذ ہونگے اسی کے قوانین چلیں گے۔ قانون اللہ کا ہوگا اور اس کے ہی اوامر و نواہی کے مطابق چلے گا اور اس بارے اللہ کا قول ہے "وعلی ربھم یتوکلون" اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ پھر جب ایمان اپنے کمال کے ساتھ دل میں ٹھہر جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عبد اپنی عبودیت کی کیفیت سے اپنے رب کی طرف رجوع کرے وہ خود کو مقام عبدیت پر قرار دیتا ہے اور خضوع اور عاجزی میں

اخلاص کا اظہار کرتا ہے اور وہ نماز کی صورت میں ہے نماز اللہ اور عبد کے درمیان کا معاملہ ہے۔

اور یہ کہ وہ معاشرہ کے کمتر لوگوں کے ساتھ ہر قسمی تعاون کرنا ہے تاکہ معاشرہ میں عدم توازن کا خاتمہ ہو اور اللہ تعالی نے اسے جو مال دیا ہے، علم دیا ہے جو بھی اس کے پاس اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں اس کی جو صلاحیت ہے وہ اس سے فقراء اور حاجت مندوں کیلئے دینے میں دریغ نہ کرے اس بات کو اللہ تعالی نے اس طرح بیان کیا ہے۔

الذین یقیمون الصلوۃ و مما رزقنھم ینفقون "وہ ہیں جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور جو ہم نے انکو روزی میں دیا ہے وہ اس سے خرچ کرتے ہیں

انفال کی آیات کی بحث کا نتیجہ:

(Conclusion of the discussion of the verses of Anfal)

جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اللہ کا قول "وزادتھم ایمانا" یہ اشارہ ہے کہ کیفیت کے لحاظ سے ایمان بڑھتا رہتا ہے اس میں اس ایمانی کیفیت کا کمال اور اس میں شدت اور بڑھاوا مراد ہے اس سے عددی کثرت مراد نہ ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے خیال پیش کیا ہے اور اللہ کا یہ قول "اولیك ھم المومنون حقالھم درجات عند ربھم و مغفرۃ و رزق کریم"

یہ اللہ کا فیصلہ ہے ایمان جب مضبوط ہو جاتا ہے کامل ہو جاتا ہے اور ان پانچ صفات کا مومن مالک بن جاتا ہے جنکو اللہ نے بیان کیا ہے تو اس کے بعد ایسے مومنین کیلئے بڑا اجر ہے۔ بڑا مقام و ثواب ہے۔

"اولیك هم المومنون حقا" یہی خاص ایمان والے اور سچے، حقیقی مومنین ہیں انکے لئے اللہ کی طرف سے بڑے درجات ہیں، انکے لئے مغفرت ہے اور عمدہ روزی ہے۔

حقیقی مومن کیلئے ہے اللہ کا قول "لهم درجات عند ربهم و مغفرة و رزق كريم" مغفرت سے مراد مومنوں کے گناہوں سے اللہ کا در گزر کرنا ہے معافی دینا ہے رزق کریم سے مراد جو حقیقت میں جو نعمتیں مومنوں کیلئے ہوں گی اللہ تعالی نے اسے رزق کریم سے تعبیر کیا ہے اللہ تعالی نے اپنے کلام میں رزق کریم اور نعمتوں سے جنت مراد لی ہے جیسے اللہ کا قول ہے "والذين امنوا و عملوا الصالحات لهم مغفرة و رزق كريم والذين سعوا فی اياتنا معاجزين اوليك اصحاب الجحيم (الحج آیت نمبر ۱۵)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "لهم درجات عند ربهم" سے مراد انکے رب کے ہاں قرب کے مراتب اور معنوی درجات ہیں کیونکہ جنت اللہ تعالی کے قرب کے مراتب سے ہے جو کچھ آیت میں ہے کہ یہ ان مومنوں کیلئے درجات و مراتب کو ثابت کر رہی ہے سارے درجات سب کیلئے ہیں لیکن یہ سارے درجات سب کے لئے ثابت ہوں تو ایسا نہیں بلکہ ہر ایک کیلئے ایمان کے لوازمات سے ہے کہ ان کے واسطے ان درجات سے درجہ ملے گا کیونکہ ایمان کے مراتب مختلف ہیں ایمان کے درجات کے مطابق مراتب ملیں گے کچھ مومنوں کیلئے ایک درجہ ہوگا کسی کیلئے دو کسی کیلئے تین مراتب ہوں گے

اللہ کے اس قول سے اس بات کی تائید ہوتی ہے :يرفع الله الذين امنوا منكم والذين اوتو العلم درجات۔ (المجادلہ آیت نمبر ۱۱)

اور اللہ کا قول: اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ هم درجات عند الله والله بصير بما يعملون۔

کیا رضائے الٰہی کا اتباع کرنے والا اس کے جیسا ہوگا جو غضب الٰہی میں گرفتار ہو کہ اس کا انجام جہنّم ہے اور وہ بدترین منزل ہے (آل عمران ۱۶۳)

جو بیان ہو چکا کہ آیت میں بعض افراد کی تفسیر کہ اس میں جنت کے درجات اور مراتب مراد ہیں یہ بات صحیح نہیں ہے جیسا اوپر بیان گذر چکا اس میں جو بات طے شدہ ہے وہ یہ ہے کہ ان درجات سے مراد قرب الٰہی کے درجات و مراتب ہیں اگرچہ یہ ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔

انفال اور گھر چھوڑنے کے حکم میں تشابہ:
(Similarity in the order of Anfal and leaving house order)

اللہ کا یہ قول "كما اخرجك ربك من بيتك بالحق وان فريقا من المومنين لكارهون" اس کے بعدوالی دو آیات اس کا سیاق اور انداز کہ اللہ کا قول (کمااخرجک) متعلق ہے اس بات پر جس پر اللہ کا قول "قل الانفال لله وللرسول" دلیل ہے اس جگہ جو بات کہی جارہی ہے وہ اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ انفال اللہ کیلئے ہیں اور اللہ کے رسول کیلئے ہیں یہ فیصلہ بر حق ہے اگرچہ لوگوں کیلئے ناپسندیدہ ہی کیوں نہ ہو یہ اسی طرح ہے کہ جسے اللہ تعالی آپ کواپنے گھر سے نکلنے کا حکم دیا یہ بات بھی کچھ ناپسندیدہ تھی یہ ایک طے شدہ بات ہے اس پر انکے دین ور انکی دنیا کا مفاد ومنفعت ہے جس سے وہ غافل ہیں،اور یہ بات کہی گئی ہے کہ یہ متعلق ہے اللہ کے اس قول کے (کہ يجادلونك فی الحق) وہ حق بات بارے تجھ سے جھگڑتے ہیں اور یہ کہا گیا ہے اس میں عامل، حق کا معنی ہے اور اس کا مقدر اس طرح ہے یہ ذکر حق کی جانب سے ہے جس طرح تیرے رب نے آپکے گھر سے آپکو حق کیلئے (ایک مصلحت و مفاد کی خاطر) نکالا، رسول اللہ کو مدینہ سے باہر دشمن کا مقابلہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا یہ فیصلہ اللہ کا تھا

اس فیصلہ سے کچھ لوگ ناخوش تھے جس طرح انفال کے بارے میں جب اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا تو اس سے بھی کچھ لوگ ناخوش رہے

یہ دو معنی جیسے آپ سمجھ سکتے ہیں آیت کے انداز و سیاق سے بعید و دور ہے کیونکہ حق باطل کے مقابل میں ہوتا ہے اور یہ ایک امر ثابت ہے جس پر اسکے مطلوبہ آثار مرتب ہوتے ہیں جو واقعی ہوتے ہیں ایک عمل جو کہ آپؐ کو گھر سے نکالنا ہے یہ حق اور مصلحت کے مطابق ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ واقع امر میں یہی متعین واجب اور ضروری تھا کچھ نے کہا ہے اس سے مراد وحی ہے بعض نے کہا اس سے مراد جہاد ہے اس کے علاوہ معانی بھی بیان ہوئے ہیں لیکن یہ سب معانی سیاقِ آیت کے مطابق نہیں، اصل میں جدل کا معنی رسی کو مختلف دھاگوں سے ملا کر بنانا اور مضبوط کرنا ہوتا ہے جدیل بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں

یہ زمانہ جدیل ہے یعنی ایک دوسرے سے ملا ہوا اور جڑا ہوا ہے جدال کو جدال اس لئے کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی رائے پر ڈٹ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اسی کی رائے مضبوط ہے وہ اپنے مذہب سے ہٹ کر دوسرے کو قبول نہیں کر سکتا، اپنی رائے کو نہیں چھوڑتا

انفال اور گھر چھوڑنے متعلق آیات کا معنی:

ان دو آیتوں کا معنی اس طرح ہے کہ اللہ تعالی نے جو انفال کے بارے حکم دیا ہے وہ صحیح و برحق ہے اور اسی میں مصلحت و مفاد ہے اگرچہ یہ فیصلہ کچھ لوگوں کیلئے پسندیدہ نہیں ہے جس طرح جب اللہ تعالی نے آپ کو اپنے گھر مدینہ سے نکالا تو یہ نکالا جانا بھی برحق تھا اور مفاد میں تھا جبکہ مومنوں کا ایک گروہ اسے ناپسند کرتا تھا (وہ چاہتے تھے کہ آپ مدینہ ہی میں موجود رہیں) یہ لوگ حق کے بارے جھگڑا کرتے ہیں جبکہ اجمالی طور پر انہیں معلوم ہو چکا ہے کہ حق کیا ہے۔ صحیح فیصلہ کے بارے اجمالی علم انہیں ہو چکا تھا ان کی حالت ایسی ہے جیسا کہ ان کو موت کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہوتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ ان کیلئے موت کے اسباب و وسائل آمادہ ہو چکے ہوں۔

بیان پر تبصرہ:۔

ہم نے تفسیر المیزان سے انفال سے متعلق تفصیلی بحث کو دیا ہے تاکہ شیعہ نقطہ نظر اس بارے واضح ہو جائے انفال سے مراد جنگی غنائم سے اضافی اموال جو ملتے ہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسولؐ کی ملکیت ہیں تو خود جنگی غنائم بطریق اولی اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہیں جب انفال، مال فئی، مال غنیمت سب اللہ اور اللہ کے رسولؐ کیلئے ہیں تو پھر تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جنگی غنائم جب تمہارے درمیان تقسیم کر دیے جائیں تو پھر جو تمہارا حصہ ہے اس سے تم خمس نکالو اور باقی حصوں کو اپنے استعمال میں لے آؤ ہم نے بڑی تفصیل سے بیان کر دیا ہے کہ آیت خمس میں جنگی غنائم کا حکم بھی بیان ہوا ہے لیکن اس میں ہر قسمی آمدن سے جو کچھ انسان حاصل کرتا ہے اس سے بھی خمس دینا ہوتا ہے اس بارے تفصیلی بحث پہلے صفحات میں ہو چکی ہے۔

انفال کے بارے آئمہ اہل بیتؑ اطہار کا بیان:

۱۔عن زرارة ، عن ابی عبداللهؑ قال؛ قلت له؛ ما يقول الله؛﴿ يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ﴾۔قال؛الأنفال لله وللرسول وهی كلّ أرض جلی أهلها من غير أن يحمل عليها بخيل ولا رجال ولا ركاب، فهی نفل الله وللرسولﷺ[1]

ترجمہ: ''زرارہ امام جعفر صادقؑ سے روایت نقل کرتا ہے کہ میں نے امامؑ سے يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ کے بارے میں سوال کیا تو امامؑ نے فرمایا انفال اللہ اور اسکے رسول کے لئے ہیں انفال سے مراد تمام وہ زمینیں ہیں جنہیں ان کے اہل نے کسی جنگ اور لشکر کشی کے بغیر چھوڑ دی ہیں پس یہ تمام اللہ اور اسکے رسول کے لئے انفال ہیں۔''

1 التھذیب ج۴، ص۱۳۲،ح ۳۶۸، الوسائل ، ص۵۲۶، ابواب الانفال ب۱، ح۹

۲۔عن محمد بن مسلم، عن ابی عبداللہ انه سمعه يقول؛ انّ الأنفال ما كان من أرض لم يكن فيها هراقة دم، أو قوم صولحو وأعطو بأيدهم، وما كان من أرض خربة۔ أو بطون أودية، فهذا كلّه من الفی والأنفال لله وللرسول، فما كان لله فهو للرسول يضعه حيث يحبّ[1]

ترجمہ: ''محمد بن مسلم کہتا ہے کہ انہوں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ انفال وہ اراضی ہیں جن پر کوئی جنگ اور خونریزی نہیں ہوئی یا ایسی اراضی جن کے رہنے والوں نے صلح کی اور اپنے ہاتھوں سے وہ زمینیں مسلمانوں کو سونپ دیں اسی طرح کھنڈرات ،وادیاں، یہ تمام فئی اور انفال کے مصادیق ہیں جو کہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں، پس جو کچھ اللہ کے لئے ہے وہ اسکے رسول کے لئے ہے آپؐ اس میں جیسا چاہیں تصرف کر سکتے ہیں۔''

۳۔عن سماعة بن مهران قال؛ سألته عن الأنفال؟ فقال؛كلّ أرض خربة أو شی يكون للملوك فهو خاص للامام وليس للناس فيها سهم، قال؛ ومنها البحرين لم يوجف عليها بخيل ولا ركاب۔[2]

ترجمہ: ''سماعہ بن مہران روایت کرتا ہے کہ میں نے معصوم سے انفال کے متعلق دریافت کیا تو امامؑ نے فرمایا؛ وہ تمام زمینیں جو کھنڈرات ہو چکی ہیں یا کسی کی ملکیت میں تھیں لیکن مالک چھوڑ کر چلے گئے ہیں وہ امام کے لئے خاص ہیں دیگر لوگوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں اور پھر فرمایا انہی زمینوں میں سے بحرین ہے کہ جس پر کوئی لشکر کشی نہیں ہوئی۔''

1 التھذیب ج ۴، ص ۱۳۲، ح ۳۶۸، الوسائل ، ص ۵۲۶، ابواب الانفال ب ۱، ح ۱۰
2 التھذیب ج ۴، ص ۱۳۲، ح ۳۶۸، الوسائل ، ص ۵۲۶، ابواب الانفال ب ۱، ح ۸

۵۔ عن ابی الحسن موسیٰ علیه السلام ؛ قال ان الله لما فتح علی نبیه فدك وماوالاهالم یوجف علیه بخیل ولا رکاب فانزل الله علی نبیه ۔وآت ذالقربیٰ حقه، فلم یدر رسول من هم فراجع فی ذلك جبرائیل و راجع جبرائیل ایه، فاوحی الله الیه أن ادفع فدك الی فاطمه(الی ان قال)حدّ منها جبل احد وحد منها عریش مصد وحد منها سیف البحر وحد منها دومة الجندل وقیل له کل هذا قال نعم ان هذا کلمه مما لم یوجف اهله علی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بخیل ولا رکاب محمد بن الحسن باسناده عن السیاری نحوه الا انه ترك ذکر الحدود۔

ترجمہ: ''ابو الحسن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے بیان ہے آپ نے بیان کیا جس وقت اللہ تعالیٰ نے فدک اور جو کچھ اسکے اطراف میں موجود تھا اسے اپنے نبی کے لئے بغیر گھوڑے دوڑائے، سوار چڑھائے فتح میں دے دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیت اتاری ہے؛ وآت ذالقربیٰ حقه۔ اور قرابت داروں کو ان کا حق دے دیں تو رسول اللہؐ نے قرابت داروں کے بارے آگاہی لینے کے لئے جبرائیل سے دریافت کیا اور جبرائیل نے اللہ کی جانب سے یہ وحی پہنچائی کہ فدک جناب فاطمہ علیہا السلام کو دے دیں (اسی میں مزید فرمایا) اس کی ایک حد احد کا پہاڑ ہے اسکی ایک حد مصر کا عریش ہے، اور اسکی ایک حد سمندر کا ساحل ہے اور اسکی ایک حد دومۃ الجندل ہے۔ آپ کے لئے سوال ہوا کیا یہ سارا اس میں شامل ہے؟ تو آپ نے فرمایا جی ہاں یہ سب ایسے علاقے ہیں جن کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ نہیں کی گھوڑوں اور سواروں کی چڑھائی نہیں ہوئی۔۔۔۔ محمد بن الحسن نے اپنی اسناد سے اور انہوں نے سیاری سے (راوی کا نام ہے) اسی مضمون کی روایت بیان کی ہے البتہ اس میں حدود اربعہ کو بیان نہیں کیا گیا۔''

۱۰۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام انہ سمعہ یقول؛ان الانفال ما کان من أرض لم یکن فیھا ھراقۃ الدم وقوم صولحوا واعطوا بایدیھم، وما کان من أرض خربۃ أو بطون أودیۃ فھو کلہ من الفئ والانفال للہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ للہ فما کان للہ فھو لرسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ یضعہ حیث یجب۔

ترجمہ: ''حضرت ابو عبداللہؑ سے راوی نے اس بیان کو سنا؛، تحقیق انفال ایسی سرزمین ہے جس میں خون نہیں بہایا گیا (جنگ نہیں ہوئی) ایسی قوم جس نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کرلی اور اپنے ہاتھوں سے اپنی زمین کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کردیا اور وہ زمینیں جو ویران تھیں جو وادیوں کے پیٹ ہیں یہ سب کچھ فئی اور انفال سے ہے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہے اور جو اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ اسے جہاں چاہیں مصرف میں لے آئیں۔''

۱۱۔عن ابی جعفر قال سمعت یقول الفئی والانفال ماکان من ارض لم یکن فیھا ھراقۃ الدماء وقوم صولحو و اعطو بایدیھم وماکان من ارض خربۃ او بطون اودیۃ فھو کلہ من الفئی فھذا للہ ولرسولہ فما کان للہ فھو لرسولہ یضعہ حیث شاء وھو الامام بعد الرسول واما قولہ: وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فما او جفتم علیہ من خیل ولا رکاب قال الاتری ھو ھذا فھذا بمنزلۃ المغنم وکان ابی یقول ذلك و لنا فیہ غیر المسلمین سھم الرسول وسھم القربی ونحن شرکاء الناس فیما بقی۔

ترجمہ: ''ابو جعفرؑ سے ہے راوی یہ کہتا ہے کہ میں نے امامؑ سے یہ کہتے ہوئے سنا آپؑ نے فرمایا فئی اور انفال ایسے اموال ہیں جن میں وہ زمینیں ہیں جن پر خون نہیں بہایا گیا (بغیر جنگ کے حاصل ہونے والی زمینیں) ایسی زمینیں جو مالکوں نے رسول اللہ ﷺ سے صلح کرکے حوالے کردی ہوں۔ جو ویران اور غیر آباد زمینیں ہیں، وادیوں کے پیٹ میں ہیں یہ

سب کا سب فئی سے ہے یہ اموال اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے ہیں، جہاں چاہیں وہ انہیں خرچ کریں اور رسول اللہ ﷺ کے بعد امامؑ کے لئے ہیں۔''

بہر حال اللہ کا یہ قول ہے، وما افاء الله علی رسوله منهم فما او جفتم علیه من خیل ولا رکاب،، آپ کا بیان ہے تم دیکھتے نہیں ہو کہ یہ سب کچھ یہی ہے اور بہر حال اللہ کا یہ قول جو ہے تو یہ مغنم کی مانند ہے اور میرے بابا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے لئے اس میں دو سھم (حصہ) ہیں، (اللہ کا سھم اور اللہ کے رسول ﷺ کا سھم جو کہ ایک ہی سھم بنتا ہے) رسول اللہ اور قربیٰ کا سھم جبکہ باقی حصوں میں ہم لوگوں کے ساتھ شریک ہیں۔

۱۲۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام فی الرجل یموت ولا وارث له ولا مولی قال، هو من هذه الآيه يسألونك عن الانفال۔

ترجمہ: ''ابو عبداللہؑ سے ہے کہ ایک آدمی مر جاتا ہے اس کا کوئی وارث موجود نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکا کوئی غلام ہوتا ہے تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ مورد بھی اسی آیت کے حکم میں ہے؛ ویسئلونك عن الانفال، (یعنی جس کا کوئی وارث نہ ہو تو وہ امام (حاکم شرع) کی ملکیت میں آجاتا ہے)۔''

۱۳۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام اذا غزاقوم بغیر اذن الامام فغنمو کانت الغینمة کلها للامام واذا غزوابامرالامام فغنمواکان للامام الخمس۔

ترجمہ: ''ابو عبد اللہؑ سے اگر ایک قوم امام کی اجازت کے بغیر جنگ کرے اور اگر غنیمت حاصل کرلیں تو وہ ساری غنیمت امامؑ کے لئے ہو گی اور جب امام کی اجازت سے جنگ کریں اور غنیمت حاصل کریں تو امام کے لئے خمس ہوگا۔''

۱۴۔علی بن الحسین المرتضیٰ نے اپنے کتابچہ المحکم و المتشابہ میں لکھا ہے اور اسے اپنی اسناد سے نعمانی کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ علیؑ کا یہ بیان ہے آپؑ نے خمس کا ذکر

کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کا٦/١امام کے لئے ہے اس کے بعد فرمایا جو شخص مسلمانوں کے امو رکو سنبھالے ہو گا (ولی امر المسلمین، حاکم شرع) تو اس کے لئے انفال میں جو رسول اللہؐ کے لئے تھے ۔اللہ عزوجل نے فرمایا؛ ویسئلونك عن الانفال قل لانفال لله ولرسول، لوگوں نے آپ سے انفال کے بارے میں سوال کیا تھا وہ چاہتے تھے کہ وہ ان کو اپنے لئے حاصل کر لیں تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب دیا جو بیان ہو چکا ہے اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے؛ فاتقوا الله واصلحوا ذات بینکم واطیعوا لله ورسوله ان کنتم مومنین کہ تم اللہ کی اطاعت میں رہو اور تم ایسے اموال کا مطالبہ مت کرو جس کے تم مستحق نہیں ہو اور جو کچھ اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہے وہ وہ سب کچھ امام کے لئے ہے اور امام کے لئے ایک اور حصہ فیئ سے بھی ہے فیئ کی تقسیم ہو گی اس طرح کہ اس کے دو حصے کئے جائیں گے ایک حصہ تو امام کے لئے مخصوص ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان سورۃ حشر میں ہے؛ مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْ اَھْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۔۔ تو کچھ بھی اللہ نے اہل قریہ کی طرف سے اپنے رسول کو دلوایا ہے وہ سب اللہ، رسول اور رسول کے قرابتدار، ایتام، مساکین اور مسافران غربت زدہ کے لئے ہے ۔۔؛

فیئ اور انفال میں آنے والے اموال:

فیئ وہ آبادیاں (اموال) ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہوئے ہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس میں انکی طرف پلٹنا تھا کہ جسے ان سے غصب کر لیا گیا ہو جو اصل میں ان کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ انی جاعل فی الارض خلیفه، تو زمین ساری حضرت آدمؑ کے لئے ہے پھر ان منتخب افراد کے لئے جنہیں اللہ نے مصطفیٰ بنایا اور انہیں معصوم قرار دیا اور وہی ساری زمین پر اللہ کی طرف سے خلیفہ رہے، جب ظالموں نے ان سے یہ حق غصب کر لیا اس حق کو ان سے چھین لیا جو حق اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے تھا، اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے یہ حق

ان کے لئے قرار دیا یہ سلسلہ کافرین کے پاس آگیا ان کے ہاتھوں میں یہ سب کچھ غصبی طور پر آگیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولؐ کو مبعوث فرمایا تو یہ حق ان کے لئے اور ان کے اوصیاء کے لئے واپس آگیا پس جو انہوں (کافروں) نے غصبی طور پر رکھا تھا وہ ان کافروں سے جنگ کے ذریعہ واپس آگیا۔

انفال کے بارے بتایا گیا ہے:۔

هی القری التی قد خربت وانجلی اهلها فهی لله ولرسول

ماکان للملوك فهو للامام

وماکان من الارض لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب

وکل ارض لارب لها

والمعادن منها

ومن مات ولیس له مولی فماله من الانفال

فرض الله طاعتنافی القرآن لنا الانفال

بطون الاودیه

ورؤوس الجبال

ومالم یوجف علیه بخیل ولا رکاب

فکل ذلك للامام خالصا

نصفها یقسم بین الناس ونصفها للرسول

انفال اور فیئ کے تحت آنے والے اموال:

1۔ایسی غیر آباد زمینیں جن کو آباد کئے بغیر فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا جیسے جنگلات، سیم زدہ علاقہ یا شور زدہ زمینیں، ویران علاقے، کھنڈرات، بابل کوفہ کی زمینیں، مفتوحہ عنوۃ یعنی بغیر جنگ کے حاصل شدہ زمینیں۔

2۔اسیافِ بحار (ساحل سمندر) دریاؤں کے پاٹ، ایسی زمینیں جن کا کوئی مالک نہ ہو (اگرچہ آباد ہی ہوں) جزائر۔

3۔ پہاڑوں کی چوٹیاں، درخت، گھاس، وادیاں جو مختلف درختوں اور جھاڑیوں سے بھری ہوئی ہوں۔

4۔ بادشاہوں کی خصوصی چیزیں

5۔ مال غنیمت میں (صفوۃ) یعنی سب سے عمدہ چیز

6۔ایسے جنگی غنائم جن میں جنگ کی اجازت امامؑ کی جانب سے نہ ہو

7۔ایسا مال جس کا کوئی وارث نہ ہو

8۔ایسی معدنیات جن کا کوئی خصوصی مالک نہ ہو۔

ان احادیث اور سابقہ بیانات سے جو کچھ واضح ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انفال اور فیئ کا حکم ایک ہی ہے۔

انفال کے تحت آنے والے اموال

انفال کے تحت درج ذیل اموال مختلف عناوین کے تحت آتے ہیں۔

ا۔ وہ بستیاں جو اجڑ چکی ہیں، ان کے رہائشی انہیں خالی کر کے کہیں اور جگہ چلے گئے ہیں تو یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں، اور رسول کے بعد ان کے جانشین امام کے لئے ہیں۔

۲۔ کھنڈرات ویران زمین، جو بغیر جنگ کے حاصل ہوں

۳۔ایسی زمینیں جنکا کوئی مالک نہ ہو۔

۴۔ قبضہ میں آنے والے تمام زمینوں میں موجود معادن

۵۔ایسے اموال جنکا کوئی وارث موجود نہ ہو۔

۶۔ کفار سے مصالحت کے نتیجہ میں جو اموال رسول اللہ ﷺ کے سپرد کر دیئے گئے۔

۷۔جنت سے حاصل شدہ اموال میں سے جو سب سے عمدہ چیز ہے (صفوالمال)

بادشاہوں کے مخصوص اموال

پہاڑوں کی چوٹیاں، وادیوں کے پیٹ؛یہ سب اموال انفال سے ہیں، یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خالص ہیں، انکے بعد انکے جانشین امام کے لئے ہیں،

آئمہ ؑ نے فرمایا؛اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کو لوگوں پر فرض کیا قرآن میں انفال کو اللہ تعالیٰ خالصتاً ہمارے لئے قرار دیا۔

غنائم سے جو صفوالمال ہے جس کا امام اپنے لئے انتخاب کرلے وہ بھی امام کے لئے ہے یہ انتخاب تقسیم اموال سے پہلے ہوگا جس میں سب سے خوبصورت کنیز ، بہترین گھوڑا، سب سے اچھا لباس، اور اسی طرح کی دوسری قیمتی اشیاء جیسے سب سے اچھی تلوار، سب سے اچھاغلام، اس کے بارے آئمہ اطہار علیہم السلام کے بیانات موجود ہیں۔

راوی کہتا ہے میں نے انفال کے بارے سوال کیا توآپ نے فرمایا، اس سے مرا غیر آباد، ویران زمینیں، ہیں یا کوئی ایسی چیز بادشاہوں کے لئے مخصوص تھی۔

وادیاں، پہاڑوں کی چوٹیاں، بغیر جنگ سے حاصل شدہ اموال، سب امام کے لئے خاص ہیں۔
ہر وہ آبادی بستی جس کے رہنے والے ہلاک ہو گئے ہوں یا اس بستی کو چھوڑ کر چلے گئے۔

افادہ: ہم نے تفصیل کے ساتھ آئمہ اہل بیتؑ سے انفال کے متعلق آمدہ احادیث کو بیان کر دیا ہے یہ سب اس غرض سے نقل کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ آئمہ اہل بیتؑ کے نزدیک انفال اور فیئ کا حکم جنگی غنائم کے علاوہ ہے۔

اسی طرح خمس کے جو باقی موارد ہیں ان میں بھی انفال شامل نہیں ہیں، البتہ تفصیلی دلائل کے لئے فقہ جعفری کے متعلق لکھی گئی استدلالی کتب کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ نیز احادیث کے شیعی منابع میں دیکھا جا سکتا ہے۔

کتب اربعہ (وسائل الشیعہ ج۴، الانفاباب الانفال وما یختص بالامام)، منابع الفقهیہ، جواہر الکلام۔

قانون: تمام انفال امام کے لئے مخصوص ہیں، ان میں کسی بھی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اس بارے امام سے اجازت لی گئی ہو

ضمن: اموال فیئ کا حکم بھی انفال والا ہے۔ ان میں بھی امام کی اجازت کے بغیر تصرف نہیں کیا جا سکتا۔

بیان آئمہ اہل بیتؑ:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

ابو عبداللہ علیہ السلام، نحن قوم فرض اللہ طاعتنا لنا الانفال والانفال فهو خالص لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اکبر الکبائر سبع، الشرك بالله العظيم، وقتل نفس التی حرم الله عزوجل الابالحق وأكل اموال اليتامى وحقوق الوالدين وقذف

المحصنات والفرار من الزحف وانکار ما انزل اللہ عزوجل(الی ان قال) واما أکل مال الیتامی فقال ظلمونا فیئنا وسلبوا بہ۔

حضرت ابو عبداللہؑ نے فرمایا، ہم ایسی قوم ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اطاعت کو فرض کیا ہے اور انفال ہمارے لئے ہیں

ایک اور حدیث میں فرمایا، انفال کے بارے حکم تو وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خاص ہیں (کسی اور کے لئے نہیں)

ایک اور حدیث جس میں فرمایا گیا اس سے بڑے گناہ (گناہان کبیرہ) سات ہیں؛

1۔اللہ عظیم کا شرک کرنا

2۔اللہ تعالیٰ عزوجل نے جس کو ناحق قتل کرنا حرام قرار دیا ہے اسے قتل کرنا

3۔یتامی کے اموال کو کھا جانا۔

4۔والدین کے حقوق نہ دینا

5۔پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا

6۔جنگ سے فرار کرنا

7۔جو اللہ تعالیٰ نے نازل (اتارا) فرمایا ہے اسکا انکار کرنا

بہر حال یتامی کا مال کھانے کی بات تو ان لوگوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہے اور ہمارا حق نہ دیا اور اسے ہم سے چھین لیا۔اس میں بھی انفال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انفال کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے قرار دیا لیکن کچھ لوگوں نے انفال کو ہم سے چھین لیا۔

انفال کے بارے میں آئمہ اہل بیتؑ کے بیانات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انفال ایک مستقل عنوان ایسے اموال کے بارے ہے جو جنگ کے بغیر حاصل ہوں جیسا کہ آئمہ اہل بیتؑ سے آمدہ احادیث سے یہ بات واضح ہوئی ہے۔شیعہ فقہاء نے بھی بالاتفاق اس بات کو لیا ہے جس طرح شیعہ مفسرین نے بھی آیت انفال کے ذیل میں اسی نظریہ کو لیا ہے۔

شیعہ مفسرین اور محدثین کے ہاں یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ آیت انفال میں بیان شدہ حکم آیت خمس سے منسوخ نہیں ہوا بلکہ دونوں موارد الگ الگ ہیں اور دونوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔

انفال اہل سنت کے مفسرین اور محدثین کی رائے میں:

(Opinion of Ahl-e-Sunnah commentators and muhadditheen regarding to Anfal)

اہل سنت محدثین اور مفسرین نے آیت انفال کے ذیل میں انفال کو جنگی غنائم میں شامل کیا ہے اور ان کے بیانات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آیت انفال کا حکم آیت خمس سے منسوخ ہوگیا ہے جبکہ اہل سنت کے بعض محدثین نے ایسی احادیث بھی نقل کی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انفال کا عنوان ان اموال کے لئے ہے جو جنگ کے بغیر ملیں۔

ہم ذیل میں اہل سنت کے بعض مفسرین کے بیان اور انکے حدیثی منابع سے بعض احادیث کو قارئین کے استفادہ کے لیے بغیر تبصرہ کے دے رہے ہیں۔

اہل سنت مفسرین کے بیانات

انفال بارے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا نظریہ

(Opinion of Maulana Abul Ala-Maududi about Anfal)

تم سے اَنفال کے متعلق پُوچھتے ہیں؟ کہو "یہ انفال تو اللہ اور اُس کے رسُولؐ کے ہیں، پس تم لوگ اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو اور اللہ اور اُس کے رسُولؐ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو۔

تفسیر:

۱- یہ اس تبصرہ جنگ کی عجیب تمہید ہے۔ بدر میں جو مال غنیمت لشکر قریش سے لوٹا گیا تھا اس کی تقسیم پر مسلمانوں کے درمیان نزاع برپا ہو گئی۔ چونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد ان لوگوں کو پہلی مرتبہ پرچم اسلام کے نیچے لڑنے کا اتفاق ہوا تھا اس لیے ان کو معلوم نہ تھا کہ اس مسلک میں جنگ اور اس سے پیدا شدہ مسائل کے متعلق کیا ضابطہ ہے۔ کچھ ابتدائی ہدایات سورہ بقرہ اور سورہ محمد میں دی جا چکی تھیں۔ لیکن ''تہذیب جنگ'' کی بنیاد ابھی رکھنی باقی تھی۔ بہت سے تمدنی معاملات کی طرح مسلمان ابھی تک جنگ کے معاملہ میں بھی اکثر پرانی جاہلیت ہی کے تصورات لیے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے بدر کی لڑائی میں کفار کی شکست کے بعد جن لوگوں نے جو جو کچھ مال غنیمت لوٹا تھا وہ عرب کے پرانے طریقہ کے مطابق اپنے آپ کو اس کا مالک سمجھ بیٹھے تھے۔ لیکن ایک دوسرا فریق جس نے غنیمت کی طرف رُخ کرنے کے بجائے کفار کا تعاقب کیا تھا، اس بات کا مدعی ہوا کہ اس مال میں ہمارا برابر کا حصہ ہے کیونکہ اگر ہم دشمن کا پیچھا کرکے اسے دور تک بھگا نہ دیتے اور تمہاری طرح غنیمت پر ٹوٹ پڑتے تو ممکن تھا کہ دشمن پھر پلٹ کر حملہ کر دیتا اور فتح شکست سے بدل جاتی۔ ایک تیسرے فریق نے بھی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا، اپنے دعاوی پیش کیے۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ سب سے بڑھ کر قیمتی خدمت تو اس جنگ میں ہم نے انجام دی ہے۔ اگر ہم رسول اللہ کے گرد اپنی جانوں کا حصار بنائے ہوئے نہ رہتے اور آپ کو کوئی گزند پہنچ جاتا تو فتح ہی کب نصیب ہو سکتی تھی کہ کوئی مال غنیمت ہاتھ آتا اور اس کی تقسیم کا سوال اٹھتا۔ مگر مال عملاً جس فریق کے قبضہ میں تھا اس کی ملکیت گویا کسی ثبوت کی محتاج نہ تھی اور وہ دلیل کا یہ حق ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ ایک امرِ واقعی کے اس زور سے بدل جائے۔ آخر کار اس نزاع نے تلخی کی صورت اختیار کرنی شروع کر دی اور زبانوں سے دلوں تک بدمزگی پھیلنے لگی۔

یہ تھاوہ نفسیاتی موقع جسے اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال نازل کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور جنگ پر اپنے تبصرے کی ابتدا اسی مسئلے سے کی۔ پھر پہلا ہی فقرہ جو ارشاد ہوا اُسی میں سوال کا جواب موجود تھا فرمایا ''تم سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں'' ؟ یہ ان اموال کو ''غنائم'' کے بجائے '' انفال'' کے لفظ سے تعبیر کرنا بجائے خود مسئلے کا فیصلہ اپنے اندر رکھتا تھا۔ انفال جمع ہے نفل کی۔ عربی زبان میں نفل اس چیز کو کہتے ہیں جو واجب سے یا حق سے زائد ہو۔ جب یہ تابع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ رضاکارانہ خدمت ہوتی ہے جو ایک بندہ اپنے آقا کے لیے فرض سے بڑھ کر تطوّعًا بجالاتا ہے۔ اور جب یہ متبوع کی طرف سے ہو تو اس سے مراد وہ عطیہ و انعام ہوتا ہے جو آقا اپنے بندے کو اس کے حق سے زائد دیتا ہے۔ پس اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ یہ ساری ردّ و کد، یہ نزاع، یہ پوچھ گچھ کیا خدا کے بخشے ہوئے، انعامات کے بارے میں ہو رہی ہے؟ اگر یہ بات ہے تو تم لوگ ان کے مالک و مختار کہاں بنے جا رہے ہو کہ خود ان کی تقسیم کا فیصلہ کرو۔ مال جس کا بخشا ہوا ہے۔ وہی فیصلہ کرے گا کہ کیسے دیا جائے اور کسے نہیں، اور جس کو بھی دیا جائے اسے کتنا دیا جائے۔

یہ جنگ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی اخلاقی اصلاح تھی۔ مسلمان کی جنگ دنیا کے مادی فائدے بٹورنے کیلیے نہیں ہے بلکہ دنیا کے اخلاقی و تمدنی بگاڑ کو اس اصول حق کے مطابق درست کرنے کے لیے ہے، جسے مجبوراً اُس وقت اختیار کیا جاتا ہے جبکہ مزاحم قوتیں دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے اصلاح کو ناممکن بنادیں۔ پس مصلحین کی نظر اپنے مقصد پر ہونی چاہیے نہ کہ اُن فوائد پر جو مقصد کے لیے سعی کرتے ہوئے بطور انعام خدا کی عنایت سے حاصل ہوں۔ ان فوائد سے اگر ابتدا ہی میں ان کی نظر نہ ہٹادی جائے تو بہت جلدی، اخلاقی انحطاط رونما ہو کر یہی فوائد مقصود قرار پا جائیں۔

پھر یہ جنگ کے سلسلہ میں ایک بہت بڑی انتظامی اصلاح بھی تھی۔ قدیم زمانہ میں طریقہ یہ تھا کہ جو مال جس کے ہاتھ لگتا وہی اس کا مالک قرار پاتا۔ یا پھر بادشاہ یا سپہ سالار تمام

غنائم پر قابض ہو جاتا۔ پہلی صورت میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ فتح یاب فوجوں کے درمیان اموال غنیمت پر سخت تنافُس بر پا ہو جاتا اور بسا اوقات ان کی خانہ جنگی فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتی۔ دوسری صورت میں سپاہیوں کو چوری کا عارضہ لگ جاتا تھا اور وہ غنائم کو چھپانے کی کوشش کرتے تھے۔ قرآن مجید نے انفال کو اللہ اور رسول کا مال قرار دے کر پہلے تو یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ تمام مال غنیمت لا کر بے کم وکاست امام کے سامنے رکھ دیا جائے اور ایک سوئی تک چھپا کر نہ رکھی جائے۔ پھر آگے چل کر اس مال کی تقسیم کا قانون بنا دیا کہ پانچواں حصہ خدا کے کام اور اس کے غریب بندوں کی مدد کے لیے بیت المال میں رکھ لیا جائے اور باقی چار حصے اُس پوری فوج میں تقسیم کر دیے جائیں جو لڑائی میں شریک ہوئی ہو۔ اس طرح وہ دونوں خرابیاں دور ہو گئیں جو جاہلیت کے طریقہ میں تھیں۔

اس مقام پر ایک لطیف نکتہ اور بھی ذہن میں رہنا چاہیے، یہاں انفال کے قصے کو صرف اتنی بات کہہ کر ختم کر دیا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ہیں۔ تقسیم کے مسئلے کو یہاں نہیں چھیڑا گیا تاکہ پہلے تسلیم واطاعت مکمل ہو جائے۔ پھر چند رکوع کے بعد بتایا گیا کہ ان اموال کو تقسیم کس طرح کیا جائے۔ اسی لیے یہاں انہیں "انفال" کہا گیا ہے اور رکوع ۵ میں جب تقسیم کا حکم بیان کرنے کی نوبت آئی تو انہی اموال کو "غنائم" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا۔[1]

صحیح بخاری سے آیتِ انفال کی تفسیر

اللہ تعالیٰ کا قول کہ اے رسول! آپ سے مال غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت (کی تقسیم) اللہ اور رسول کے ہاتھ ہے اور تم اللہ سے ڈرو اور آپس میں صلح کرو ابن عباس کہتے ہیں کہ انفال سے لوٹ کا مال مراد ہے قتادہ کہتے ہیں ریحکم سے لڑائی مراد ہے نافلۃ کے معنی عطیہ ہے۔

1 تفہیم القرآن ابو الاعلیٰ مودودی، تفسیر آیت نمبر ا، سورۃ انفال

راوی: محمد بن عبدالرحیم, سرید بن سلیمان, ہشیم, ابوبشر, سعید بن جبیر۔

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا أَبُو بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا سُورَةُ الْأَنْفَالِ قَالَ نَزَلَتْ فِي بَدْرٍ الشَّوْكَةُ الْحَدُّ مُرْدَفِينَ فَوْجًا بَعْدَ فَوْجٍ رَدِفَنِي وَأَرْدَفَنِي جَاءَ بَعْدِي ذُوقُوا بَاشِرُوا وَجَرِّبُوا وَلَيْسَ هَذَا مِنْ ذَوْقِ الْفَمِ فَيَرْكُمَهُ يَجْمَعَهُ شَرِّدْ فَرِّقْ وَإِنْ جَنَحُوا طَلَبُوا السِّلْمُ وَالسَّلْمُ وَالسَّلَامُ وَاحِدٌ يُثْخِنَ يَغْلِبَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ مُكَاءً إِدْخَالُ أَصَابِعِهِمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَتَصْدِيَةً الصَّفِيرُ لِيُثْبِتُوكَ لِيَحْبِسُوكَ[1]

ترجمہ: ”محمد بن عبدالرحیم، سرید بن سلیمان، ہشیم، ابوبشر، حضرت سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھاکہ سورت انفال کاشان نزول کیاہے؟ توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایایہ سورت جنگ بدر میں نازل ہوئی تھی " الشَّوْكَةُ ' کے معنی تیز دہارا " مُرْدَفِينَ " غول کے غول فوج در فوج " رَدِفَنِي " اور " أَرْدَفَنِي " میرے بعد آیا۔ " ذُوقُوا " عذاب کو چکھو۔ " فَيَرْكُمَهُ "کے معنی ہیں جمع کرے اس کو " شَرِّدْ "کامطلب جدا کردے۔ " جَنَحُوا " کے معنی ہیں طلب کریں۔ "يُثْخِنَ " کے معنی ہیں غالب ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ " مکار " کے معنی ہیں انگلیاں منہ پر رکھنا اور " تَصْدِيَةً " کے معنی ہیں سیٹی بجانااور " لِيُثْبِتُوكَ کے معنی ہیں کہ تجھے قید کرلیں محبوس کرلیں۔“

آیت انفال کی تفسیر صحیح مسلم سے

(Commentary on Ayat Anfal from Sahih Muslim)

راوی: قتیبہ بن سعید, ابو عوانہ, سماک, مصعب بن سعد۔

---

1 صحیح بخاری۔ جلد دوم۔ تفاسیر کا بیان۔ حدیث 1828

وحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخَذَ أَبِي مِنْ الْخُمْسِ سَيْفًا فَأَتَى بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَبْ لِي هَذَا فَأَبَى فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَسْأَلُونَكَ عَنْ الْأَنْفَالِ قُلْ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ[1]

ترجمہ: "قتیبہ بن سعید، ابو عوانہ، سماک، حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے خمس کے مال میں سے ایک تلوار لے لی اور اسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر آئے اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے ہبہ فرمادیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا تو اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انفال کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمادیجئے کہ انفال اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں۔"

آیت انفال کی تفسیر سنن ابو داود سے
(Commentary on Ayat Anfal from Sunan Abu Dawud)

راوی: ہناد بن سری, ابوبکر عاصم, مصعب بن سعد, سعد بن ابی وقاص۔

حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ جِئْتُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ بَدْرٍ بِسَيْفٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ قَدْ شَفَى صَدْرِي الْيَوْمَ مِنْ الْعَدُوِّ فَهَبْ لِي هَذَا السَّيْفَ قَالَ إِنَّ هَذَا السَّيْفَ لَيْسَ لِي وَلَا لَكَ فَذَهَبْتُ وَأَنَا أَقُولُ يُعْطَاهُ الْيَوْمَ مَنْ لَمْ يُبْلِ بَلَائِي فَبَيْنَمَا أَنَا إِذْ جَائَنِي الرَّسُولُ فَقَالَ أَجِبْ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ نَزَلَ فِيَّ شَيْئٌ بِكَلَامِي فَجِئْتُ فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ سَأَلْتَنِي هَذَا السَّيْفَ

---
1 صحیح مسلم ۔ جلد سوم ۔ جہاد کا بیان ۔ حدیث 59

وَلَيْسَ هُوَلِي وَلَا لَكَ وَإِنَّ اللهَ قَدْ جَعَلَهُ لِي فَهُوَلَكَ ثُمَّ قَرَأَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ إِلَى آخِرِ الْآيَةِ قَالَ أَبُو دَاوُد قِرَائَةُ ابْنِ مَسْعُودٍ يَسْأَلُونَكَ النَّفْلَ[1]

ترجمہ: ''ہناد بن سری، ابوبکر عاصم، مصعب بن سعد، حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ بدر کے دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک تلوار لینے کے لئے آیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج اللہ تعالیٰ نے دشمن سے میرے دل کو شفا بخشی ہے لہٰذا تلوار مجھے دید یجئے۔ آپ نے فرمایا یہ تلوار نہ میری ہے اور نہ تیری (بلکہ سب کا مشترک حصہ ہے) یہ سن کر میں وہاں سے چل دیا اور یہ کہتا جارہا تھا کہ آج یہ تلوار اس کو ملے گی جس کا امتحان مجھ جیسا نہیں ہوا۔ اتنے میں ایک شخص آپ کی طرف سے مجھے بلانے آیا اور بولا چل میں سمجھا شاید میرے اس کہنے پر میرے بارے میں کوئی حکم نازل ہوا ہے جب میں آپ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا تو نے مجھ سے یہ تلوار مانگی تھی لیکن اس وقت تک یہ نہ میری تھی اور نہ تیری اب اللہ نے یہ تلوار مجھے دے دی ہے تو اب تو اس کو لے سکتا ہے۔ پھر آپ نے یہ پڑھا (ترجمہ) لوگ آپ سے انفال کے متعلق پوچھتے ہیں کہہ دیجئے انفال اللہ اور رسول کے لئے ہے۔ آخر آیت تک پڑھا۔ ابوداؤد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کہ عبداللہ ابن مسعود کی قرأت میں (بجائے يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ قُلِ الْأَنْفَالُ کے) يَسْأَلُونَكَ النَّفْلَ ہے۔''

عن مصعب ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ابیہ قال اخذ ابی من الخمس سیفاً فاتی بہ النبی ﷺ فقال ھب لی ھذا فانزل اللہ یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ والرسول[2]

1 سنن ابوداؤد۔ جلد دوم۔ جہاد کا بیان۔ حدیث 974

2 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵۔۶، ص۱۹

ترجمہ: مصعب بن سعدؓ سے روایت ہے انہوں نے سنا اپنے باپ سے کہا کہ میں نے خمس میں سے ایک تلوار لی پھر رسول اللہؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یہ تلوار مجھ کو بخش دیجیئے آپ نے انکار کیا تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری یَسۡـَٔلُونَکَ عَنِ الۡاَنۡفَالِ قُلِ الۡاَنۡفَالُ لِلّٰہِ وَ الرَّسُولِ یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے لوٹ کے مالوں کو تو کہہ لوٹ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے ہے

تبصرہ: حدیث کے شروع میں تلوار کے متعلق جو سوال ہو اور اسکا جو جواب دیا گیا تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنگی غنائم سے خمس نکالا جا چکا تھا اور وہ تلوار خمس سے ہی تھی اسی لئے اس سپاہی کو اس تلوار لینے کی اجازت نہ دی گئی کیونکہ وہ اپنا حصہ لے چکا تھا اور اس کے لئے آیت انفال سے استدلال کیا گیا)

جنگ کے بغیر حاصل شدہ اموال پر انفال کا اطلاق
(Application of Anfal to property acquired without war)

ذیل میں احادیث ملاحظہ ہوں ان میں یہ بات دی گئی ہے کہ جو اموال بغیر جنگ کے حاصل ہوں وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ہیں۔

۱۔عن عمر رضی اللہ عنہ قال کانت اموال بنی النضیر مما افاء اللہ علی رسولہ ﷺ مما لم یوجف علیہ المسلمون بخیل ولا رکاب فکانت للنبی ﷺ خاصة فکان ینفق علی اھلہ نفقہ سنة و ما بقی یجعلہ فی الکراع و السلاح عدة فی سبیل اللہ[1]

ترجمہ: "حضرت عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا بنی نضیر کے مال ان مالوں میں سے تھے جو اللہ نے اپنے رسول کو دیئے اور مسلمانوں نے ان پر چڑھائی نہیں کی، گھوڑوں اور

1 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵-۶، ص۲۸

اونٹوں سے ایسے مال خاص اللہ اور اس کے رسول کے تھے آپؐ اس میں سے اپنے گھر کا خرچ ایک سال کا نکال لیتے اور جو بچ رہتا ہو گھوڑوں اور ہتھیاروں کی خرید میں صرف ہوتا۔"

۲۔عن همام بن منبه قال هذا ما حدثنا ابوهريرة عن محمد رسول اللهﷺ فذكر احاديث منها وقال قال رسول الله ﷺ ايما قرية اتيتموها واقمتم فيها فسهمكم فيها و ايما قرية عصت الله و رسوله فان خمسها لله ولرسوله ﷺ ثم هي لكم۔[1]

ترجمہ: "ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہؐ نے فرمایا؛ جس بستی میں تم آئے اور ٹھہرے تو تمہارا حصہ اس میں ہے اور جس بستی والوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی یعنی لڑائی کی تو پانچواں حصہ اسکا اللہ اور اسکے رسول کا ہے اور باقی چار حصے تمہارے ہیں۔"

انفال کے استعمال کی اجازت

(Permission to use Anfal)

قانون: زمانہ غیبت میں تمام وہ اموال جن کا انفال سے تعلق ہے ان اموال کا استعمال حضور پاک ﷺ اور آئمہ اہل بیتؑ کے پیروکاروں کے لئے جائز ہے۔

آئمہ اہل بیت علیہم السلام کا بیان:

(The statement of Aima Ahl-e- Bayt (A.S)

۱۔عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال؛ الانفال مالم یوجف علیہ بخیل ولا رکاب، قوم صالحو، اوقوم اعطوبایدیھم وکل ارض خربة وبطون الاودیة فھولرسول اللہ ﷺ وھو للامام من بعدہ۔۔۔۔حیث یشاء۔

1 صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم ج۵۔۶، ص۲۸

ترجمہ: ''ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا؛ انفال وہ اموال ہیں جس پر گھوڑوں نے چڑھائی نہ کی ہو اور نہ ہی سواروں نے ایسی قوم جس نے صلح کر لی ہو یا ایسی قوم جنہوں نے اپنے اختیار سے اموال کو دے دیا اور ہر وہ زمین جو ویران، کھنڈرات ہو وادیوں کے پیٹ، تو وہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ہے اور وہ مال امام کے لئے ہے رسول کے بعد امام جہاں چاہیں اس مال کو رکھیں۔''

فئی سے متعلق اہل سنت کے فقہاء کا نظریہ:
(The view of the jurists of Ahl-e-Sunnah regarding Fai)

واما الفیء عند الجمهور فهو كل ما صار للمسلمین من الكفار من قبل الرعب والخوف من غير ان يوجف عليه بخيل أو رجل[1]، واختلف الناس فى الجهة التى يصرف اليها فقال قوم؛ ان لفیء لجميع المسلمین، الفقير والغنى، وان الامام يعطى منه للمقاتلة وللحكام وللولاة، قينفق منه فى النوائب التى تنقب المسلمین، كبناء القناطر واصلاح المساجد وغير ذلك، ولا خمس فى شیء منه، وبه قال الجمهور[2]، وهو الثابت عن ابى بكر وعمر[3]، وقال الشافعى؛ بل فيه الخمس، والخمس مقسوم على الاصناف الذين ذكروفى آية

1۔ الأم ۱: ۱۷۸، مختصر اختلاف العلماء ۳: ۵۱۲، الکافی فی فقه اهل المدینة ۲۱۶، حلیة العلماء ۷: ۶۹۰، الافصاح ۲: ۲۳۸، بدائع الصنائع ۹: ۴۶۷۔۴۶۸

2 مختصر اختلاف العلماء ۳: ۵۱۱، ۵۱۳، المقدمات الممهدات ۱: ۳۵۷م حلیة العلماء ۷: ۶۹۰، ۶۹۱، الافصاح ۲: ۲۳۸، بدائع الصنائع ۹: ۴۶۸

3 الامام ۴: ۱۷۸، ۱۷۹، سنن ابی داؤد ۳: ۱۴۱، بدائع الصنائع ۹: ۴۶۸

الغنائم، وهم الاصناف الذين ذكروا في الخمس بعينه من الغنيمة، وان الباقي هو مصروف الى اجتهاد الامام، ينفق منه على نفسه وعلى عياله ومن رأى[1]

ترجمہ: ''جمہور کے ہاں فئی سے مراد ہر وہ چیز ہے جو مسلمانوں کے دسترس میں آئے جنگ، خوف اور سواروں و پیادہ لشکر کے ذریعہ غلبہ حاصل کرنے سے پہلے علماء کا فئی کے مصرف کے متعلق اختلاف ہے، علماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ فئی تمام مسلمانوں کے لئے ہے اس میں فقیر و غنی سب شامل ہیں اور امامؑ اس مال فئی میں سے لشکر کو حکام اور دیگر ذمہ داروں کو دے سکتے ہیں اور اسی میں سے مسلمانوں کے عمومی مصالح جیسے پل بنانا، مساجد کی اصلاح کرنا وغیرہ جیسے دیگر امور میں خرچ کر سکتے ہیں، مال فئی پر کوئی خمس نہیں ہے۔ یہ جمہور کا نظریہ ہے اور یہی حضرت ابوبکر و حضرت عمر کا طریقہ رہا ہے۔''[2]

امام شافعی کا قول:

(Saying of Imam Shafi)

امام شافعی: فئی پر بھی خمس ہے اور اس خمس کو انہی اصناف میں تقسیم کیا جائے گا جن میں مال غنیمت تقسیم ہوتا تھا اور جو خمس کے علاوہ باقی ماندہ مال ہے وہ امام کی صوابدید پر ہے اس میں سے اپنے اوپر خرچ کرے یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کریں یا جیسا بہتر سمجھیں۔

1 الامام ۴: ۱۷۸، ۱۷۹، المھذم للشیرازی ۵: ۳۱۰، حلیۃ العلماء ۷: ۶۹۰۔ ۶۹۱

2 بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد ج ۳، ص ۳۰۶ تا ۳۰۷

پندرہواں باب
(Chapter Fifteen)

خمس کے متعلق
بعض سوالات کے جوابات

(Answers of Some questions regarding Khums)

ملحق نمبر 1

(Annexure No.1)

غیبت امام مہدیؑ کے زمانہ میں اباحت خمس کا نظریہ اور اس کا تفصیلی جواب

(Theory of Abahat Khums and its detailed answer during the time of absence of Imam Mahdi (A.S)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ غیبت امامؑ کے زمانے میں خمس ان کے شیعوں کے لیے مباح ہے اور کچھ کا خیال ہے کہ جو امامؑ کا حصہ ہے وہ ان کے لئے مباح ہے جبکہ سادات کا حصہ انہیں دیا جائے گا۔اس حوالے سے راقم نے صحیفہ خمس میں تفصیلی بحث کی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے اس موضوع پر سید العلماء علامہ سید گلاب علی شاہ صاحب قدس سرہ نے بہت جامع اور عمدہ بحث کی ہے جس بحث کو انہوں نے مولوی محمد اسمٰعیل دیوبندی کے زمانہ غیبت امام مہدیؑ میں خمس کی اباحت کے حوالے سے ان کے جو بیانات ہفت روزہ اخبار صداقت میں شائع ہوتے رہے ان کے جواب میں لکھا ہے۔آپ کی تحقیق "تبیان الخمس "کے نام سے شائع ہوئی اس کتاب میں وجوب خمس اور خمس کی معافی اور اباحت کے نظریہ سے متعلق سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ ہم بلا تبصرہ ان کی بحث کو بعینہٖ عمومی استفادہ کے لیےاس جگہ نقل کر رہے ہیں۔

عدم اباحت خمس در زمانہ غیبت کبریٰ

(خمس کا وجوب ثابت ہے اور اس کی ادائیگی موجودہ دور میں بھی واجب ہے)

سابقاً جن سات قسم کی اشیاء میں خمس کے واجب ہونے کا تذکرہ ہو چکا ہے، ان میں خمس کا وجوب تاایں زمانہ باقی ہے۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ ان میں جب خمس کا وجوب جس کے ذمہ عائد ہو تو وہ ادا کرے، کسی شخص کے لیے خمس کی عدم ادائیگی حلال نہیں۔ متعدد

احادیث معصومین صراحتاً اس مطلب پر دال ہیں جن میں سے بعض کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

1۔وبھذ االاسناد عن محمد ابن زید قا ل قدم قوم من خراسان علی ابن الحسن الرضا علیہ السلام فسئلوہ ان یجعلھم فی حل من الخمس قال ما امحل ھذا تمحضونا بالمودۃ بالسنتکم وتزوون عنا حقاجعلہ اللہ لنا وجعلنا لہ وھو الخمس لا نجعل لاحدمنکم فی حل۔ [1]

ترجمہ: ”اوراسی اسناد کے ساتھ محمد ابن زید سے مروی ہے کہ ایک گروہ خراسان سے حضرت ابوالحسن امام علی رضاؑ کے پاس آیا اور آپ سے سوال کیاکہ ان کے لیے خمس حلال کردیں ”یعنی ان کاادانہ کرنا مباح کردیں“ توآپ نے فرمایا یہ کس قدر مکاری ہے کہ تم لوگ اپنی زبانوں سے تو اپنی خالص محبت کااظہار کرتے ہو حالانکہ ہمارے اس حق کو ہم سے چھیننا چاہتے ہو”اور اسے بند کرنا چاہتے ہو“ جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مخصوص فرمایا ہے اور ہمیں اس کے لیے مخصوص کیا ہے اوروہ خمس ہے ہم تم میں سے کسی کے لیے حلال نہیں کرتے۔ تین مرتبہ حضرتؑ نے یہی جملہ دہرایا۔“

2۔ سھل ابن زیاد عن احمد بن المثنیٰ قال محمدابن زید البطری قال کتب رجل من تجار فارس من بعض موالی ابی الحسن الرضا یسئلہ الاذن فی الخمس فکتب الیہ، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ان اللہ واسع کریم ضمن علی العمل الثواب وعلی الضیق لھم لاتحل مال الامن وجہ احلہ اللہ وان الخمس عوننا علی دیننا وعلی عیا لنا وعلی موالینا و نبذلہ و نشتری من اعراضنا تخاف سطوتہ فلاتزووہ عنا ولا تحرموا انفسکم دعائنا ماقدرتم علیہ فان اخراجہ مفتاح رزقکم وتمحیص ذنوبکم وماتمھدون لانفسکم لیوم

1۔ اصول الکافی مع مراۃ العقول : ج 1: ص449۔الاستبصار : ج 2۔تہذیب الاحکام: ج1: ص275۔

فاقتكم و المسلمين يفى لله بما عهد عليه و ليس المسلم من اجاب باللسان وخالف بالقلب والسلام۔[1]

ترجمہ: ”سہل ابن زید نے احمد ابن مثنیٰ سے روایت کی ہے کہا کہ مجھ سے محمد ابن زید طبری نے بیان کیا اس نے کہا کہ ایران کے ایک تاجر نے کہ جو امام علی رضاؑ کے محبین میں سے تھا آپ کی طرف سے خمس کی اجازت کے متعلق لکھا ”کہ خمس کی عدم ادائیگی میرے لیے حلال فرما دیجئے“ تو آپ نے اس کی طرف تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سخی اور وسعت سے رزق عطا کرنے والی ہے۔ جو عمل کرنے پر ثواب کی ضامن ہے اور تنگی کی حالت میں بھی مال لوگوں کے لیے اسی صورت سے حلال ہو سکتا جس کو قدرت نے حلال کیا اور لاریب کہ خمس ہمارے دین کی مدد کا باعث ہے۔ اور ہمارے عیال اور غلاموں کی ضرورت کے لیے مدد اور جس شخص کے ظلم و زیادتی کا ہمیں خوف ہو اس کے لیے مال خرچ کر کے اس سے اپنی عزتوں کو بچانے کے سلسلہ میں ہماری مدد کا سبب ہوتا ہے۔ لہٰذا خمس کو تم ہم سے نہ ہٹاؤ اور نہ روکو“ اور جس قدر تمہاری قدرت میں ہو ہماری دعا سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھو کیونکہ خمس نکالنا تمہارے رزق کی کنجی ہے اور تمہارے گناہوں کی مغفرت اور خمس وہ چیز ہے جسے تم اس روز کے لیے سامان بنا کر آگے بھیجتے ہو تمہاری حاجت کا اور فاقہ کا ہوگا۔ اور مسلم وہ شخص ہوتا ہے جو اپنے اس وعدے کو پورا کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ وہ شخص مسلم نہیں جو زبان کے ساتھ تو اعتراف کرے لیکن دل سے اس کی مخالفت کرے۔“ یعنی عمل کے ذریعہ قلبی ایمان کا ثبوت پیش نہ کرے۔“

3۔ علی ابن ابراهيم عن ابيه قال كنت عند ابى دخل عليه صالح ابن محمد ابن سهل و كان يتولى له الوقف بقم فقال يا سيدى اجعلنى من عشرة الاف فيحل فانى انفقتها

1۔ اصول الکافی مع مرآۃ العقول: ج1ص449۔ الاستبصار: ج2: ص20۔ تہذیب الاحکام: ج1: ص257۔

فقال له انت فی حل فلما خرج صالح قال ابوجعفر احدهم یثب علی اموال محمد ایتامهم ومساکینهم وفقرائهم وابناء سبیلهم فیا خذه ثم یجیئی فیقول اجعلنی فی حل اتراه ظن انی اقول لاافعل واللہ لیسالنهم اللہ یوم القیمة عن ذلك سوالاحشیثا۔[1]

ترجمہ: ”علی ابن ابراہیم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں حضرت ابو جعفرؑ کی خدمت میں موجود تھا کہ اتنے میں صالح ابن محمد ابن سہل حضرتؑ کے پاس پہنچا اور وہ قم میں حضرت کے وقف کا متولی تھا اس نے آکر حضرتؑ سے کہا اے میرے سردار! میں نے آپؑ کے مال میں سے دس ہزار دینار یا درہم خرچ کر دیا ہے لہٰذا وہ میرے لیے حلال فرما دیجئے۔ تو آپؑ نے ”مقام تقیہ“ ہونے کے باعث فرمایا کہ آپؑ کے لیے حلال ہے۔ لیکن صالح باہر نکل گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ ان کی حالت ہے کہ ان میں سے کئی ایک آل محمد ﷺ کے یتیموں، مسکینوں، فقیروں اور مسافروں کے مالوں پر چڑھ دوڑتے ہیں اور ان کو لے کر ہضم کر جاتے ہیں اور پھر آکر کہتے ہیں کہ میرے لیے اسے حلال کر دیجئے۔ کیا اس کا یہ خیال تھا کہ میں کہوں گا کہ نہیں! اللہ تعالیٰ کی قسم کہ وہ بروز قیامت ان سے اس کے متعلق نہایت سختی سے سوال کرے گا۔“

4۔ محمد ابن علی ابن محبوب عن احمد ابن محمد عن الحسین عن القاسم عن ابان عن ابی جعفر علیه السلام قال سمعته یقول من اشتری شیئا من الخمس لم یعذره اللہ اشتری ما لا یحله۔[2]

ترجمہ: ”محمد ابن علی محبوب سے روایت ہے، اس نے احمد ابن محمد سے، اس نے حسین سے، اس نے قاسم سے، اس نے ابان سے، اس نے ابوبصیر سے، اس نے امام محمد

1۔ اصول الکافی مع مرآۃ العقول: ج1: ص449۔ الاستبصار: ج2: ص20۔ تہذیب الاحکام: ج1: ص257

2۔ تہذیب الاحکام: ج1ص256۔

باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے، کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مال خمس سے کوئی چیز خریدے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز معذور قرار نہیں دے گا۔ وہ ایسی چیز خرید کرے گا جو اس کے لیے حلال نہ ہو گی۔"

5۔ الحسين بن سعيد عن بعض اصحابنا عن سيف ابن عميرة عن ابی حمزة الثمالی عن ابی جعفر علیه السلام قال سمعته یقول من احللنا له شيئاً اصابه من اعمال الظالمين فهوله حلال و ما حرمناه فهو حرام۔[1]

ترجمہ: "حسین ابن سعید نے ہمارے بعض اصحاب سے، انہوں نے سیف بن عمیرہ سے، انہوں نے ابو حمزہ ثمالی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو یوں فرماتے ہوئے سنا کہ وہ شخص جس کے لیے ہم کوئی ایسی چیز حلال کر دیں جو اس کو ظالمین کی کمائی سے دستیاب ہوئی ہو تو وہ اس کے لیے حلال ہے اور جو ہم حرام قرار دیں وہ اس کے لیے حرام ہے۔"

تبصرہ: معلوم ہوا کہ مطلّقاً سارا خمس حلال نہیں بلکہ آئمہ نے جن بعض چیزوں کو معاف کیا ہے صرف وہی معاف ہیں، جن کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب آئے گی اور سابقہ مذکورہ سات چیزوں کا خمس ہر شخص کے لیے واجب الادا ہے۔

6۔ خبرالحسين ابن حمدان المروی عن الخرائج والجرائح فی حديث عن صاحب الزمان عليه السلام انه راه و تحته بغلة شهباء وهو معتم بعمامة خضراء يرى منها سواد عينيه وفی رجليه خفان خضراوان فقال يا حسين كم تزرعلی الناحية ولم تمنع اصحابی من خمس ذلك اذا مضيت الی الموضع الذی تريدان تدخله و كسبت ما كسبت تحمل خمسه الی

1۔ تہذیب الاحکام: ج 1: ص257۔

مستحقه قال قلت السمع والطاعة ثمه ذکر فی آخره ان العمری اتاه واخذ خمس ماله بعد ما اخبره بما کان۔[1]

ترجمہ: ”حسین ابن حمدان کی وہ خبر جو کتاب الخرائج والجرائح سے اس واقعہ میں منقول صاحب الزمان علیہ السلام کے متعلق مروی ہے کہ حسین ابن حمدان نے کہا کہ آپ کی چشم ہائے مبارکہ کی سیاہی نظر آرہی تھی، پاؤں میں آپ کے دو سبز موزے تھے، آپ نے فرمایا، اے حسین! تم کس حد تک ہماری جانب سے بوجھ اٹھاتے رہو گے اور کیوں میرے اصحاب کو اس جناب کے خمس سے منع کرتے ہو۔ پھر فرمایا کہ جب تم اس مقام پر پہنچو جہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو اور جو کچھ کما سکتے ہو کما لو تو پھر اس کا خمس اٹھا کر مستحقین تک پہنچا دو۔ میں نے عرض کیا۔ بسر چشم تعمیل حکم بجالاؤں گا۔ پھر اس حدیث کے آخر میں لکھا کہ حضرت کا وکیل عمری اس کے پاس گیا اور واقعہ جو کچھ تھا اس کو سنا کر اس سے اس کے مال کا خمس وصول کیا۔“

7۔ و خبر ابی الحسن الاسدی عن ابیه المروی عن الاکمال قال ورد توقیع من محمد ابن عثمان العمری ابتداء ولم یتقدمه سوال بسم الله الرحمن الرحیم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین علی من استحل من مالنا درهما الی ان قال فصلت فی نفسی ان ذلك فی کل من استحل محرما فای فضیلة فی ذلك الحجة فوالله لقد نظرت بعد ذلك التوقیع فوجدته قد انقلب الی مافی نفسی بسم الله الرحمن الرحیم لعنة الله والملائکة والناس اجمعین علی کل من اکل من مالنا درهما حراما قال الخزانی علی وخرج الینا ابو علی الاسدی هذا التوقیع حتی نظرنافیه وقراناه۔[2]

1۔ جواہر الکلام: ج3، ص154۔

2۔ جواہر الکلام شرح شرائع الاسلام: ج 1: ص154۔

ترجمہ: ''اور ابو الحسن اسدی کی حدیث ہے جو اس نے اپنے والد سے نقل کی ہے اس نے کتاب اکمال سے نقل کی ہے کہا کہ میرے پاس حضرت محمد ابن عثمان عمری کی جانب سے جناب صاحب العصر علیہ السلام کی توقیع (حضرت کا تحریری ارشاد تصدیق شدہ) بغیر سوال کے سابق میں ہونے کے وارد ہوئی۔ ''جس کا مضمون یہ تھا''۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی اس پر لعنت نازل ہوتی ہے جو ہمارے مال میں سے ایک درہم کو بھی حلال سمجھے۔ تاآنکہ راوی نے کہا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ حکم تو ہر اس شخص کا ہے جو کسی حرام کو حلال سمجھے تو پھر اس میں حضرت حجت صاحب الزمان علیہ السلام کے لیے کیا فضیلت ہے، تم قسم بخدا کہ میں نے اس کے بعد جو ایک مرتبہ اسی توقیع کو دیکھا تو اس میں وہ سابقہ الفاظ اس مضمون سے بدلے ہوئے پائے جو میرے خیال میں تھا، کیونکہ ''وہ الفاظ یوں بدل چکے تھے ''علی من اکل من مالناد رھما حراما'' کہ اللہ تعالیٰ تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت اس شخص پر ہوتی ہے جو ہمارے مال میں سے ایسا ایک درہم کھالے جو اس کے لیے حرام ہو۔ خزاعی کا بیان ہے کہ ابو علی اسدی یہ توقیع ہمارے لیے باہر لے آئے اور ہم نے اس میں اپنی آنکھوں سے اس چیز کو دیکھا اور اس کو پڑھا۔''

8۔ وخبر محمد ابن جعفر الاسدی قال کان فیما ورد علی الشیخ ابی جعفر محمد ابن عثمان العمری قدس اللہ روحہ فی جواب مسائلہ الی صاحب الدار اما ماسئلت عنہ من امر ما یستحل ما فی یدہ من امرنا یتصرف فیہ تصرفہ فی مالہ من غیر امرنا فمن فعل ذالک فھو ملعون ونحن خصمائہ فقد قال النبی ﷺ المستحل من عترتی ما حرم اللہ ملعون علی لسانی ولسان کل نبی مجاب فمن ظلمنا کان من جملۃ الظالمین لنا لعنۃ اللہ علیہ یقول اللہ عزوجل الا لعنۃ اللہ علی الظالمین الی ان قال اما ماسئلت عنہ من امر الضیاع التی لنا حیتنا ھل یجوز القیام بعمارتھا واداء الخراج منھا وصرف ما یفضل عن دخلھا الی الناحیۃ

احتسابا بالاجر وتقربا الیکم فلا یحل لاحد ان یتصرف فی مال غیرنا بغیر اذنه فکیف یحل ذلك فی مالنا انه من فعل شیئا من ذلك بغیر امرنا فقد استحل منا ما حرم علیه ومن اکل من مالنا شیئا فانما یاکل فی بطنه نارا وسیصلی سعیرا۔ [1]

ترجمہ: "اور محمد ابن جعفر اسدی کی حدیث ہے، کہا کہ شیخ محمد ابن عمریؒ نے جو مسائل حضرت صاحب الامر "صاحب الدار" کی طرف لکھے تھے اس میں یہ بھی وارد ہوا تھا کہ آپ نے جو اس شخص کے بارے میں سوال کیا ہے کہ جو ہمارے حکم کے بغیر ان میں اسی طرح تصرف کرتا ہے جس طرح کہ اپنے اموال میں کرتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو ایسا کرے وہ ملعون ہے اور ہم اس کیخلاف "دربار رب العزت میں دعویٰ دائر کرنے والے، اس کے خصیم ہوں گے" لاریب کہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ ہماری عترت کی جس چیز کو خدا نے مخلوق پر حرام کیا ہے اس کو حلال سمجھنے والا میری زبان پر بھی ملعون ہے اور ہر نبی مجاب کی زبان پر بھی ملعون۔ جو شخص جس رنگ میں ہم پر ظلم کرے وہ ہمارے اوپر ظلم کرنے والوں سے منجملہ شمار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "الا لعنة الله علی الظالمین" کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کہا آپ نے جو ان زمینوں کے متعلق سوال کیا ہے جو ہماری "بوجہ امامت کے" ملکیت ہیں کہ کیا ان کا آباد کرنا ان سے سرکاری خراج کو ادا کرنا اور خراج سے جو کچھ بچا رہے اس کو ثوابِ آخرت کرنے کے خیال سے ہماری جانب روانہ کرنا کیا جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھئے ہمارے غیر کے مال میں بھی کسی کو یہ جائز نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر اس میں کوئی تصرف کرے تو ہمارے مال میں ہماری اجازت کے بغیر ایسا کرے گا اس نے ہماری اس چیز کو حلال سمجھ لیا جس کو خدا نے

1۔ جواہر الکلام: ج1: ص154۔

اس پر حرام کیا تھا اور جو شخص ہمارے مال میں سے کچھ بھی کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے اور عنقریب وہ آتش جہنم میں جلے گا۔"

9۔ ای غیر ذلك من الاخبار الكثيرة التی مر فی اثناء الابحاث السابقة شطر منها من خبر الريان ابن الصلت وصحيح ابن مهزيار عن علی ابن راشد وخبر محمد ابن علی ابن شجاع النيشاپوری وغيرهما مما لايمكن الا حاطة بها ولقد اجاد بعض مشائخنا فی دعوی تواترها ومع ذلك فهی معتضدة بالا عتبار المستفاد من جملة الاخبار المشتملة علی بيان حكمة مشروعية الخمس للذرية وانه عوض عن الزكوٰة صيانة لهم من الاوساخ وكفالماء وجوههم بل ومعتضدة الاخماس خصوصافی الغيبة الصغری التی هی نيف وسبعون سنة فان الاربعة كانو ايقبضون فيها الاخماس ويعملون بها بامره كمااعترف به المجلسی وغيره بل قيل وبظاهر الكتاب وماكان مثله من السنة ايضا كاخبار كيفية القسمة وغيرها الخ۔[1]

ترجمہ: "صاحب جواہر، محمد ابن جعفر اسدی کی مذکورہ حدیث اور دیگر سابقہ احادیث نقل کرنے کے بعد غیبت کبریٰ میں خمس کے واجب ہونے پر استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ احادیث گذشتہ بھی اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور دیگر وہ بکثرت احادیث بھی جن کا ایک حصّہ گذشتہ بحثوں کی اثناء میں گزر چکا ہے۔ یعنی ریان ابن ابی صلت کی حدیث علی ابن مھزیار کی صحیحہ حدیث جو اس نے علی ابن راشد سے روایت کی ہے۔ اور محمد ابن علی ابن شجاع نیشاپوری کی حدیث اور ان کے علاوہ دیگر حدیثیں جن کا احاطہ ناممکن ہے۔ اور بے شک ہمارے بعض مشائخ نے ان احادیث کے تواتر کا دعویٰ کرنے میں خوب اچھا مسلک اختیار کیا ہے۔ اور مع اس کے یہ احادیث اس مضمون کے اعتبار سے تائید یافتہ ہیں کہ جو

1۔ جواہر الکلام: ج 1: ص154۔

ان دیگر احادیث سے مستفاد ہوتا ہے۔ جو احادیث ذریت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لیے خمس کے مشروع ہونے کی حکمت کے بیان پر مشتمل ہیں اور اس مطلب کے بیان پر شامل ہیں کہ خمس ذریت کو زکوۃ کے عوض لوگوں کی چرک اور میل سے بچانے کی خاطر اور ان کی آبرو کو محفوظ رکھنے کی خاطر عطا ہوا ہے۔ بلکہ یہ احادیث سے بھی تائید یافتہ ہیں کہ آئمہ ہُدیٰ علیہم السلام کے خمس پر قبضہ کرنے اور وصولی کرنے کے لیے اطراف دنیا میں وکیل مقرر ہوئے تھے۔ بالخصوص غیبت صغریٰ کے زمانہ میں جو کہ ستر برس سے کچھ زیادہ مدت رہا۔ کہ اس زمانے میں نواب اربعہ ''حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے چار نائب'' خمس وصول کیا کرتے تھے۔ اور حضرت حکیم شریف کے مطابق ان کے متعلق عمل بجالاتے تھے جیسا کہ اس کا مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی اعتراف کیااور دیگر علماء نے بھی۔ بلکہ اس زمانہ میں خمس کے واجب ہونے پر خود قرآن کریم کے ظاہر سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور ان احادیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے جو مثل قرآن حتمی اور یقینی دلالت رکھتی ہیں جیسے کہ خمس کی تقسیم پر دلالت کرنے والی احادیث ہیں، اور دیگر مضامین کی احادیث۔''

سابقہ بحث کا نتیجہ

ان تمام احادیث سے مثل روزِ روشن ثابت ہے کہ زمانہ غیبت کبریٰ میں بھی خمس کا وجوب برقرار ہے اور اس کا ادانہ کرنیوالا اور اپنے لیے حلال سمجھنے والا آئمہ کے نزدیک مستحق لعنت ہے اور مراد اس سے ان سات چیزوں کا خمس ہے جن کا تذکرہ سابقاً گذر چکا ہے۔ ہاں ان سات چیزوں کے علاوہ بعض چیزیں ایسی بھی ہیں جن کا خمس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے حکمت اور مصلحت کے باعث شیعہ کے لیے بھی معاف فرمایا ہے۔ جن کا بیان حسب ذیل ہے۔

ازروئے حکمت جن چیزوں کا خمس معاف ہو گیا ان کا بیان

(A description of the things on which khums has been waived)

شیعہ کے لیے مصلحت وحکمت کے تحت آئمہ ہدی علیہم السلام نے جن چیزوں سے خمس کو معاف فرمایا ان کی پہلے دو قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ایک وہ چیزیں جن کی معافی وقتی طور پر ہوئی اور زمانہ حاضر میں ان کا خمس معاف نہیں بلکہ برقرار ہے۔

۲۔دوسرے وہ چیزیں ہیں جن کا خمس آج اس زمانہ میں بھی معاف ہے۔

قسم اوّل کا بیان

(Statement of first kind)

بعض آئمہ علیہم السلام نے اپنے اہل زمانہ کے مومنین کے لیے ان کے حالات کی تنگی اور شدت وغیرہ کے تحت حسب مصلحت بعض یا سب چیزوں کا خمس معاف فرمادیا تھا جو کسی ایک شخص یا اسی زمانہ والے لوگوں کے لیے مخصوص معافی تھی۔ بعد میں آنے والے زمانہ سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بہر حال یہ معافی اشخاص یا زمانہ کے اعتبار سے مقید معافی تھی۔اس پر دیگر اشخاص اور دیگر زمانوں کا قیاس نہیں ہو سکتا اور اس معافی پر دلالت کرنے والی حدیث ملاحظہ ہو:

عن ابی جعفر علی ابن مھزیار قال قرات فی کتاب لابی جعفر علیہ السلام من رجل یسئالہ ان یجعلہ فی حل من ماکلہ ومشربہ من الخمس فکتب بخطہ من اعوز شیء من حقی فھوفی حل۔ [1]

1۔ تہذیب الاحکام :ج6:ص202۔ جواہر الکلام :ج3:ص149۔

ابو جعفر علی ابن مہزیار سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے حضرت ابو جعفر امام محمد تقی علیہ السلام کا ایک خط پڑھا۔ جو ان کی طرف کسی شخص نے لکھا تھا اور اس میں اس نے تحریر کیا تھا کہ حضرت ! مجھے کھانے پینے کی چیزوں کا خمس معاف فرما دیجئے۔ تو آپ نے اپنے خط شریف سے تحریر فرمایا کہ جو شخص میرے خمس کی ادائیگی کے باعث تنگ دستی اور بدحالی میں واقع ہو جائے تو اس کے لیے خمس معاف ہے۔

اس حدیث کو علماء کرام نے تنگ دستی کی حالت میں خمس کی معافی پر محمول کیا ہے۔
چنانچہ ملاحظہ ہو مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج6: ص606 پر لکھتے ہیں:

وبین مایختص بحال الضیق والاعواز کصحیح ابن مهزیار قرات فی کتاب لابی جعفر علیه السلام من رجل الی آخر ما مر۔

کہ معافی کی بعض صورتیں وہ ہیں جو تنگدستی اور بدحالی کی حالت سے خاص ہیں۔
جیسا کہ علی ابن مہزیار کی حدیث ہے کہ میں نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ایک خط پڑھا جو آپؑ کی طرف کسی شخص نے لکھا تھا۔ اور بعد میں گذشتہ پوری حدیث کا مضمون منقول ہے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب جواہر الکلام: ج3: ص132:

وفی مکاتبة ابن مهزیار فی الصحیحة الطویلة المشتملة علی اباحة نوع من الخمس للشیعة فی بعض السنین قال فیها وانما اوجبت علیهم الخمس فی سنتی هذه من الذهب والفضة التی قد حال علیها الحول و لم اوجب ذلك علیهم فی متاع و لا آنیة و الادواب ولا خدم ولا ربح ربحه فی تجارته ولاضیعة الا ضیعة ساضرلك امرها تخفیفا ومنّاً منی علیهم

بما يغتال السلطان من اموالهم ولما ينوبهم فى ذاتهم واما الغنائم والفوائدفهى واجبة عليهم فى كل عام قال الله تعالىٰ واعلموا انما غنتم من شئى الخ آخر مافى الحديث۔[1]

ترجمہ: ''علی ابن مہزیار کے خط میں کہ جو ایک صحیح اور طویل حدیث کے متعلق ہے کہ جو حدیث بعض سالوں میں خمس کی بعض قسموں کے شیعہ کے لیے مباح ہونے پر مشتمل ہے، اس میں امام محمد تقی علیہ السلام نے فرمایا میں نے اپنے اس سال رواں میں شیعہ پر صرف اس سونے اور چاندی کا خمس واجب کیا ہے جس پر ایک سال کا عرصہ ان کے ہاں گذر چکا ہے۔ اور علاوہ اس کے نہ میں نے اس کے سامان پر واجب کیا ہے، نہ برتنوں پر، نہ چوپاؤں پر، نہ غلاموں پر، نہ تجارت پر اور نہ صنعت کی کمائی پر سوائے اس صنعت کے جس کو عنقریب میں تیرے لیے واضح کروں گا اور ایسا میں نے مؤمنین کی تخفیف کی خاطر کیا ہے اور بادشاہ جو کچھ ان کے اموال سے حاصل کرلیتا ہے۔ اس کے بدلے میں ان پر احسان کرنے کی خاطر اور ان کی ضرورتوں کی جو دوران سال میں ان کو لاحق ہوتی ہیں ان کی خاطر میں نے ایسا کیا ہے کہ ان چیزوں کا خمس واجب نہیں کیا۔ اور رہے دارالحرب سے بذریعہ قہر و غلبہ لوٹے ہوئے اموال اور دیگر فوائد، سوان کا خمس ان پر ہر سال واجب ہے۔ کیونکہ خداوند عالم نے فرمایا: ''واعلموا انما غنتم من شئى فان لله خمسه الخ'' کہ یقین جانو کہ تم جو فائدہ بھی حاصل کرتے ہو۔ خواہ دارالحرب سے بذریعہ قہر و غلبہ لوٹے ہوئے اموال ہوں یا دیگر فوائد، سب کا خمس واجب ہے۔ الیٰ آخر مافی الحدیث۔''

یہ حدیث سابقاً معنی غنیمت کے بیان میں تہذیب الاحکام اور مستمسک العروۃ سے گذر چکی ہے۔

1۔ تہذیب الاحکام: ج1: ص258۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج6: 608۔

اس حدیث کے معافی کا زمانہ اور انواع خمس ہر دو کے لحاظ سے مقید ہونا ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی اس کی مصلحت بھی بتا دی گئی ہے کہ یہ معافی بادشاہ کی زیادتی اور دیگر وقتی ضرورتوں کے پیش نظر مؤمنین کے لیے آسانی اور تخفیف کی خاطر عمل میں لائی گئی تھی۔ نیز ان ہر دو احادیث سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ نبیؐ اور امامؑ کو قدرت کی طرف سے یہ اختیار ہوتا ہے کہ وقتی مصالح کے تحت حقوق واجبہ میں سے بعض حقوق کو مخلوق خدا کے لیے معاف کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب فرمائے ہوں۔ اور اسی مطلب پر قول باری تعالیٰ: ''اَلنَّبِیُّ اَولٰی بِالمُؤمِنِینَ مِن اَنفسِھُم '' کی دلالت ہے کہ نبیؐ کو مؤمنین کے نفوس پر خود ان سے بھی زیادہ حق تصرف حاصل ہے کیونکہ جب ان کے نفوس پر حق تصرف حاصل ہے تو اموال پر تو بطریق اولیٰ ہونا چاہیے۔

بہر حال یہ معافی کی وہ قسم ہے جس کا تعلق ہر زمانہ اور ہر شئے اور ہر شخص سے ہونا ضروری نہیں۔

3۔ عن العسکری علیه السلام عن آبائه علیهم السلام عن امیرالمؤمنین علیه السلام انه قال لرسول الله قدعلمت یا رسول الله انه سیکون بعدك ملك عضوض و جبر فیستولی علی خمسی من السبی والغنائم و یبیعونه ولا یحل لمشتریه لان نصیبی فیه وقد وهبت نصیبی منه لکل من ملك شیئا من ذلك شیعتی لتحل لهم منافعهم من ماكل ومشرب لتطیب موالیدهم ولاتکون اولادهم اولادحرام فقال رسول الله صلی الله علیه وآله ما تصدق احد افضل صدقتك وقدتبعك رسول الله فی فعلك احل للشیعة کلما کان فیه من غنیمة اوبیع من نصیبه علی واحد من شیعتی ولا احلها انا وانت لغیرهم۔[1]

1۔ جواہر الکلام ج3: ص149و147۔

ترجمہ: ”حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے آباؤاجداد علیہم السلام سے، انہوں نے حضرت امیر المؤمنینؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ یارسولؐ مجھے علم ہو چکا ہے کہ عنقریب آپ کے بعد ظالم سلطنت ہو گی اور جبر و تشدد ہو گا۔ دارالحرب سے قہر وغلبہ کے ذریعہ حاصل شدہ قیدیوں اور دیگر اموال میں میرے خمس پر ظالمانہ قبضہ کر لیا جائے گا۔ اور ان اموال کو وہ فروخت کریں گے حالانکہ وہ خریدنے والے کے لیے حلال نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ ان میں میرا حصّہ ہو گا اور میں نے اپنا حصّہ اپنے شیعہ میں سے ہر اس شخص کو دیا جو ان اموال میں سے کسی چیز کا مالک ہو گا۔ تاکہ شیعہ کے لیے ان سے کھانے پینے کے منافع حلال ہو جائیں اور ان کی نسلیں پاکیزہ ہو جائیں، ان کی اولاد حرام کی نہ ہو۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: یا علیؑ آپ کے اس صدقہ سے افضل کوئی صدقہ کسی نے اللہ کے دربار میں پیش نہیں کیا اور تیرے اس احسن فعل کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اتباع کی کہ رسول خداؐ نے بھی اپنے شیعہ کے لیے یہ حلال کر دیا۔ کہ اس زمانہ میں اگر کسی شیعہ کو کوئی غنیمت حاصل ہو گی۔ یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصّہ کسی شیعہ کے ہاتھ بیچا جائے گا تو وہ اس کے لیے حلال ہو گا اور پھر میں اور تو دونوں شیعہ کے لیے ہی اس چیز کو حلال کرتے ہیں غیر شیعہ کے لیے نہ میں حلال کرتا ہوں اور نہ تو۔“

4۔ عن ابی حمزة عن الباقر فی حدیث قال ان الله تعالیٰ جعل لنا اهل البیت سهما ماثلاثة فی الفئی الی ان قال فنحن اصحاب الخمس والفئی وقد حرمناه علی جمیع الناس ماخلا شیعتنا۔[1]

---

[1]۔ جواہر الکلام: ج1ص149،153۔

ترجمہ: ''ابوحمزہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث میں بیان کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم اہلبیتؑ کے لیے غنیمت میں تین حصے مقرر فرمائے ہیں۔ لہٰذا ہم خمس اور فیئ کے مالک ہیں اور ہم نے یہ خمس اور فیئ اپنے شیعہ کے علاوہ دیگر تمام لوگوں پر حرام کیا ہے۔''

بحث کا نتیجہ

غرضیکہ یہ اخبار جو حضرت صاحب الامر السلام کے علاوہ دیگر آئمہ علیہم السلام سے مروی ہیں اور خمس کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں، یہ خمس کی عمومی حیثیت کے اعتبار سے ہمارے زمانہ غیبت کبریٰ سے تعلق پذیر نہیں بلکہ یہ آئمہؑ کے زمانہ سے مقید ہیں جن آئمہ سے مروی ہیں جیسا کہ آقائے محسن الحکیم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ مزید ملاحظہ ہو صاحب کتاب جواہر الکلام: ج1: ص57 میں لکھتے ہیں:

ولا اخبار التحلیله الواردة من غیر صاحب الامر علیه السلام لانها منزلة علی التحلیل منهم فی زمانهم لمن اراد تحلیله فلا یفیدنا بالنسبة الی زماننا۔

اور نہ ہی خمس کے حلال ہونے پر دال ہو سکتی ہیں جو حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے علاوہ دیگر آئمہ سے منقول ہیں۔ کیونکہ وہ احادیث ان آئمہ علیہم السلام کے زمانہ میں ہی صرف ان لوگوں کے لیے حلال ہونے پر محمول کی گئی ہیں جن کے لیے آئمہؑ نے خمس کو حلال کیا تھا۔ لہٰذا وہ احادیث ہمارے اس زمانہ کے لیے خمس کے حلال ہونے کا فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔

نیز اگر ان احادیث کے ذریعے ہر زمانے میں خمس کی معافی مراد لی جائے تو یہ احادیث گذشتہ ان احادیث کے معارض ہو جائیں گی جن کے متعلق حضرت صاحب الامر علیہ السلام کی توقیعات منقول ہو چکی ہیں کہ زمانہ غیبت میں خمس کا وجوب باقی ہے۔ نیز ان کے علاوہ غنائم سبعہ کے خمس پر دلالت کرنے والی احادیث کا اطلاق بھی ان معافی والی احادیث کے معارض ہو جائے گا۔ نیز قرآن کریم کا اطلاق بھی ان معافی والی احادیث کے معارض ہو گا۔

لیکن اگر معافی والی احادیث کو خاص زمانہ اور مخصوص حالات سے متعلق قرار دیا جائے تو پھر کوئی تعارض پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ان احادیث کے ذریعہ مقید زمانے اور مقید اشخاص کی معافی مراد ہے۔

والمسئلة فی غایة الاشکال اذ اباحة بعض الائمه فی بعض الازمنة لبعض المصالح لایدل علی السقوط فی جمیع الازمان مع انه قد دلت الاخبار علی انه لم یبیحو اذلك و فی بعض اخبار الاباحة اشعار بتخصیصها بالمناکح ومادل علی الاباحة فی خصوص زمان الغنیمة اخبار شاذة لاتعارض الاخبار الکثیرة۔[1]

''کہ معافی والا مسئلہ نہایت مشکل ہے کیونکہ آئمہ علیہم السلام کا بعض زمانوں میں بعض مصالح کے باعث خمس کا معاف کرنا تمام زمانوں میں خمس کے ساقط ہو جانے پر دلالت نہیں کرتا، مع اس کے گذشتہ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ آئمہؑ نے خمس معاف نہیں فرمایا اور بعض احادیث میں اس امر کا اشارہ موجود ہے کہ معافی کنیزوں کیساتھ خاص ہے اور زمانہ غیبت امامؑ میں خمس کے معاف ہونے پر جو احادیث دلالت کرتی ہیں وہ شاذ ہیں جو کہ عدم معافی پر دلالت کرنے والی بکثرت احادیث کے معارض نہیں ہو سکتیں۔''

معافی کی قسم ثانی
(Second type)

جن چیزوں کا خمس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے تمام شیعہ کے لیے ہر زمانہ میں مباح فرمایا ہے، ایک اعتبار سے ان کی بھی دو قسمیں ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے:

۱۔ ایک وہ کنیزیں جو کفارِ دار الحرب سے جنگ کے ذریعے حاصل ہوں۔

1۔ مرآۃ العقول: ج1: ص442۔

۲۔دوسرے وہ اموال جو ایسے اشخاص سے شیعہ کے ہاتھ لگیں جوان اموال کے متعلق وجوب خمس کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں لیکن درحقیقت ان اموال کا خمس ان غیر شیعہ اشخاص پر واجب ہو چکا ہو۔

ان ہر دو چیزوں میں آئمہ نے خمس شیعہ کے لیے مباح قرار دیا ہے۔

کنیزوں کے خمس کی معافی کا بیان

(Statement of remission of Khums of Maids)

آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے شیعہ اور شیعہ کے آباء کے لیے دارالحرب سے لوٹ میں آنے والی کنیزوں کا خمس معاف اور ان سے وطی (مباشرت) شیعہ اور آباء شیعہ کے لیے حلال کردی تھی اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر آئمہؑ کی طرف سے ان کا خمس معاف نہ ہوتا تو ان سے وطی حلال نہ ہوتی بلکہ ان سے وطی زنا قرار پاتی اور ان سے ہونیوالی اولاد پھر حلال زادہ اور نجیب نہ ہوتی۔ لہٰذا آئمہ ہدیٰ علیہم السلام نے شیعہ پر کمال شفقت اور مہربانی کے تحت ان کنیزوں کا خمس معاف فرما کر ان سے وطی شیعہ اور شیعہ کے آباء کے لیے حلال کردی تاکہ شیعہ کی نسل نجیب اور آلائش زنا سے پاکیزہ رہے۔ ذیل میں اس مطلب پر دلالت کرنے والی احادیث اور علماء کے اقوال کو درج کیا جاتا ہے:۔

1۔خبرالفضیل قال قال ابوعبداللہ علیہ السلام قال امیرالمؤمنین لفاطمۃ علیہا السلام احلی نصیبك من الفیئ لآباء شیعتنا لیطیبواثم قال ابوعبداللہ علیہ السلام انا قد احللنا امہات شیعتنا لآبائہم لیطیبوا۔[1]

"فضیل کی حدیث ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت امیر المؤمنینؑ نے جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا سے ارشاد فرمایا کہ اپنا فیئ کا حصہ ہمارے شیعہ

1۔ جواہر الکلام: ج3: ص149۔

کو بخش دیجیے۔ تاکہ ان کی نسلیں پاکیزہ ہو جائیں۔ پھر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک ہم نے اپنے شیعہ کی ماؤں کو ان کے آباء کے لیے حلال کر دیا ہے تا کہ وہ طیب وطاہر ہو جائیں۔“

2۔عنه عن ابی جعفر عن الحسین ابن سید عن فضالة ابن ایوب عن عمر ابن ابان الکلبی عن ضریس الکناسی قال قال ابوعبدالله علیه السلام اتدری من این دخل علی الناس الزنافقلت لاادری فقال من قبل خمسنا اهل البیت الا لشیعتنا الاطیبین فانه محلل لهم ولمیلادهم۔[1]

اسی سعد ابن عبداللہ سے روایت ہے اس نے ابو جعفر سے اس نے حسین ابن سعید سے اس نے فضالہ ابن ایوب سے اس نے عمر ابن ابان کلبی سے اس نے ضریس الکناسی سے روایت کی ہے۔ کہا کہ مجھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے کہ لوگوں پر زنا کہاں سے داخل ہو گیا؟ میں نے عرض کیا نہیں جانتا ہوں۔ تو فرمایا کہ ہم اہل بیت رسولؐ کے خمس کی جہت سے زنا ان پر داخل ہو گیا ہے۔ مگر ہمارے پاکیزہ شیعہ اس سے محفوظ ہیں کیونکہ یہ خمس ان کی وجہ سے اوران کی ولادت ”کو پاکیزہ کرنے“ کی وجہ سے ان پر حلال کر دیا گیا ہے۔

اس حدیث کے متعلق آقا سید محسن حکیم صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں، ملاحظہ ہو مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج6ص606:

اوتحلیل المناکح کخبر ضریس الکناسی قال ابوعبدالله علیه السلام اتدری من این دخل علی الناس الزنا فقلت لاادری فقال من قبل خمسنا اهل بیت الالشیعتنا

1۔ تہذیب الاحکام: ج1: ص256۔اصول الکافی مع مرآۃ العقول: ج1: ص447۔الاستبصار: ج2: ص57)

الاطیبین فانه محلل لهم ولمیلادهم ونحوه خبرابی خدیجه قال رجل حلل لی الفروج ففزع ابوعبدالله علیه السلام فقال له رجل لیس یسئالك ان یعترض الطریق انما یسئلونك خادمة یشتریها اوامراة یتزوجها اومیراثا یصیبه اورتجارة اوشیئا اعطیه فقال علیه السلام هذا الشیعتنا حلال الشاهد منهم والغائب والمیت والحئ۔ (الحدیث)

"کہ یہ خمس کا حلال ہونا عورتوں سے وطی کرنے والے معاملہ سے تعلق رکھتا ہے جیسے کہ ضریس کناسی کی حدیث ہے۔۔۔ اس کے بعد مذکورہ بالا پوری حدیث لکھی ہے اور پھر فرمایا کہ اسی کی مثل ابوخدیجہ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادقؑ سے کہا کہ میرے لیے عورتوں کی شرمگاہ حلال کر دیجئے تو آپؑ گھبرا گئے تو ایک دوسرے شخص نے عرض کیا کہ حضرت یہ آپ سے کسی ناجائز طریقہ کا سوال نہیں کرتا۔ یہ تو آپؑ سے اس کا سوال کرتا ہے کہ کوئی کنیز خریدے یا کسی عورت سے شادی کرے تو آپؑ اپنے خمس کے حصہ کے اعتبار سے اس کے لیے حلال کیجئے۔ یا کوئی میراث یا تجارت غیر شیعہ سے حاصل کرے یا کوئی چیز عطیہ میں ان سے حاصل کرے تو وہ خمس کے لحاظ سے حلال فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے سب شیعہ غائب، حاضر، زندہ، مردہ سب کے لیے حلال ہے۔"

3۔ ونحوه خبرابی خدیجه قال رجل حلل لی الفروج ففزع ابوعبدالله علیه السلام فقال له رجل لیس یسئالك ان یعترض الطریق انما یسئالك خادمة یشتریها اوامراة یتزوجها اومیراثا یصیبه اوتجارة او شیئا اعطیه فقال علیه السلام هذا لشیعتنا حلال الشاهد منهم والغائب والمیت والحی ومایولد منهم الی یوم القیمة۔[1]

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج2: ص606۔ تہذیب الاحکام: ج1: ص257۔ جواہر الکلام: ج3: ص149۔ الاستبصار: ج2ص57۔

"اوراسی کی مثل ابو خدیجہ کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! میرے لیے عورتوں کی فرج حلال کر دیجئے تو آپؑ بے چین ہو گئے۔ اس پر ایک دوسرے نے عرض کیا کہ حضرتؑ! یہ آپ سے ناروا طریق کے درپے ہونے کا سوال نہیں کرتا بلکہ یہ آپؑ سے یہ سوال کرتا ہے کہ کوئی خادمہ لوٹ میں آئی ہو یا دیگر طریق سے واجب الخمس کسی "غیر شیعہ" سے خریدے یا کسی ایسی کنیز سے شادی کرے یا کسی غیر شیعہ کی واجب الخمس میراث پائے یا غیر شیعہ سے تجارت کے سلسلہ میں خریدے اور ان کی طرف سے کوئی چیز عطا کی جائے تو آپؑ نے فرمایا کہ ہمارے شیعہ کے لیے حلال ہے اور وہ یہاں حاضر ہوں یا غائب اور خواہ وفات پا چکے ہوں یا زندہ سب کے لیے حلال اور ان سب کی ولادت کو ہم نے پاکیزہ کر دیا جو تا روز قیامت پیدا ہوں گے۔ پس یہ ان کے لیے حلال ہے۔ اور قسم بخدا کہ یہ اسی کے لیے حلال ہوتا ہے جس کے لیے ہم حلال کریں۔ ورنہ ویسے ہم سے کسی نے اس کے متعلق کوئی عہد یا میثاق نہیں لے رکھا ہے۔ یہ حدیث زیادہ شرح اور مکمل ترجمہ تحریر کرنے کے لیے دوبارہ لکھ دی گئی"۔

4۔عن حسین ابن سعید عن محمد ابن ابی عمیر عن الحکم ابن علیا الاسدی قال ولیت البحرین فاصبت بھا ما لا کثیرا فانفقت واشتریت ضیا عا کثیر اواشتریت رقیقا وامھات اولا د فولدلی ثم خرجت الی مکۃ فحملت عیالی وامھات اولادی ونساءی وحملت خمس ذلک المال فدخلت علی ابی جعفر علیہ السلام فقلت انی ولیت البحرین فاصبت بھا مالا کثیر ا واشتریت متاعا واشتریت رقیقا واشتریت امھات اولادوولدی وانفقت وھذا خمس ذلک وھولاء امھات اولادی ونساءی قد اتیتک بہ فقال اما انہ کلہ لنا وقد قبلت

ما جئت به وقد حللتك من امهات اولادك ونسائك وما انفقت وضمنت لك علی وعلی ابی الجنة۔[1]

”حسین بن سعید نے محمد بن ابی عمیر سے اس نے حکم بن علیا اسدی سے روایت کی ہے۔ کہا کہ مجھے بحرین کا والی بنایا گیا تھا تو میں نے وہاں بہت کچھ مال حاصل کیا۔ اور اسے خرچ کیا، بہت سی جائیدادیں خریدیں، غلام خریدے، کنیزیں خریدیں جن سے میری اولاد ہوئی۔ پھر میں نے سفرِ مکہ اختیار کیا۔ اور اپنے عیال، اولاد والی کنیزوں اور اپنی عورتوں کو ہمراہ لیا اور اس مال کا خمس بھی لیا۔ حتیٰ کہ میں ابو جعفرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا، مجھے بحرین کا والی بنایا گیا تھا تو میں نے وہاں بہت کچھ مال حاصل کیا، سامان خریدا، غلام خریدے، کنیزیں خریدیں جن سے میری اولاد ہوئی اور دیگر اخراجات کئے اور یہ اس مال کا خمس ہے۔ یہ میری اولاد والی کنیزیں ہیں اور یہ میری عورتیں ہیں جو میں سب آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ ہمارا مال اور ہماری ملکیت ہے اور جو کچھ تو لایا ہے وہ میں نے قبول کیا اور تیری یہ کنیزیں اور عورتیں تیرے لیے حلال کر دیں۔ اور جو کچھ تو خرچ کر چکا ہے یا جس کا ضامن ہوا ہے سب تیرے لیے حلال کیا اور مجھ پر اور میرے والد ماجد پر تیرے لیے جنت ”قدرت کے دربار سے لے دینا“ واجب ہے۔“

5۔ سعد ابن عبدالله عن ابی جعفر عن محمد ابن سنان عن صباح الازرق عن محمد ابن مسلم عن احدهما علیهم السلام قال ان اشد ما فيه الناس يوم القيمة ان يقوم صاحب الخمس فيقول يا رب خمسی وقد طيبنا ذلك لشيعتنا لتطيب ولادتهم و لتزكوا اولادهم۔[2]

1۔ تہذیب الاحکام: ج 1: ص 257۔ الاستبصار: ج 2: ص 58۔

2۔ تہذیب الاحکام: ج 1: ص 256۔ اصول الکافی: ج 1: ص 447۔ بر حاشیہ مرآۃ العقول۔ الاستبصار؛ ج 2: ص 57۔ من لایحضرہ الفقیہ۔ تفسیر البرہان: ج 1: ص 398۔ مثلہ تغیر یسیر ج: ج 1: ص 400۔

''سعد ابن عبداللہ نے ابو جعفر سے اس نے محمد ابن سنان سے اس نے صباح ارزق سے اس نے محمد ابن مسلم سے اس نے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک امامؑ سے روایت کی کہ بروز قیامت لوگوں پر سب سے سخت مصیبت اس وقت ہو گی جبکہ صاحب خمس کھڑے ہو کر فریاد کرے گا کہ پروردگار! میرا خمس کیوں ادا نہ کیا گیا اور یہ خمس ''جہاں تک نسل کی پاکیزگی کا تعلق ہے'' ہم نے اپنے شیعہ کے لیے حلال کر دیا ہے تاکہ ان کی نسل پاکیزہ ہو جائے۔''

6۔عن محمد ابن الحسن عن عبداللہ ابن القاسم الحضرمی عن عبداللہ ابن سنان قال قال ابوعبداللہ علیہ السلام علی کل امرء غنم او اکتسب الخمس مما اصاب لفاطمة علیہا السلام ولمن یلی الصدقة حتی الخیاط لیخیط قمیصابخمسة دوانیق فلنا منہا دانق الامن احللنا من شیعتنا لیطیب لھم بہ الولادة انہ لیس من شیء عنداللہ یوم القیمة اعظم من الزنا انہ لیقوم صاحب الخمس فیقول یارب سل ھؤلاء بما نکحوا۔[1]

''محمد ابن علی ہی سے روایت ہے، اس نے محمد ابن حسن سے، اس نے عبداللہ ابن قاسم الحضرمی سے، اس نے عبداللہ ابن سنان سے روایت کی ہے، اس نے کہا کہ جناب ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: کہ ہر شخص جو فائدہ حاصل کرے یا کوئی چیز کمائے اس پر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے لیے اور آپ کی اولاد میں سے ان کے لیے جو آپ کے امر کے والی اور تمام لوگوں پر حجت خدا ہیں خمس واجب ہے۔ اور یہ ان کے لیے خاص ہے جہاں چاہیں اسے صرف کر سکتے ہیں۔ اور صدقہ ''زکوٰۃ مال اور زکوٰۃ فطرہ'' ان پر حرام کیا ہے۔ اور خمس سب پر واجب ہے۔ حتیٰ کہ کوئی درزی پانچ دانق پر ایک قمیض سیتا ہے تو اس پر ایک دانق ''خمس واجب'' اور ہمارا مال ہے۔ ''ہاں'' مگر شیعہ کی نسل پاکیزہ کرنے کے سلسلہ میں جس

1۔ تہذیب الاحکام: ج:1: ص252۔جواہر الکلام: ج:3: ص131۔ تفسیر البرہان: ج:1: ص398۔

چیز کا خمس ہم اپنے شیعہ کے لیے حلال کر دیں وہ معاف ہے تاکہ وہ زنا سے بچ جائیں۔ کیونکہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ کے دربار میں زنا سے بڑھ کر کوئی گناہ نہ ہوگا۔ بے شک مالک خمس بروزِ قیامت کھڑے ہو کر دربار رب العزت میں احتجاج کرے گا۔ کہ پروردگار! ان لوگوں سے سوال فرما کہ انہوں نے کس طریقے سے اپنی کنیزوں کی وطی کو حلال سمجھا تھا جب کہ اس میں ہمارا خمس کا حق بھی تھا۔"

نوٹ:۔ خمس کے آئمہؑ کیساتھ خاص ہونے کے یہ معنی ہیں کہ سارے خمس کے تصرف کی ان کو ولایت حاصل ہے اور تقسیم کا ان کو حق اور اصناف ثلاثہ یعنی ایتام، مساکین او رمسافرین بنی ہاشم، ان کے عیال ہیں بلکہ آئمہؑ کو تمام اُمت کے اموال پر بھی اورابدان پر بھی حق تصرف حاصل ہے۔

7۔ سعد ابن عبداللہ عن ابی جعفر عن العباس ابن معروف عن حماد ابن عیسیٰ عن حریز ابن عبداللہ ابی بصیر وزرارۃ ومحمد ابن مسلم عن ابی جعفر قال قال امیرالمؤمنین هلك الناس فی بطونهم وفروجهم لانهم لم یرووالینا حقنا الا وان شیعتنامن ذلك و آبائهم فی حل۔[1]

"سعد ابن عبداللہ نے ابو جعفر سے، اس نے عباس ابن معروف سے، اس نے حماد ابن عیسیٰ سے، اس نے حریزابن عبداللہ سے، اس نے ابوبصیر، زرارہ اور محمد ابن مسلم سے، انہوں نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے، کہاکہ جناب امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا یہ لوگ "اہل خلاف" اپنے شکموں اور فروج ہر دو کے لحاظ سے ہلاک اور تباہ ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے ہماری طرف ہمارا حق خمس ادا نہیں کیا۔ آگاہ رہو کہ ہمارے شیعہ اور ان کے آباء اس معاملہ میں "ہماری طرف سے" حلیت میں ہیں، یعنی ان کے لیے یہ کنیزیں اور واجب

1۔ الاستبصار: ج2ص59۔جواہر الکلام: ج1ص149۔

اِلتخمیس مال جو ان کے پاس اہل خلاف کے ہاں سے پہنچتا ہے، اس کا خمس شیعہ پر واجب نہیں بلکہ یہ مال بلا تخمیس ان کے لیے حلال ہے۔"

دوسری چیز
(Second thing)

دوسری چیز جس میں خمس معاف کیا گیا ہے وہ غیر شیعہ سے تجارت کے ذریعہ حاصل ہونے والے اموال ہیں یعنی وہ اموال کہ جن پر غیر شیعہ کے ہاں خمس واجب ہو چکا ہو لیکن انہوں نے عدم اعتقاد خمس کے باعث ان اموال کا خمس ادا نہ کیا ہو۔ اور پھر وہ اموال کسی طرح خرید وغیرہ سے شیعہ کے ہاتھ آ جائیں تو شیعہ پر ان کا خمس ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ آئمہ علیہم السلام نے اس کو معاف فرمادیا ہے۔ حکمت اس میں ظاہراً شیعہ کو سخت حکم سے نجات دینا ہے کیونکہ عموماً غیر شیعہ سے تجارت اور خرید وفروخت کے ذریعہ اموال شیعہ کو حاصل ہوتے ہیں۔ بناءً علیہ اگر شیعہ پر ان اموال کا خمس بھی واجب قرار دیا جاتا کہ جن کا خمس غیر شیعہ پر واجب تھا اور انہوں نے ادا نہ کیا تھا تو یہ شیعہ کے لیے نہایت دشوار تھا۔ کیونکہ پوری قیمت ادا کرنے کے بعد مال حاصل کرکے پھر اس مال کا خمس غیر شیعہ والا بھی ادا کرنا بڑا دشوار امر ہے۔ اس لیے آئمہ علیہم السلام نے کمال مہربانی سے شیعہ کے لیے اس کو بھی معاف فرمادیا۔ اور اس معافی میں ہر چیز کا حکم برابر ہے خواہ وہ "مناکح" یعنی کنیزیں ہوں یا مکانات ہوں یا تجارت میں حاصل ہونے والے دیگر اموال ہوں۔ ذیل میں اس مطلب پر دلالت کرنے والی احادیث اور علماء کے ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔

کتاب العروۃ الوثقیٰ آخر بحث خمس۔ مسئلہ نمبر 19:

اذاانتقل الی الشخص مال فیه الخمس ممن لایعتقد وجوبه کالکافرونحوه لم یجب علیه اخراجه فانهم علیهم السلام اباحوا لشیعتهم ذلك سواء کان من ربح تجارة اوغیرها وسواء کان من المناکح والمساکن والتاجراوغیرها۔

''جب کسی شیعہ شخص کی طرف کوئی مال کسی ایسے شخص سے منتقل ہو کر آئے جو اس مال میں خمس کے واجب ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا جیسے کافر یا اس کی مثل اور لوگ کہ اس مال کا خمس ان پر واجب ہو چکا ہو تو شیعہ کے لیے مذکورہ مال پر اس کا خمس ادا کرنا واجب نہیں کیونکہ آئمہ معصومین علیہم السلام نے اپنے شیعوں کے لیے اس کا خمس مباح فرما دیا ہے خواہ ''اس غیر شیعہ پر'' تجارت کے منافع ہونے کی حیثیت سے خمس ''واجب ہو'' یا اس کے غیر کی جہت سے اور خواہ وہ تجارتوں کے اموال ہوں یا مکانات اور کنیزوں ''کی قسم سے'' ہو یا کوئی اور چیز ہو۔''

جناب آقا سید محمد کاظم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہ نے نہایت جامع الفاظ میں ایسی خوبی سے مسئلہ کو بیان فرمایا ہے کہ معافی کی ساری چیزیں ایک کلیہ کے تحت رکھ دی ہیں یعنی یہ کہ کسی ایسے شخص سے مال کسی شیعہ کو حاصل ہو کہ جو شخص اس مال میں خمس کے واجب ہونے کا معتقد نہ تھا۔ لیکن در حقیقت اس پر اس کا خمس واجب ہو چکا تھا تو اس شیعہ پر واجب نہیں کہ اس غیر شیعہ کا خمس ادا کرے خواہ وہ کوئی چیز ہو، کنیزیں ہوں یا دیگر کوئی چیز۔ لیکن اکثر سابقہ احادیث میں خمس مباح کرنے کی علت غائی چونکہ نسل کا پاکیزہ ہونا بیان کی گئی تھی اور اس کا رابطہ کنیزوں سے تھا اس لیے ہم نے کنیزوں کو الگ طور پر بیان کر دیا ہے۔ اب فرمان امام ملاحظہ ہو:

سعد عن ابی جعفر محمد ابن سالم او سنان عن یونس ابن یعقوب قال کنت عند ابی عبداللہ علیہ السلام فدخل رجل من القما طین فقال جعلت فداك تقع فی الدنیا

الارباح والاموال و تجارات ونعرف ان حقك فيها ثابت وانا عن ذلك مقصرون فقال مانصفناكم ان كلفناكم ذلك اليوم۔[1]

"سعد نے ابو جعفر سے، اس نے محمد ابن سالم یا سنان سے، اس نے یونس ابن یعقوب سے روایت کی ہے۔ کہا کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ موجود تھا کہ اتنے میں قماط سازوں میں سے ایک شخص داخل ہوا اور عرض گزار ہوا کہ میری جان حضور پر قربان، ہمارے ہاتھوں میں کچھ منافع اموال اور تجارت کی چیزیں واقع ہوتی ہیں جن کے متعلق ہمیں یقین ہوتا ہے کہ آپ کا حق "خمس" ان میں ثابت ہے، لیکن ہم اس کی ادائیگی سے قاصر ہیں تو فرمایا کہ آج اس زمانہ میں اگر ہم آپؑ کو اس کی تکلیف دیدیں تو پھر ہم نے آپ سے کوئی انصاف نہیں کیا۔"

نوٹ:۔ قماط، اس شخص کو کہا جاتا ہے جو قماط بنانے والا ہو اور قماط ایک کپڑا ہے جس میں عورت اپنے بچے کو بچپنے میں باندھ کر رکھ دیتی ہے۔ ملاحظہ ہو المنجد، القماط: من يصنع القمط للصبيان؛ یعنی قماط اس شخص کو کہتے ہیں جو بچوں کے لیے قماط بنایا کرتا ہو۔

اس حدیث میں اس قماط نے جن ارباح، اموال اور تجارت کے متعلق حضرت صادق علیہ السلام سے استفسار کیا تھا ان سے مراد وہ اموال تھے جو ایسے غیر شیعہ حضرات سے اس کے ہاتھ لگا کرتے تھے جو ان میں خمس کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھتے تھے۔ لیکن حقیقت میں ان پر ان کا خمس واجب ہوتا تھا۔ تو شخص مذکورہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ ہمیں علم ہوتا ہے کہ اس مال کا پانچواں حصہ مال مذکورہ ہمیں دینے والے کی ملکیت نہیں بلکہ وہ آپ کا حق ہے لیکن اس کا ادا کرنا ہمارے لیے آپ کی خدمت میں نہایت دشواری کا باعث

1۔ تہذیب الاحکام: ج:1: ص:257۔ من لا یحضرہ الفقیہ: ج:2: ص:14۔ الاستبصار: ج:2: ص:20۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج:2: ص:606،657۔ جواہر الکلام: ج:3: ص:153،130۔

ہے کیونکہ اگرچہ وہ پانچواں حصہ حق آپ کا ہے لیکن ہم اس کی قیمت اور معاوضہ اس غیر شیعہ کے سامنے ادا کرکے اس سے حاصل کرتے ہیں تو پھر آپ کی خدمت میں اس کا ادا کرنا ہمارے لیے دشواری کا باعث ہے تو آپؑ نے فرمادیا کہ ہم اس کی تکلیف آپ کو نہیں دیتے کیونکہ یہ انصاف ہی سے بعید ہے۔

اس کے ثبوت کے لیے کہ یہ غیر شیعہ سے آنے والے اموال کے متعلق استفسار تھا کلام علماء ملاحظہ ہو:

او التحليل لما يشترى ممن لا يعتقد وجوب الخمس لما فيه من المشقة العظيمة كخبر يونس ابن يعقوب كنت عند ابى عبد الله عليه السلام فدخل عليه رجل من القماطين الى ان قال فان قوله عليه السلام ما انصفنا كم ظاهر فى ذلك۔[1]

آقا سید محسن الحکیم طباطبائی اعلیٰ اللہ مقامہ ان اشیاء کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہ جن میں خمس مباح ہے فرماتے ہیں کہ "یا خمس کا حلال ہونا اس مال سے متعلق ہوتا ہے جو ایسے شخص سے خرید لیا جائے جو اس مال میں وجوب خمس کا قائل نہ ہو کیونکہ" ایک مرتبہ قیمت ادا کرکے پھر اس مال کا خمس ادا کرنا "اس میں بڑی مشقت اور دشواری ہوتی ہے"۔ اس تحلیل کا ثبوت جیسے کہ یونس بن یعقوب کی حدیث ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تھا کہ اتنے میں آپ کے حضور میں قماط سازوں میں سے ایک شخص حاضر ہوا اور "آقائے موصوف نے تمام حدیث کو بیان فرمایا" تا آنکہ فرمایا کہ حضرت کا یہ فرمان کہ "ما انصفنا کم" اس مطلب پر ظاہراً دلالت کرتا ہے کہ اس سے وہ مال مراد ہے جو اعتقادِ خمس نہ رکھنے والے لوگوں سے حاصل کیا گیا ہو۔ کہ ان لوگوں پر واجب شدہ خمس ادا

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج6: ص606۔

کرنے کی اگر ہم آپ کو مال مذکورہ کے متعلق تکلیف دیں تو یہ مشقت عظیم کا تمہارے لیے باعث ہے اس لئے یہ بات انصاف سے دور ہے۔

نیز: ثم ان ظاهر الاخبار او منصرفها الشراء لمن لا يعتقد وجوب الخمس كالكافر والمخالف۔[1]

پھر ان احادیث کا ظاہر ان لوگوں سے مال وغیرہ کو خریدنا ہے جو وجوب خمس کا اعتقاد نہ رکھتے ہوں جیسے کہ کافر اور مخالف۔

نیز: وبالجملة لاينبغی التامل فی دعوى اختصاص النصوص بالشراء ممن لايعتقد الخمس وبذلك يرتفع التعارض بينها وبين مادل على عدم جواز شراء مافيه الخمس فيحمل على الشراء ممن يعتقد۔[2]

مختصر یہ کہ نصوص مذکورہ کے ان لوگوں سے مال خریدنے کے ساتھ خاص ہونے کے دعویٰ میں تامل نہیں کرنا چاہئے جو اعتقادِ خمس نہیں رکھتے۔ اور اسی صورت کو اختیار کرنے کے ذریعہ وہ تعارض اُٹھ جاتا ہے کہ جو ان معافی والی نصوص کے درمیان اور ان احادیث کے درمیاں ہے کہ جو ایسی چیزوں کے خریدنے کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں جن میں خمس واجب ہو چکا ہو۔ کیونکہ عدم جواز والی احادیث کو ان لوگوں سے خریدنے کے عدم جواز پر محمول کیا جائے گا۔ جو خمس کا اعتقاد رکھتے ہوں اور ’’معافی والی ان لوگوں سے خریدنے پر محمول ہوں گی جو اعتقادِ خمس نہیں رکھتے‘‘۔

نیز: و مما ذكرنا يظهر ان المستفاد من النصوص المتقدمة هو تحليل الشيعة من الخمس الثابت فيما يكون فی يد غيرهم مطلقا سواء كان المناكح ام المساكن ام المتاجر

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج:6: ص658۔

2۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج:6: ص658۔

ام غیرھا کما ذکر فی المتن بل یظھر من کلماتھم انه من المسلمات بل عن ظاھر البیان انه مما اطبق علیه الامامیة وان حکی عن الاسکافی والحلبی انکار ھذا التحلیل من اصله و لعله لان الشبھةموضوعیة والاعتماد فیھا علی خبرالواحدغیر ظاھر ولاسیما مع ضعف السند فکثیر منھا لکن ذلك لایتم تحلیل المناکح لتواتر النصوص اجمالا بتحلیلھا کذا فی الشراء ممن لایعتقد الخمس لقیام السیرة علیه فی الجملة کما عرفت آنفا۔[1]

ترجمہ: ''ہم نے جو کچھ ذکر کیا اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ سابقہ نصوص کا ماحصل شیعہ کے لیے اس خمس کا حلال ہونا ہے جو ایسے مال میں ثابت ہوا ہو جو غیر شیعہ کے ہاتھ میں تھا۔ عام اس سے کہ وہ مال کنیزیں ہوں جن سے وطی کی جاتی ہے یا مکانات ہوں یا تجارت کی چیزیں ہوں یا کوئی دیگر اشیاء جس طرح کا متن ''عروۃ الوثقیٰ'' میں مذکور ہے بلکہ علماء کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ امر مسلمات میں سے ہے بلکہ البیان کے ظاہری الفاظ سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس مطلب پر تمام امامیہ کا اتفاق ہے اگرچہ اسکافی اور حلبی سے تحلیل کا سرے سے انکار منقول ہے اور شاید یہ انکار انہوں نے اس وجہ سے کیا ہو کہ یہ شبہہ موضوعیہ ہے اور اس میں خبر واحد پر اعتماد کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ خاص کر جب کہ ان نصوص میں سے اکثر کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ انکار مذکورہ کنیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں تام نہیں ہوسکتا کیونکہ ان کی اجمالی تحلیل کی احادیث متواتر ہیں۔ نیز ان لوگوں سے غیر مخمس مال کے خریدنے اور اس کے حلال ہونے کا بھی انکار نہیں ہوسکتا۔''

جو لوگ اعتقاد خمس نہ رکھتے ہوں کیونکہ فی الجملہ اسی پر آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کی سیرت قائم رہی جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج6: ص658۔

وعند ابن ادریس یشتری متعلق الخمس ممن لایخمس فلا یجب علیه اخراج الخمس لا ان یتجرو یربح ای اسقاط الخمس من ربح ذلك المتجر۔[1]

ترجمہ: ''ابن ادریس کا عندیہ ہے کہ مال خمس ایسے شخص سے خریدا جائے جو عدم اعتقاد کے باعث خمس ادا نہیں کرتا تو اس کے مشتری پر اس کا خمس نکالنا واجب نہیں ہے، یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرکے اگر نفع اٹھائے تو بھی خمس واجب نہیں ہوگا۔ یعنی اس تجارت کے نفع سے خمس کا ساقط ہو جانا مراد نہیں ہے۔''

سابقہ تحریروں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ خمس کی معافی صرف ان چیزوں کے متعلق ہے کہ جو ایسے لوگوں کے ہاتھ سے شیعہ کو دستیاب ہوں جو ان چیزوں میں وجوب خمس کا اعتقاد نہیں رکھتے خواہ وہ کفار ہوں یا اہل اسلام اور ان چیزوں کی دو اہم قسمیں ہیں:

۱۔ کنیزیں۔

۲۔ وہ اموال جو ایسے افراد سے ملے ہوں جو خمس کے وجوب کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

اس کے علاوہ اور کسی چیز میں خمس معاف نہیں ہے۔

ملحق نمبر ۲

(Annexure No.2)

(وجوب خمس ضروریات دین سے)

(Khums obligatory requirements of religion)

بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ خمس ضروریات دین سے نہیں اور نہ ہی ضروریات مذہب سے ہے تو اس شبہہ کا بہت ہی مدلل جواب تبیان الخمس (تالیف استاد العلماء سید گلاب علی شاہ مرحوم) میں دیا گیا ہے، اس کتاب میں اسی بیان کو نقل کیا جاتا ہے جبکہ ہم نے اس کا

1۔ جواہر الکلام: ج1: ص151۔ مرآۃ العقول: ج1: ص 446۔

جواب اپنی کتاب صحیفۂ خمس میں دیا ہے اس جگہ ہم تبیان الخمس کی بحث کو بعینہٖ بلا تبصرہ، استفادۂ عام کے لیے پیش کر رہے ہیں۔

وجوب خمس کے فی الجملہ ضروری ہونے کی تحقیق

(Research on the necessity of obligatory khums per sentence)

رسالہ مقام الخمس میں ہم نے بحوالہ کتاب جواہر الکلام نقل کیا تھا کہ وجوبِ خمس فی الجملہ ضروریاتِ دین میں سے ہے اور اس وقت چونکہ ہمارا مقصود صرف وجوبِ خمس کو ضروریات دین میں سے ثابت کرنا تھا اور یہ مقصد صرف اتنے حوالہ کیساتھ ثابت ہو جاتا تھا کہ خمس فی الجملہ ضروریاتِ دین سے ہے جس طرح کہ نماز، زکواۃ وغیرہ بھی اسی طرح فی الجملہ ہی ضروری ہونے کے باعث ضروریات دین میں شمار ہوتی ہیں تو ہم نے صرف مذکورہ کتاب کے حوالہ پر اکتفاء کیا اور ضرورت فی الجملہ کی تحقیق اس مقام پر چونکہ بے محل اور خارج از بحث تھی اس لیے یہ بحث ترک کر دی تھی اور اسی وجہ سے مولوی محمد اسماعیل کا یہ اعتراض لغو تھا کہ رسالہ مذکورہ میں فی الجملہ کا معنی کیوں نہیں سمجھایا گیا۔

اب ہماری مذکورہ سابقہ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ وجوب خمس کی ہدایت کا تعلق کفار یعنی ان سے لوٹے ہوئے مال کی بعض جزئیات سے ہے جس کی کافی حد تک تفصیل سابقاً گزر چکی ہے اور یہ بھی واضح ہو چکا کہ مولوی محمد اسماعیل کا تمام مالِ مذکورہ کے متعلق وجوبِ خمس کو ضروری قرار دینا آپ کی جہالت کا ثمرہ ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ وجوبِ خمس کی ہدایت کا تعلق غنیمت کفار کی جن جزئیات سے ہوتا ہے وہ اس لحاظ سے نہیں کہ قرآن کریم سے صرف ان کے ہی خمس کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور دیگر کسی چیز کا ثابت نہیں ہو سکتا اور بوجہ اس کے لفظ غنیمت کا معنی کفار سے لوٹے ہوئے مال کے صرف وہی جزئیات ہیں، جن پر خمس واجب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اس وجہ سے ہے کہ ان جزئیات میں خمس کا وجوب اس قدر واضح

ہے کہ تمام اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے اور کسی کو اس میں شبہ لاحق نہیں ہوسکتا اور دیگر چھ سابقہ مذکورہ چیزوں کا وجوب بھی قرآن کے ذریعہ ہی ثابت اور قطعی ہے۔ لیکن نظری ہے اس قدر واضح نہیں کہ کسی بھی اہل نظر کو اس کے متعلق شبہ لاحق نہ ہو، اہل بیت رسولؐ کے پیروکار وہ اہل علم کہ جن کو اپنے علم میں ضرس قاطع حاصل ہے اور وہ صائب النظر اور نقطہ حق تک بخوبی پہنچ سکتے ہیں ان کو یقین ہے کہ ساتوں سابقہ مذکورہ اشیاء کے خمس کا وجوب قرآن کریم سے ہی ثابت ہے اور ان کو کوئی شبہ اس میں لاحق نہیں ہوسکتا لیکن جو لوگ اہل بیت رسولؐ کی امامت سے انحراف رکھنے والے یا نیم ملاں ہیں ان کو غنیمت کفار کے علاوہ دیگر چھ چیزوں یا بعض کے خمس کے اصل وجوب یا وجوب مذکورہ کے متعلق قرآن کریم سے مستفاد ہونے میں شبہ لاحق ہوسکتا ہے۔ اس لیے ان چھ چیزوں کے متعلق اصل وجوب خمس یا اس وجوب کے قرآن کریم سے مستنبط ہونے کا انکار جب کہ اس کا باعث شبہ ہو تو یہ موجب کفر نہیں۔ ہاں صراط حق سے انحراف اور ضلالت کا باعث ضرور ہے۔ نیز غنیمت کفار سے بعض جزئیات کے متعلق وجوبِ خمس کا انکار بھی صرف یہی نہیں کہ موجب کفر نہیں بلکہ عین حق ہے۔ لہٰذا مولوی محمد اسماعیل صاحب نے جو کچھ تحریر کیا وہ ضلالت تھی، البتہ اگر کسی شخص کو غنیمت کفار کے علاوہ دیگر قسم کے غنائم کے دلائل پر اطلاع ہو جائے اور ان دلائل کے ذریعہ اس کو مذکورہ چھ غنائم وجوب خمس کا یقین ہو جائے، کوئی کسی قسم کا شبہ اسے اس بارے میں نہ رہ جائے ،اس وجوب کے حکم شریعت ہونے کا قطع یقینی حاصل ہو جائے اور پھر بھی وہ عمداً اس وجوب خمس کا انکار کرے تو یہ شخص کافر ہو جائے گا خواہ اس کا یہ یقین نظری ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ انکار اس کا تکذیب رسالت کا مستلزم ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء انکار کرنے پر حکم کفر صادر فرمادیتے ہیں۔ چنانچہ آقا سید محسن صاحب قبلہ حکیم طبا طبائی مدظلہ العالی اپنے ایک فتویٰ میں فرماتے ہیں: (یہ کتاب لکھی گئی تو اس وقت مرجع عالی قدر آقائے محسن الحکیم زندہ تھے آپ نے ان کے لیے دعائیہ کلمہ مدظلہ العالی لکھا ہے جبکہ آپ

۱۹۶۹ میں وفات پا چکے ہیں اللہ ان پر ڈھیروں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

وکذلك الحکم فی انکار الخمس فی بعض الامور المذکورۃ دون بعض فانه اذا کان عن شبهة لم یوجب الکفر وان کان عن عمد اوجبه۔

"کہ مذکورہ سات امور میں سے بعض کے خمس سے انکار کرنا اور بعض دیگر کا اقرار کرنا اس کا حکم اسی طرح ہے کہ اگر یہ انکار کسی شبہ کے باعث ہے تو موجب کفر نہیں ہو گا اور اگر عمداً انکار کیا ہے تو کفر کو واجب کر دے گا۔"

اور انکار عن العمد کی تشریح میں فرماتے ہیں:

انما یکون الانکار عن عمد اذا علم انه مما جاء النبی ﷺ فانکرہ اما اذا ناقش فی الادلة الدالة علی الوجوب ولم یحصل له منها علم بانه مما جاء به النبی ﷺ فانکرہ لم یکن انکارہ موجبا للکفر وان کانت المناقشة ناشئة عن سؤ السلیقة وقلة الفهم۔

ترجمہ: "کہ عمداً انکار اس وقت متحقق ہوتا ہے جب اسے یقین ہو جائے کہ یہ حکم رسول اللہ ﷺ درگاہ رب العزت سے لائے ہیں اور پھر اس کا انکار کر دے، لیکن جب کہ وجوب پر دلالت کرنے والی ادلہ میں مناقشہ کرے اور اسے یقین نہ ہو سکے کہ یہ رسول خدا ﷺ کا پہنچایا ہوا حکم ہے اور پھر اس کا انکار کرے تو یہ انکار موجبِ کفر نہ ہو گا اگرچہ کہ اس کا یہ مناقشہ بد سلیقہ اور کم فہم ہونے کے باعث پیدا ہوا ہو۔"

آقا صاحب قبلہؒ کے بیان مذکور سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعض صورتوں میں غنیمت کفار کے علاوہ دیگر چھ قسم کے غنائم کے خمس کا انکار بھی موجبِ کفر ہو سکتا ہے۔ لیکن اس صورت کی تشخیص نہایت مشکل ہوتی ہے اور اس لیے کہ عموماً انکار کرنے والے تحقق شبہ کے مدعی ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس امر کا طے کرنا کہ فی الواقع اس شخص کو شبہ لاحق ہے

یا نہیں بہت دشوار ہے، کیونکہ دل کے بھیدوں سے خدا کی ذات ہی واقف ہوتی ہے اور شبہ کے دعویدار کے متعلق خارجی قرائن وغیرہ کے ذریعہ یہ طے کرنا کہ فی الواقع اسے شبہ ہے یا نہیں مشکل امر ہے۔

بس اب کافی حدتک وضاحت ہو گئی کہ انکارِ خمس کس کس صورت میں موجبِ کفر ہوتا ہے، وجوب خمس کی کس صورت کے ساتھ ضرورت کا تعلق ہو سکتا ہے اور کس کے ساتھ نہیں۔ لہٰذا اب میرے خیال میں مولوی محمد اسماعیل صاحب کی سمجھ میں فی الجملہ کا معنی آجائے گا۔

مناکح سے مراد خمس نہیں

(Minakhah does not mean Khums)

سابقاً جن کنیزوں کے خمس کے مباح ہونے کا تذکرہ گزر چکا کہ تحلیل مناکح سے مراد ان کنیزوں کا مہر لینا درست نہیں کیونکہ وہ مہر دو حال سے خالی نہیں یا مونۃ سال یعنی سال کے جائز خانگی اخراجات میں شامل ہوں گے یا نہیں۔ اگر وہ شمار ہوں تو وہ اس نوعیت میں مباح ہو جائیں گے اور بالخصوص ان کی اباحت کا علیحدہ تذکرہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی اور اگر مونہ سال میں شمار نہ ہوں تو پھر ان کا خمس معاف نہیں اس لیے مناکح سے مراد مہر لینا درست نہیں۔

واما نصوص التحليل العامة فقد عرفت الاشكال فى التمسك بها لمعارضتها بما دل على عدم حل الخمس الموجب لحملها على ما ورد فيه التحليل بالخصوص ومن ذلك يظهر الاشكال فى التفسير الثالث فيما لم يكن من المؤن مضافا الى ان حرمة المهر لا ترتبط بحرمة الزوجة لعدم كونه من اركان العقد كما هو واضح فى محله فلا يلزم من تحريمه۔[1]

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج۶: ص۶۵۶۔

ترجمہ: ''اور لیکن تحلیل خمس کی عامہ نصوص کے ساتھ تمسک کرنے کے بارے میں جو اشکال قائم ہوتا ہے وہ آپ جان چکے ہیں کیونکہ یہ نصوص ان نصوص کے معارض ہیں جو خمس کے حلال نہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ چیز اس کی موجب ہے کہ تحلیل کی نصوص کو عموم پر نہیں بلکہ ان خاص چیزوں کی تحلیل پر محمول کیا جائے کہ جن کے متعلق بالخصوص تحلیل وارد ہوئی ہے اور اسی سے مناکح کی تفسیر جو مہر کے ساتھ کی گئی ہے اس میں بھی اشکال نمایاں ہو جاتا ہے جبکہ مہر مؤنہ سال یعنی سال بھر کے جائز خانگی اخراجات میں سے شمار نہ ہو مع اس کے یہ خرابی بھی لازم آتی ہے کہ مہر کا حرام ہونا زوجہ کے حرام ہونے کے مستلزم نہیں کیونکہ مہر عقد نکاح کے ارکان میں سے نہیں ہے، اس لیے کہ عقد نکاح اگر بلا مہر واقع ہو جائے تو بھی صحیح متصور ہوتا ہے۔ جیساکہ اپنے مقام پر اس کی وضاحت ہو چکی ہے لہٰذا تحریم مہر سے تحریم زوجہ لازم نہیں آتی ہے۔''

ملخص المسئلہ

مسئلہ تحلیل خمس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیعہ پر اس چیز کا خمس واجب نہیں جو شیعہ کے ہاں ان لوگوں کے ہاں سے دستیاب ہوئی ہو جو وجوب خمس کا اعتقاد نہیں رکھتے خواہ کنیزیں ہوں یا مساکن یا تجارت کی چیزیں یا دیگر اشیاء اور سابقاً یہی مفہوم العروۃ الوثقیٰ کی عبارت سے پیش کیا جا چکا ہے اور مزید ملاحظہ ہو:

مما ذکرنا یظہر ان المستفاد من النصوص المتقدمۃ ھو تحلیل الشیعۃ من الخمس الثابت فیما یکون فی ید غیرھم مطلقا سواء کان من المناکح ام المتاجر ام غیرھا ذکر فی المتن بل یظہر من کلماتھم انہ من المسلمات بل عن ظاھر البیان ان مما اطبق علیہ الامامیۃ۔[1]

1۔ مستمسک العروۃ الوثقیٰ: ج۶: ص۶۵۸۔

ترجمہ: ''اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ گزشتہ نصوص سے جو کچھ مستفاد ہوتا ہے وہ شیعہ کے لیے اس خمس کا حلال ہونا ہے جو اسی چیز میں ثابت ہو چکا ہو کہ جو ان کے غیر کے ہاتھ میں تھی اور ان سے ان کو حاصل ہوئی۔ اور حکم علی الاطلاق ہے خواہ وہ چیزیں کنیزیں ہوں یا مکانات یا تجارت کے اموال یا اس کے علاوہ کوئی دیگر شئے جیسا کہ متن میں مذکور ہے۔ بلکہ علماء کے کلمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم مسلمات میں سے ہے۔ بلکہ بیان کے ظاہر الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکم ان احکام میں سے ہے جن پر تمام امامیہ کا اتفاق ہے۔''

واضح ہو گیا کہ جو چیزیں ان اغیار کے ہاتھوں سے دستیاب ہوں جو خمس کے قائل نہیں اور در حقیقت ان پر خمس واجب ہو چکا ہو تو ان اشیاء کا خمس شیعہ پر واجب نہیں۔

ملحق نمبر ۳

(Annexure No.3)

(خمس نہ دینے والا آئمہ اطہار علیہم السلام کی نظر میں)

(In the eyes of Aima Athaar (A.S) who does not pay khums)

ایک اور بحث تبیان الخمس میں کی گئی ہے اور وہ بحث اس بارے میں ہے کہ جو شخص خمس کے وجوب کا قائل ہے لیکن وہ خمس ادا نہیں کرتا جبکہ اس میں خمس ادا کرنے کی تمام شرائط موجود ہیں تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ ذیل میں تبیان الخمس کی بحث بعینہ پیش خدمت ہے۔

خمس ادا نہ کرنے والا بہ ارشادات آئمہ ہدیٰؑ ملعون اور آل رسولؐ پر ظلم کرنے والا ہے!

سابقاً جہاں اس امر کی وضاحت ہو چکی کہ منکر خمس کافر ہے، وہاں احادیث آئمہ ہدیٰؑ کے ضمن میں اس امر کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے کہ خمس ادا نہ کرنے والا، کھا جانے والا ملعون ہے

کیونکہ خمس کا نصف حصہ بہر صورت امام علیہ السلام کا مال ہوتا ہےاو رابوالحسن کی حدیث میں سابقاً گزر چکا ہے کہ حضرت صاحب العصر والزمان علیہ السلام کی توقیع میں یہ الفاظ موجود تھے۔

لعنة الله والملئكة والناس اجمعين على من استحل من مالنا درهما۔

ترجمہ: ”کہ جو شخص ہمارے مال کا ایک درہم بھی حرام طریقہ پر کھائے اس پر اللہ کی بھی اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی بھی لعنت نازل ہوتی ہے۔“

نیز محمد بن جعفر اسدی کی حدیث میں یہ الفاظ گزر چکے ہیں:۔

اما ما سئلت عن امر من يستحل ما في يده من اموالنا ويتصرف فيه تصرفه في ماله من غير امرنا فعل ذلك فهو ملعون و نحن خصمائه فقد قال النبيﷺ المستحل من عترتي ما حرم الله ملعون على لساني ولسان كل نبي مجاب فمن ظلمنا كان من جملة الظالمين لنا لعنة الله عليه يقول الله عزوجل الالعنة الله على الظالمين۔

ترجمہ: ”جو شخص ہمارے اس مال کو اپنے لیے حلال سمجھے جو اس کے پاس موجود ہے اور ہماری اجازت کے بغیر اس میں ایسا تصرف کرے جو وہ اپنے مال میں کیا کرتا ہے۔ اس کے متعلق جو تو نے سوال کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ جو ایسا کرے وہ ملعون ہے اور ہم اس کے دشمن ہیں۔ کیونکہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری عترت کی کسی ایسی چیز کو اپنے لیے حلال سمجھے جو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہے، وہ شخص میری زبان پر بھی ملعون ہے اور ہر اس نبیؐ کی زبان پر بھی ملعون ہے جو مستجاب الدعوات ہے۔ کیونکہ جو شخص ہم پر ظلم کرے گا وہ ہم پر ظلم کرنے والوں کے زمرہ میں شمار ہو جائے گا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو گی ”کیونکہ“ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہے: الالعنة الله على الظلمين۔”کہ ظالمین پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے۔

نیز امام رضا علیہ السلام کا فرمان بھی گذر چکا ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں:

المسلم من یفی الله بما عهد الیه ولیس المسلم من اجاب با للسان وخالف بالقلب۔

ترجمہ: "کہ مسلم کامل وہ ہے جو اس وعدہ کی وفا کرے جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے۔ وہ شخص مسلم کامل نہیں جو زبان سے اعتراف کرے، مگر دل سے مخالفت کرے (یعنی مرتبہ عمل میں دل اس کا مخالفت اختیار کرے) اور اس لیے عمل نہ کرے۔"

حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے کمالِ اسلام کی خمس ادانہ کرنے والے سے نفی کردی۔ نیز دوسرا فرمان بھی امام رضا علیہ السلام کا گرز چکا جس میں یہ الفاظ موجود ہیں:

ما امحل هذاتمحضو ننا بالمودۃ بالسنتکم وتزدرون عنا حقنا جعله الله لنا وجعلناله وهو الخمس لانجعل احدا منکم فی۔

ترجمہ: "کہ یہ کس قدر مکاری ہے کہ تم لوگ اپنی زبانوں کے ذریعہ ہماری خالص محبت کا اظہار کرتے ہو اور پھر ہمارے اس حق کو ہم سے ہٹاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مخصوص مقرر فرمایا ہے اور اس کے لیے مخصوص کیا ہے اور وہ خمس ہے ہم کسی کے لیے خمس کو حلال نہیں کرتے۔"

امام رضا علیہ السلام نے خمس کو ادا نہ کرنے کی صورت میں محبتِ اہلبیت علیہم السلام کے دم بھرنے کا نام مکاری رکھا ہے۔

نیز حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی حدیث میں یہ الفاظ گذر چکے ہیں:

واللهلیسالنهم اللهیوم القیمة عن ذلك سوالا حثیثا۔

ترجمہ: "کہ قسم بخدا اللہ تعالیٰ بروز قیامت ان خمس ادانہ کرنے والے اور خمس کھا جانے والوں سے نہایت سختی سے بازپرس کرے گا۔"

یہ ہیں چند ارشادات آئمہ معصومینؑ، خمس ادانہ کرنے والے اور خمس کھا جانے کو حلال سمجھنے والے کے بارے میں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص خمس ادانہ کرے وہ آئمہ معصومینؑ کے نزدیک ملعون ہے، وہ آئمہ معصومینؑ پر ظلم کرنے والا ہے۔ آئمہ معصومینؑ اس کے خصیم اور دشمن ہوں گے، اس کا دعوی محبتِ اہل بیتؑ مکاری ہے، وہ کمال اسلام سے خالی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بروزِ قیامت نہایت سختی سے باز پرس کرے گا، اس پر اللہ تعالیٰ، تمام ملائکہ اور انسانوں کی لعنت نازل ہوتی ہے۔

سابقاً یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ منکرِ خمس، کافر ہو جاتا ہے اور اکثر صورتوں میں خمس کی عدم ادائیگی اقرارِ خمس کی صورت میں بھی عدمِ قبولیتِ اعمال کا باعث ہوتی ہے۔

محبانِ آل رسولؐ سے التماس

(Supplication to the beloved of the Prophet(P.B.U.H)

جو لوگ خمس کی ادائیگی کے پابند نہیں اور بایں ہمہ وہ محبت آل رسولؐ کا دم بھرتے ہیں اور آئمہ علیہم السلام کی امامت کے بھی قائل ہیں، اگر خمس کے پابند نہ ہونے کی وجہ ان کی لاعلمی ہے تو ہم نے مدلل طور پر حق ان کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ آیت قرآنی اور احادیثِ آئمہ معصومین و رسول خداﷺ کے ذریعہ سات قسم کی چیزوں میں خمس کا واجب ہونا ثابت کر دیا گیا ہے۔ علماء اعلام، مجتہدین کرام کے فتاویٰ موجود ہیں۔ جو ہمارے اس بیان کی توثیق کے لیے شاہد صدق ہیں۔ لہٰذا محبان آل رسولؐ کو چاہیے کہ وہ جن کی محبت کا دم بھرتے ہیں، ناجائز طور پر ان کا حقِ خمس نہ کھائیں۔ کیونکہ ایسی محبت کو آئمہ علیہم السلام نے محبت نہیں بلکہ مکاری سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور خمس کے ادانہ کرنے والوں اور خمس کی عدم ادائیگی کو حلال سمجھنے والوں کے حق میں آئمہ علیہم السلام نے مذکورہ تمام فتاویٰ صادر فرمائے ہیں جو ہم نے نقل کر دیئے ہیں۔

لہٰذا تمام اہل ولاء کو اپنے مولیٰ کے حقوق اور سادات اولادِ رسولؐ کے حقوق کو ادا کرکے اپنے خلوصِ محبت کا ثبوت پیش کرنا چاہیئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ وجوب خمس کا تعلق صرف غیر سادات سے ہی نہیں بلکہ جس طرح کہ نماز، روزہ وغیرہ احکام شرعیہ سادات وغیر سادات سب پر واجب ہوتے ہیں اسی طرح خمس سادات پر بھی غیر سادات کی مثل واجب ہوتا ہے۔ نیز زمانہ حاضر کے بعض اہل ایمان خمس سے اس طرح لاپرواہی کردیتے ہیں کہ کسی مخصوص یوم پر یا ویسے جناب امیر المومنینؑ یا جناب امام حسینؑ یا جناب حضرت عباسؑ یا دیگر کسی معصوم یا امام زادہ کی نیاز حلوہ وغیرہ پکا لیتے ہیں۔ جو عامۃالمؤمنین میں تقسیم کردیتے ہیں اور ان کو کھلا دیتے ہیں اور پھر اپنے خیال میں یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے حق آئمہ و حق سادات ادا کردیا۔ حتیٰ کہ خمس بھی اسی نیاز میں ادا ہوگیا۔ حالانکہ اس طریقہ پر خمس ادا نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اگر خمس مثلاً پانچ روپیہ ایک شخص پر واجب ہوتا ہے اور اس نے نیاز کے طور پر مبلغ ایک سو روپے بھی خرچ کردیا ہے، تاہم اس کا خمس اس وقت تک ادا نہیں ہوگا جب تک کہ وہ خمس کی نیت سے مستحقین سادات کو حصۂ سادات اور مجتہد جامع الشرائط یا اس کے اجازت یافتہ شخص کو حصہ امام ادا نہیں کرے گا۔

علیٰ ہذا القیاس کئی اہل ایمان مجالسِ امام حسین علیہ السلام، تعزیہ داری اور مخصوص مجالس وغیرہ پر خرچ کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھ لیتے ہیں کہ بس ہم نے امامؑ کو راضی کرلیا۔ نیز بعض صاحبِ ایمان پانچ دس سادات کی دعوت کرکے ان کو کھانا کھلا دیتے ہیں اور اس طور سے اپنے آپ کو خمس سے بری الذمہ سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ نہ مجالس وغیرہ کے اخراجات کے ذریعہ خمس ادا ہوسکتا ہے اور نہ عمومی طور پر دعوتِ سادات کے ذریعہ تاوقتیکہ مذکورہ بالا طریق سے باقاعدگی کے ساتھ سادات اور امام علیہ السلام ہر دو قسم کے حصوں کو ادا نہ کیا جائے۔

لہٰذا اگر کوئی صاحب ایمان یہ چاہتا ہے، کہ اللہ، تمام ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت سے محفوظ رہے اور آلِ محمد علیہم السلام سے اس کی محبت امامؑ کے نزدیک مکاری قرار نہ پائے، بلکہ خاص محبت شمار ہو اور آل رسولؐ پر ظلم کرنے والوں میں اس کا شمار نہ ہو، تو فریضۂ خمس ادا کرنے کی پابندی اختیار کرے۔

ملحق نمبر ۴

(Annexure No.4)

شیعہ امامیہ کے عظیم فقیہ
جناب آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الموسوی الخوئی قدس کا
وجوب خمس کے بارے میں تفصیلی بیان

(The great jurist of Shia ImamiaAyatollah Ul Uzma Syed Abu Al-Qasim Al-Musawi Al-Khoei Quds detailed statement about obligation of Khums)

خمس کے حوالے سے درپیش اشکالات اور ان کے جواب کے حوالے سے عظیم شیعہ فقیہ مرجع عالی قدر حضرت آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم الخوئی نور اللہ مرقدہ نے ایک عمدہ بحث کی ہے جو عمومی فائدے کے لیے پیش خدمت ہے۔

قال السيد الخوئي: يدلنا على الحكم، بوجوب الخمس في أرباح المكاسب وكل ما يفضل عن موؤنة السنة، بعد الاجماع والسيرة العملية القطعية، المتصلة بزمن أئمة آل بيت عليهم السلام:

أولاً، الكتاب العزيز، قال تعالى: ”فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ“ فان الغنيمة، بهذه الهيئة، وان امكن ان يقال؛ بل قيل باختصاصها بغنائم دار الحرب اما لغة او اصطلاحاً، وان لم يظهر له أي وجه- الا ان كلمة، غنم- بالصيغة

الواردة فی الآیة المبارکة ترادف ربح واستفادة وما شاکل ذلك فتعم مطلق الفائدة، ولم یتوهم أحد اختصاصها بدار الحرب، ولعل فی التعبیر بالشیء۔ الذی فیه من السعة والشمول ما تری۔ اشعاراً الی هذا التعمیم، وان الخمس ثابت فی المطلق ما صدق علیه الشیء الربح وان کان یسیراً جداً کالدرهم غیر المناسب لغنائم دار الحرب کما لا یخفی ویعضده اطلاق الخطاب فی بعض الآیات السابقة، علی تلك الآیة وهی قوله تعالیٰ "وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ" وقوله تعالیٰ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا" فانه عام لجمیع المؤمنین لا لخصوص المقاتلین۔

ولا ینافیه ذکر القتال فی الآیات السابقة علیها واللاحقة لها، لما هو المعلوم من عدم کون المورد مخصصاً للحکم الوارد علیه ومن ثمّ اعترف القرطبی فی تفسیره، وکذا غیره بشمول لفظ الآیة، لعموم الفائدة والأرباح غیر انّه خصصها بغنائم دار الحرب من أجل الاجماع الذی ادعی قیامه علی ذلك فاذا کانت هیئة، غنم، عامة فلا جرم کانت هیئة۔ غنیمة، أیضاً کذلك، اذا لا دلالة فی هیئة فعلیة علی الاختصاص، وکیفما کام فلا ینبغی التأمّل فی اطلاق الآیة المبارکة فی حد ذاتها، وشمولها لعامة الأرباح والغنائم۔

وتشهد لذلك أخبار کثیرة دلت علی انها، أی الغنیمة، هی الافادة، یوماً فیوماً۔ والاخبار بهذا الشأن بلغت حد التواتر، فالحکم مما لا ینبغی الاشکال فیه نعم، هاهنا اشکال معروف قد تداول علی الالسن ولا سیما فی الأونة الاخیرة وحاصله أن الآیة لو کانت مطلقة وکان هذا النوع من الخمس ثابتاً فی الشریعة المقدسة فلما ذا لم یعهد أخذه من صاحب الشرع حیث لم ینقل لا فی کتب الحدیث ولا التاریخ ان النبی الاعظم أو أحداً من المتصدین بعده حتی وصیة المعظم فی زمن خلافته الظاهریة تصدی لأخذ الأخماس من

الأرباح والتجارات كما كانوا يبعثون العمال لجباية الزكاة بل قد جعل سهم خاص للعاملين عليها فانه لو كان ذلك متداولاً كالزكاة لنقل الينا بطبيعة الحال وان تعجب فعجب انه لم يوجد لهذا القسم من الخمس عين ولا أثرفى صدر الاسلام الى عهد الصادقين حيث ان الروايات القليلة الواردة فى المقام كلها برزت وصدرت منذا هذا العصر، اما قبله فلم يكن منه اسم ولا رسم بتاتاً حسبما عرفت۔

الجواب:

اما بناء على ما سلكناه من تدريجية الاحكام وجواز تاخير التبليغ عن عصر التشريع بايداع بيانه من النبىﷺ الا الامامؑ ليظهره فى ظرفه المناسب له حسب المصالح الوقتية الباعثة على ذلك، بل قد يظهرمن بعض النصوص أنّ جملة من الأحكام لم تنشر لحدّ الآن وأنّها مودعة عند ولى العصر عجل الله تعالىٰ فرجه وهو المامور بتبليغها متى ما ظهر وملا الأرض قسطاً وعدلاً فالأمرعلى هذا المبنى، الحاسم لمادة الاشكال۔ ظاهرلا سترة عليه۔

واما مع الغض عن ذلك، فيرد الاشكال، بابدا الفرق بين الزكاة والخمس نظراً الى ان الاول ملك للفقراء وحق يصرف فى مصالح المسلمين وهوﷺ مأمور بالأخذ قال تعالىٰ "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" فقدمة للأخذ الواجب عليه لا محيص لهﷺ من بعث العمال لجباية الزكاة، وبالجملة فعلى تقدير تسليم عدم بعث العمال لأخذ الأخماس فهذا، أى عدم الأخذ۔ لايكشف عن عدم الوجوب بوجه۔

كيف؟ ووجوب الخمس فى الركاز مما أطبقت عليه ابناء السنة وعوافيه روايات كثيرة ومع ذلك لم ينقل ولوفى مورد واحد النبىﷺ او من بعده بعث احداً لجبايته

فعدم البعث والحث للأخذ لازم أعمّ لعدم الوجوب فلا يكشف عنه أبداً على ان العامة، ابناء السنة قد رووا هذا الخمس عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقد ورد فى صحيح البخارى والترمذى ان رجلاً من بنى عبد قيس جاء الى النبى عليه السلام فلما اراد الانصراف أمره صلى الله عليه وآله وسلم بالصلاة والصيام والزكاة واعطاء الخمس مما غنم، فان من الواضح عدم ارادة الخمس من غنائم دار الحرب، لعدم فرض قتل أو غزو، بل المراد خمس الأرباح والمتاجر كما لا يخفى(ويويده ما مرينا ان عمر بن عبد العزيز اخذ من العنبر الخمس) والانصاف انه لم يتضح لدينا بعدُ ماذا كانت الحالة عليه فى عصره صلى الله عليه وآله وسلم بالاضافة الى اخذ هذا النوع من الخمس وعدمه؟ فلم يثبت عدم الأخذ، كيف والعهد بعيد والفصل طويل وقد تخلل بيننا عصر الامويين الذين بدلو الحكومة الاسلامية حكومة جاهلية، ومحقوا أحكام الدين حتى ان كثيراً من الناس لم يعرفو وجوب الزكاة الثابت بنص القرآن كما يحكيه لنا التاريخ والحديث بل فى صحيح ابى داودو سنن النسائى ان اكثر اهل الشام لم يكونوا يعرفون اعداد الفرائض، وعن ابن سعد فى الطبقات ان كثيراً من الناس لم يعرفو من مناسك حجهم۔

وروى ابن حزم عن ابن عباس انه خطب فى خطب فى البصرة وذكر زكاة الفطرة وصدقة الصيام فلم يعرفوها حتى امر من معه أن يعلم الناس فاذا كان الحال هذه بالاضافة، الى مثل هذا لاحكام التى من ضروريات الاسلام ومتعلقة بجميع الانام فيما ظنك بمثل الخمس الذى هو حق خاص له ولقرابته ولم يكن من المخلوق العامة كما فى الزكاة بل لخصوص بنى هاشم زادهم الله عزاً وشرفاً فلا غرابة اذاً، فى جهلنا بما كابن عليه امر الخمس فى عصره صلى الله عليه وآله وسلم اخذاً وصرفاً۔

الا ان هذا کله لا یکشف عن عدم الوجوب، وان ، عدم الوصول لا یلازم عدم التشریع بعد ان نطق به الکتاب العزیز والسنة المتواترہ، ومما یؤکذ ذلك انه لا خلاف بیننا وبین الوامة، ابناء السنة، فی عدم جواز دفع الزکاةلبنی هاشم، وان الصدقة علیهم حرام حتی انه لا یجوز استعمالهم،استخدامهم، علیها الزکاة،والدافع من سهم العاملین۔

قال ابن قدامة؛ لا نعلم خلافاً فی ان بنی هاشم لا تحل لهم الصدقة المفروضة، وقد قال النبی ﷺ ان الصدقة لا تبتغی لآل محمد ﷺ انما هی اوساخ الناس اخرجه مسلم، وقد رووا، أبناء السنة، فی ذلك روایات متواترة کما وردت من طرقنا ایضاً حسبما تقدم فی کتاب الزکاة، وفی بعضها ان الله تعالیٰ قد عوض عنها الخمس اکراماً لهم وتنزیهاً عن اوساخ ما فی ایدی الناس، وفی صحیح المسلم وغیرہ ان الفضل بن العباس وشخصاً ااخر من بنی هاشم کانا محتاجین الی الزواج ولم یکن لدیهما مهرفاشتکیا ذلك الی رسول الله ﷺ وطلبا منه اب یستعملها، أی یستخدمهما، علی الزکاة لیحصلا علی المهرمن سهم العاملین فلم یرتض ﷺ بذلك بل أمر شخصین أن یزوجاهما ابنتیهما منهما وجعل مهرهما من الخمس بدلاً عن الزکاة، والروایات بذلك متظافرة بل متواترة من الطرفین کما عرفت۔

ومنالواضح الضروری أن الحرب لیست قائمة بین المسلمین والکفار مدی الدهر، لیتحق بذلك موضوع الخمس من غنائم دارالحرب فتدفع الیهم وعلیه فلوکان الخمس مقصوراً علی غنائم دارلحرب ولم یکن متعلقاً بما له دوامواستمرار من الأرباح والتجارات فکیف یعیش الفقراء، من بنی هاشم فی عصر الهدنة الذی هو عصر طویل

الأمد، بعيد الأجل، والمفروض تسالم الفريقين على منعهم عن الزكاة أيضاً كما مرّ، اذاً فما هو الخمس المجعول عوضاً عنها فى هذه الظروف؟ فلا مناص من الالتزام بتعلقه كالزكاة بما له دوام واستمرار فى جميع الأعصار، لتستقيم البدلية الأبدية، ولايكون الهاشمى اقل نصيباً من غيره وليس ما هو كذلك الاعامة الارباح المكاسب حسبما عرفت۔ فتحصل أن الاستشكال فى وجوب الخمس فى وجوب الخمس فى هذا القسم ساقط بتاتاً۔

ويدلنا على الحكم ثانياً جملة وافرة من النصوص الّتى عرفت انها بالغة حد التواتر۔

فمنها موثقة سماعة قال سألت أبا الحسن ﷺ عن الخمس فقال؛ فى كل ما أفاد الناس من قليل او كثير۔ ومنها؛ صحيحة على بن مهزيار سأل عن الخمس فيما أوجب على اصحاب الضياع فكتب وقرأه على بن مهزيار «عليه الخمس بعد مؤونته ومؤنة عياله» فانها صريحة فى المطلوب، وفى ضؤ هذا البيان الشامل نصل الى هذه النتجة وهى؛ ان الخمس لا يختص بغنائم دار الحرب بل له نطاق واسع بحسب ما ينطق الكتاب به والسنة۔

ترجمہ: پہلی بات: اللہ کی باوقار کتاب (قرآن) میں آیا ہے: ’’فان للہ خمسه و للرسول و لذى القربى واليتامى والمساكين‘‘ بلا شک لفظ غنیمت اس خاص شکل و صیغہ میں کہ فرمایا گیا ’’غنمتم‘‘ اگرچہ یہ بات کہی جا سکتی ہے بلکہ ایسا کہا گیا ہے کہ ’’غنمتم‘‘ کا لفظ جنگی غنائم سے مختص ہے ایسا یا تو لغت کے اعتبار سے ہے یا پھر (فقہ کی) اصطلاح میں ایسا ہے، اگرچہ اس کی کوئی وجہ اور دلیل معلوم نہیں لیکن (جو بات واضح ہے وہ یہ ہے) جبکہ غنم کا صیغہ (شکل) جو آیت مبارکہ میں آیا ہے یہ ربح کے لفظ کا ہم معنی ہے، اس کا معنی منفعت اور استفادہ ہے اور جو بھی اس کے مفہوم کو بیان کرے اس کے ہم معنی ہے پس یہ ہر قسم کے فائدہ کے

لیے ہے کسی ایک نے بھی ایسا خیال نہیں کیا کہ اس کا معنی جنگی علاقہ سے حاصل شدہ مال سے مختص ہو سکتا ہے کہ جو عبارت میں "بالشیٔ" (کچھ چیز، کچھ مال) کی ہے اس میں جیسا کہ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ معنی و وسعت و عمومیت و شمولیت کا افادہ ہے (جو کچھ فائدہ ہو، جتنا فائدہ ہو، جس قدر فائدہ ہو) اس پر خمس ہے اگرچہ وہ بہت تھوڑا ہی کیوں نہ ہو جیسے ایک درہم، جو جنگی علاقے سے ملنے والے مال کے لیے بولا جانا مناسب نہیں لگتا یہ بات بڑی واضح ہے اس میں کچھ بھی مخفی نہیں۔

اس بات کو بعض سابقہ آیات میں خطاب کا اطلاق اور عمومیت و تقویت دیتی ہے، ان میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: "واعلموا انما اموالکم والاولادکم فتنة" اور اللہ کا قول کہ "یا ایھا الذین امنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً"۔

اس میں خطاب عام ہے جو سب مومنین کو شامل ہے فقط ان مومنین کو خطاب نہیں کیا گیا جو جنگجو ہیں، اس خمس والی آیت میں بھی خطاب عام ہے، جنگ لڑنے والوں اور دوسرے مومنین سب کو شامل ہے۔

اس آیت (آیت خمس) سے پہلی آیات میں اور بعد کی آیات میں جنگ کا تذکرہ اس سے مفاقات نہیں رکھتا کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ مورد (جس جگہ پر کوئی واقعہ ہوا ہے اور اس کا ذکر آیا ہے) اس پر بیان ہونے والے حکم کی تخصیص نہیں کرتا اسی بنا پر القرطبیؒ (اہل سنت کے مفسر ہیں) نے اپنی تفسیر میں اس بات کا اعتراف کیا ہے اس طرح قرطبیؒ کے علاوہ دوسروں نے بھی بیان کیا ہے آیت کا لفظ (اس لفظ کا معنی) عمومی فائدہ اور منافع کو شامل ہے لیکن انہوں نے اس آیت میں "غنم" کے لفظ کو جنگی غنائم سے اجماع (فقہاء کا اجماع) کی وجہ سے خاص کیا ہے جس کا انہوں نے (قرطبیؒ اور دوسرے اہل سنت مفسرین) نے دعویٰ کیا ہے کہ اس بات پر اجماع موجود ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب"غنم" کا لفظ(غ-ن-م) اس کی ہیئت(صیغہ، بناوٹ، ساخت) کا معنی عمومی فائدہ ہے تو حتمی طور پر لفظ غنیمت بھی اسی معنی میں ہوگا کیونکہ فعل کی شکل میں لفظ کا ایک معنی اور مصدر کی شکل میں لفظ کا دوسرا معنی ہو (غَنِم فِعْل ہے،غَنِیْمَتُ مصدر ہے)ایسا نہیں ہوتا۔ جو بات بھی کہی جائے لیکن اس بات میں کسی قسم کے تامل اور تردد کی ضرورت نہیں کہ آیت کا معنی اپنی جگہ پر مطلق ہے اور یہ آیت تمام منافع اور فوائد کو شامل ہے اس پر بہت ساری روایات دلیل ہیں روایات میں واضح طور پر بیان ہوا ہے کہ غنیمت سے مراد ہر طرح کا فائدہ ہے جو انسان کسب وکار سے حاصل کرتا ہے اس بارے میں روایات تواتر (ایسا بیان جس میں شک کی گنجائش نہ ہو) کی حد پر ہیں، پس خمس کے وجوب میں کسی قسم کے شک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اعتراض: جی ہاں! اس بارے میں ایک مشہور اعتراض ہے جو زبان زد عام ہے خاص طور پر آخری سالوں میں یہ اعتراض عام ہوا ہے جس کا ماحصل یہ ہے اگر اس آیت میں حکم مطلق ہےاور اس قسم کا خمس ،شریعت مقدسہ میں ثابت ہے تو پھر صاحب شریعت(رسول اکرم ﷺ) کی جانب سے خمس کی وصولی کا اقدام کیوں نہ کیا گیا کیونکہ احادیث کی کتابوں، اس طرح تاریخی حوالوں میں کوئی ایسی بات موجود نہیں کہ نبی اعظم ﷺ اور نہ ہی آپ کے بعد جو اس منصب پر براجمان ہوئے (حاکم بنے)اس طرح آپ کے وصی معظم جب ظاہری خلافت پر آئے تو ارباح تجارت، عمومی منافع اور فوائد سے خمس کی وصولی کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا جس طرح زکوۃ کی وصولی کے لیے عاملین کو بھیجتے تھے بلکہ زکوۃ کے فریضہ میں زکوۃ وصولی کرنے والوں کے لیے باقاعدہ ایک حصہ (عاملین کے لئے) قرار دیا گیا ہے اگر خمس کے فریضہ کے بارے میں بھی ایسا ہوتا تو وہ بات ہم تک بیان ہوئی ہوتی۔ بلکہ بہت تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ خمس کی اس قسم کا(کہ منافع اور ارباح سے خمس وصول کرنا) کہیں پر بھی کوئی نام و نشان موجود نہیں ہے،صدر اسلام اس سے خالی ہے،

صادقین (امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ) کے زمانہ سے پہلے کچھ نہیں خمس کے حوالہ سے جو تھوڑی بہت روایات آئی ہیں وہ سب کی سب اسی دور کی ہیں اور اس کے بعد والے زمانوں سے متعلق ہیں لیکن اس سے پہلے ان کا کہیں بھی نام و نشان نہیں ہے بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ آپ نے جان لیا ہے۔

اعتراض کا جواب: ہم نے احکام (اللہ کے قوانین کا بیان) کے تدریجی ہونے کا نظریہ اپنایا ہے اور یہ کہ تشریع (قانون سازی) کے زمانہ سے اس کی تبلیغ (قانون اور حکم کا اعلان اور اظہار) موٴخر ہو سکتی ہے وہ اس طرح نہیں کہ نبی ﷺ نے اس حکم (قانون) کو (اپنے نائب اپنے وصی) امام کے سپرد کر دیا کہ وہ مناسب موقع پر جب زمانی مصالح اس بات کا سبب بن جائیں تو وہ اس حکم کا اعلان کریں بلکہ بعض نصوص اور روایات سے یہ بات عیاں ہے کہ کچھ قوانین و احکام ایسے بھی ہیں (جن کی تشریح ہو چکی) جن کا ابھی تک اعلان نہیں ہوا وہ احکام (قوانین) حضرت ولی العصر (عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف) کے سپرد ہوئے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان احکام کو جب ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے تو اس وقت وہ ان احکام کا اعلان فرمائیں گے (جب کہ اصل قانون سازی اور تشریع نبی اکرم ﷺ صاحب شریعت خود ہی فرما گئے ہیں لیکن اس کا اعلان نہ فرمایا) اس مبنی اور ضابطہ کے تحت اوپر بیان شدہ اعتراض کا جواب بڑا واضح ہے اس میں کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہتا لیکن اس ضابطہ زمینی کو نہ مانیں تو بھی یہ اعتراض وارد نہیں کیونکہ زکوۃ اور خمس میں فرق ہے زکوۃ فقرا کی ملکیت ہے اور ایسا حق ہے جسے مسلمانوں کے مفادات، مصالح میں خرچ کیا جاتا ہے اس کی وصولی نبی اکرم ﷺ پر لازم قرار دی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: ”خذ من اموالھم صدقه“ ان کے اموال سے صدقہ وصول کرو، بس جن حقوق کی وصولی کو آپ پر واجب قرار دیا گیا تو آپ نے اس کے لیے اقدام فرمایا، اور عاملین مقرر فرمائے اس کے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ آپ ﷺ نے خمس کی وصولی کے

لیے نمائندگان مقرر نہیں فرمائے تو خمس کی وصولی کا اقدام نہ کرنا کسی بھی حوالے سے اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ خمس واجب نہیں ہے۔

یہ بات کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے جبکہ رکاز میں خمس پر اہلسنت کے فقہاء کا اتفاق ہے اور اس بارے بہت ساری روایات نقل کی ہیں تاہم یہ بات کسی ایک مورد کے حوالے سے بھی نقل نہیں ہوئی کہ رسول اکرم ﷺ نے رکاز سے خمس وصول کرنے کے لیے کسی کو بھیجا ہو، پس کسی مالی حق کے لیے کسی نمائندے کو نہ بھیجنا اس بات پر دلیل نہیں کہ مالی حق واجب نہ ہو جبکہ فقہائے اہل سنت نے خمس کے حکم کو نبی اکرمؐ سے روایت کیا ہے صحیح بخاری، صحیح ترمذی میں آیا ہے کہ ایک آدمی بنی عبد قیس سے آتا ہے جب وہ آپؐ کے ہاں سے جانے لگا تو آپؐ سے اسے حکم دیا کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو، زکوۃ دو اور جو تم غنیمت پاؤ (لفظ غنم استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے جو کچھ فائدہ پاؤ) تو اس سے خمس دو یہ حکم بڑا واضح ہے کہ اس جگہ جنگی علاقوں سے ملنے والے مال غنیمت کا خمس مراد نہیں بلکہ اس جگہ متاجر، ارباح اور منافع کا خمس مراد ہے جیسا کہ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں (یعنی روایت میں یہ بات واضح ہے اور جس کو کہا جا رہا ہے اس کا تعلق جنگی علاقہ سے نہیں تھا اور نہ وہاں جنگ کا عنوان تھا) اور اس بات کی مزید تائید اس بات سے ہوتی ہے جو پہلے گزر چکی کہ ہے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے عنبر سے خمس وصول کیا۔

انصاف کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے لیے ابھی تک یہ بات واضح نہیں ہو سکی کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانہ میں اس قسم سے خمس (منافع، تجارت، ارباح) لینے یا نہ لینے کے بارے میں صورتحال کیا تھی؟ یہ کس طرح واضح ہو سکتا ہے زمانہ کافی گزر چکا ہے اور اس دور کا فاصلہ طویل ہے ہمارے اور نبی اکرم ﷺ کے زمانہ کے دوران بنی امیہ کے حکمرانوں کا دور آجاتا ہے جنہوں نے اسلامی حکومت کو دور جاہلیت کی حکومت میں بدل دیا انہوں نے دینی احکام کو مٹا کر رکھ دیا، اس حد تک ہو گیا کہ بہت سے لوگ زکوۃ کے وجوب سے واقف نہ

تھے، جس کا حکم واضح طور پر قرآن کریم میں موجود ہے، جیسا کہ ہماری تاریخ اور حدیث میں بیان ہوا ہے صحیح ابی داؤد اور سنن نسائی میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ شام کے مسلمانوں کی اکثریت فرائض اور واجبات سے ناواقف تھی، ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ بہت سے لوگ (اس دور میں) حج کے مناسک کے بارے میں آگاہ نہ تھے۔

ابن حزام نے ابن عباسؓ سے یہ بات نقل کی ہے کہ انہوں نے بصرہ میں لوگوں کو خطاب کیا جب انہوں نے زکوۃ فطرہ کو بیان کیا کہ ماہ صیام کے بعد زکوۃ کا حکم بتایا تو وہ لوگ اس سے آگاہ نہ تھے کہ آپ کے ہمراہ جو لوگ موجود تھے آپ نے ان سے کہا کہ وہ انہیں اس کی تعلیم دیں اگر حال یہ ہوا ایسے احکام کے بارے میں جو ضروریات دین سے ہیں، جن احکام کا تعلق سب لوگوں سے ہے پھر آپ خود سوچیں کہ خمس کا حکم جو کہ ایک خاص حق ہے، جو رسول اللہ ﷺ کے اپنے لئے اور آپؐ کے قرابت داروں کے لیے ہے اور وہ حق سب لوگوں کے لیے نہیں جیسا کہ زکوۃ کا حکم ہے بلکہ خمس تو فقط بنی ہاشم کے لئے ہے، ان کے لیے عزت و شرف قرار دیا گیا اور اس کے مصرف کے بارے میں معلومات نہ ہونا تو جس طرح حالات نبی اکرمؐ کے زمانہ کے بعد گزرے تو اس پر ہمیں کوئی تعجب اور حیرانگی نہیں ہونی چاہیے۔

(جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے) اس سے واضح ہو گیا کہ اس قسم کا اعتراض کہ خمس کے واجب ہونے کو ثابت نہیں کرتا، کسی حکم کا (ہمارے پاس) نہ پہنچنا اس بات کی دلیل نہیں کہ حکم موجود نہیں (قانون موجود نہیں) جبکہ اس جگہ صورتحال ایسی ہے کہ اس کا حکم قرآن مجید میں وجود ہے، سنت متواترہ (ایسی احادیث جو تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں) میں اس فریضہ کا بیان آیا ہے۔

اس بات کی تائید مزید اس سے ہوتی ہے کہ ہمارے (شیعہ فقہاء) اور فقہاء اہل سنت کا اس بات پر کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں ہے کہ زکوۃ سے بنی ہاشم کی امداد نہیں کر سکتے، صدقہ (واجب زکوۃ، غیر سادات کی) بنی ہاشم پر حرام ہے، اس حد تک حرام ہے کہ بنی

ہاشم کو زکوۃ کی وصولی پر بھی نہیں لگایا جاسکتا کہ عاملین کے سہم سے بنی ہاشم کو نہیں دے سکتے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: صدقہ (واجب زکوۃ) آل محمدؐ کے لیے نہیں ہونا چاہیے کیونکہ زکوۃ تو لوگوں کے اوساخ و میل کچیل ہے اس بات کو مسلم (صحیح مسلم میں) بیان کیا ہے، فرزندان اہل سنت (اہل سنت مفسرین) کی احادیث متواترہ کو لیں جیسا کہ ہمارے حدیثی منابع میں بھی موجود ہے اور کتاب زکوۃ میں یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے بعض احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کے بدلے اعزاز واکرام کے لیے خمس قرار دیا ہے کہ زکوۃ لوگوں کے ہاتھوں کی میل کچیل ہے۔

صحیح مسلم اور دوسری احادیث کتب میں بیان ہوا ہے کہ فضل بن عباس اور ایک دوسرا شخص بنی ہاشم سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے ہیں دونوں کو شادی کی ضرورت تھی، ان کے پاس مہر کے لیے مال نہ تھا دونوں نے رسولؐ سے عرض کیا کہ ہمیں زکوۃ کی وصولی کا کام لگا دیں تاکہ عاملین کے حصہ میں جو رقم ملے اسے مہر پر خرچ کریں لیکن رسول اللہ ﷺ اس پر راضی نہ ہوئے بلکہ دو آدمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی اپنی بیٹیاں ان دو کے لیے بیاہ دیں اور دونوں کے لیے خمس کے مال سے مہر ادا کیا، زکوۃ سے مہر نہ دیا (اور نہ ہی انہیں زکوۃ وصولی پر لگایا کہ بنی ہاشم پر کسی حوالے سے زکوۃ لینا حرام ہے) اس بارے میں دونوں اطراف سے احادیث کثیر تعداد میں روایت ہوئی ہیں۔ بلکہ دونوں کے ہاں اس مضمون کی احادیث حد تواتر پر ہیں۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ جنگ تو ہر زمانہ میں موجود نہیں ہوتی کہ ہر وقت مسلمان اور کافر آپس میں لڑتے رہیں آخر زمانہ تک اور مال غنیمت سے خمس آتا رہے اور بنی ہاشم کی ضروریات پوری ہوتی رہیں اگر خمس کا فریضہ فقط جنگی غنائم پر منحصر ہوتا اور ایسے اموال پر نہ ہوتا جنہیں دوام و بقاء ہے جیسے تجارتی اموال، ارباح منافع، فوائد تو پھر بنی ہاشم کے فقراء

(مساکین، یتامی) کی ضروریات کو کہاں سے پورا کیا جاتا۔ صلح کے زمانہ میں بنی ہاشم اپنی ضروریات کو کس مال سے پورا کرتے؟ جبکہ صلح کا دورانیہ لمبا اور طولانی ہوتا ہے اس نے ختم بھی نہیں ہونا صلح کو دوام واستمرار ہے (جنگ وقتی اور عارضی ہے) جب طے شدہ بات شیعہ فقہاء اور اہل سنت فقہاء میں احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ بنی ہاشم زکوۃ سے نہیں لے سکتے جیسے بیان ہو چکا ہے تو کیا خمس ہی کا حکم ایسے حالات کے لیے وضع نہیں کیا گیا۔ اس بارے میں چارہ ہی نہیں کہ ہم اس بات کو قبول کر لیں کہ جس طرح زکوۃ ایسے اموال سے متعلق ہے جنہیں بقاء ودوام وتسلسل ہے اور تمام ادوار وزمانوں کے لیے ہے اسی طرح خمس کا فریضہ ہے تاکہ یہ حکم زکوۃ کے حکم کا بدل قرار پائے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور ہاشمی جو اپنے مصارف کے لیے غیر ہاشمی سے کم تر حالت میں نہ ہوں اور یہ سب اس صورت میں ہو سکتا ہے جب خمس کا قانون تمام ارباح، کمائی کے ذرائع کو شامل ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ خمس کے وجوب کے بارے میں اعتراض بے جا ہے، خمس فقط جنگی غنائم پر نہیں بلکہ تمام تجارت وارباح، منافع وفوائد وغیرہ پر ہے۔

اس قانون وحکم کے بارے میں بہت زیادہ احادیث موجود ہیں جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ ان روایات میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ سماعۃ کی موثقہ ہے، راوی نے ابوالحسن علیہ السلام سے خمس کے متعلق سوال کیا تو امامؑ نے جواب میں فرمایا؛ ہر اس مال سے ہے جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے چاہے وہ فائدہ تھوڑا ہو یا زیادہ ہو۔

۲۔ علی بن مہزیار کی روایت صحیحہ میں ہے:

راوی: میں نے سوال کیا کہ زمینوں کے مالک پر خمس ہے تو آپ نے جواب تحریر فرمایا اور اسے راوی کے لیے پڑھا؛ اس پر خمس واجب ہے، اپنا اور اپنے عیال کا خرچہ نکالنے کے بعد۔

یہ روایت ہمارے مقصد پر بڑی واضح دلیل ہے۔

بحث کا نتیجہ

اس تفصیلی بیان کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خمس کا فریضہ جنگی غنائم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس کا دائرہ کار وسیع ہے جیسا کہ اس بات کو قرآن وسنت سے بیان کردیا ہے۔

تبصرہ از مؤلف کتاب

(Commentary by the author of book)

شیعہ امامیہ کے معروف فقیہ اور محقق آیت اللہ السید ابو القاسم الخوئیؒ کا تحقیقی بیان خمس کے فریضہ کی عمومیت کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ البتہ ہم نے اس کتاب کے شروع میں ایسے حوالہ جات بھی اپنے قارئین کے لیے پیش کردیئے ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں آپؐ نے زکوۃ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ خمس کی ادائیگی کا بھی حکم دیا اور جس طرح زکوۃ کی وصولی کے لیے عاملین مقرر کئے اسی طرح خمس کی وصولی کے لیے بھی عاملین مقرر کئے اور خمس دینے والوں کے لیے خمس کی وصولی کی رسیدیں بھی بھجوائیں۔ لہٰذا خمس کا مالی فریضہ اپنی عمومیت کے ساتھ تمام قارئین پر واضح اور روشن ہے اور اس کی اہمیت پر ناقابل تردید دلائل پیش کردیئے گئے ہیں۔

ان تمام بیانات کا نتیجہ یہ ہے کہ خمس کا فریضہ صرف جنگی غنائم سے نہیں بلکہ اس کا دائرہ کار تمام فوائد اور منافع کو شامل ہے جو انسان ہر روز حاصل کرتا ہے۔

سولہواں باب

(Chapter Sixteen)

کتاب کے متعلق معلومات

کتاب میں استعمال شدہ بعض الفاظ کے معانی

(Information about the book meaning of some words which use in book)

ابن السبیل: ایسا مسافر جو دوران سفر اپنے لیے ضروری اخراجات کا محتاج ہو جائے اور ان اخراجات کا اس کے پاس کوئی ذریعہ موجود نہ ہو جن سے وہ اپنے سفری اخراجات کو پورا کر سکے۔

ارباح مکاسب: سال بھر کی آمدنی میں سے اخراجات منہا کرکے جو کچھ بچ جائے۔

انفال: نفل کی جمع ہے، ایسے اموال جو رسولؐ یا امامؑ کے لیے خاص ہوتے ہیں۔

جنگی غنائم: وہ اموال جو مسلمان لشکر رسولؐ یا امامؑ کی اجازت کے ساتھ کافروں پر حملہ کرکے حاصل کرتا ہے۔

خمس: کسب وکار سے حاصل شدہ مال سے ضروری اخراجات کے بعد جو کچھ بچ جائے اس کا پانچواں حصہ یا بیس فیصد۔

سیّد: ایسا شخص جس کا شجرہ باپ کی طرف سے بنی ہاشم سے ملتا ہو اور اولاد حضرت فاطمہ زہراء ہو (امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی اولاد سے ہو)۔

غنیمت: ہر ایسا فائدہ اور منفعت جو انسان کو کسب وکار و محنت وکاوش سے حاصل ہو۔

غوص دریا یا سمندر سے غوطہ خوری کے ذریعے قیمتی جواہرات نکالنا۔

فئی: وہ مال جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کو مل جائے۔

کافر ذمی: ایسا کافر جو مملکت اسلامی میں رہتا ہو اور مخصوص معاہدہ کے تحت اسلامی مملکت اس کے تحفظ کی ضامن ہو۔

کنز: ایسا خزانہ جو زمین کے اندر سے دفن شدہ مل جائے۔

سہم امامؑ: خمس کا وہ حصہ جو امامؑ کے لیے ہوتا ہے اور موجودہ زمانے میں فقیہ جامع الشرائط کو دینا ہوتا ہے۔

سہم سادات: خمس کا وہ حصہ جو فقیر، مسکین، یتیم و ابن السبیل سادات کا حق ہوتا ہے۔

مسکین: وہ مفلس یا نادار شخص جس کے پاس سال کے اخراجات نہ ہوں۔

فقیر: ایسا نادار شخص جس کے پاس روز مرہ اخراجات کے لیے کچھ بھی نہ ہو۔
معادن/معدنیات: وہ قیمتی پتھر یا دھاتیں جو قدرتی ردعمل کے تحت زمین میں بنتی ہیں۔
یتیم: وہ نابالغ بچہ یا بچی جس کا باپ فوت ہو چکا ہو۔

اظہار تشکر

جناب ڈاکٹر ثاقب اکبر صاحب کی سربراہی میں قائم تحقیقی مرکز ''البصیرہ'' میں علمی کام کرنے والی ٹیم نے میری درخواست پر اس کتاب کا اوّل سے آخر تک دقیق مطالعہ کیا اور بعض معمولی نوعیت کی تبدیلیوں اور اصلاحات کی نشاندہی کی اور بعض مطالب کے اضافہ کی تجویز بھی دی، چنانچہ ہم نے ان کی تجاویز کو عملی جامہ پہنا دیا۔

ہم ان کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہماری درخواست کو پذیرائی بخشی اور جناب ڈاکٹر ثاقب اکبر صاحب نے اس کتاب سے متعلق مفید مطالب پر مشتمل اپنی خصوصی تحریر بھی عنایت فرمائی جس کو اس کتاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔خداوند انہیں اس کا اجرِ عظیم عطاء فرمائے۔

کتاب کے بارے تعارفی کلمات

از: ڈاکٹر سید ثاقب اکبر صاحب (مرحوم)

(سابق صدر نشین "البصیرہ")

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علامہ سید افتخار حسین نقوی رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان ایک عرصے سے اسلام کے اجتماعی، معاشرتی اور عائلی قوانین ومسائل کے متعلق علمی و تحقیقی خدمات انجام دینے میں مصروف اور مگن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر دور میں اپنے دین کی پیش رفت کے لیے ایسے آگاہ اور سوز دل رکھنے والے افراد پیدا کرتا رہتا ہے جو زمان و مکان کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے اپنا نقش آفریں فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جب سے علامہ سید افتخار حسین نقوی، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کے رکن بنے ہیں، انہوں نے احساس ذمہ داری اور شناخت وظیفہ کے ساتھ اسی راستے پر سنجیدہ اور اَن تھک کاوشوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ پیش نظر قوانین خمس اس کا ایک نمونہ ہے۔

اسلام کے تمام مکاتب فکر، اصولی طور پر خمس کو اسلامی مالیات کا اہم فریضہ سمجھتے ہیں البتہ اس کی تفصیلات میں فہم کے اختلاف سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ "خمس" قرآن و احادیث میں مذکور ہے۔ سورہ انفال (۴۱) میں ارشاد ربانی ہے:

وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوۡلِ وَلِذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ ابۡنِ السَّبِیۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اٰمَنۡتُمۡ بِاللّٰہِ وَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلٰی عَبۡدِنَا یَوۡمَ الۡفُرۡقَانِ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔

ترجمہ: "اور جان لو کہ جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے، اُس کا پانچواں حصہ اللہ، اُس کے رسول اور قریب ترین رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔ اگر تم

اللہ پر اور اس پر ایمان لائے ہو جو ہم نے فیصلے کے روز جس دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہو گئے تھے، اپنے بندے پر نازل کی تھی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔"

اس آیت کے ذیل میں مفسرین نے لفظ "غَنِمْتُمْ" پر بڑی بحثیں کی ہیں کہ یہ جنگی غنیمتوں کے ساتھ خاص ہے یا ہر قسم کے منافع کو شامل ہے۔ معاصر مفسر قرآن علامہ شیخ محسن علی نجفی اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں:

مادہ "غ۔ن۔م" اہل لغت کے نزدیک الفوز بالشیئ بلامشقۃ کسی چیز کا بغیر مشقت کے حاصل ہونا ہے۔ اسلامی جنگوں کے بعد یہ لفظ جنگی غنیمت میں زیادہ استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا جب یہ لفظ قرآن و سنت میں استعمال ہو تو ہم اسے قدیم لغوی معنی میں لیں گے اور اگر اسلامی جنگوں کے بعد اہل اسلام نے اس لفظ کو استعمال کیا تو ہم جنگی غنیمت مراد لیں گے۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

خمس کے سلسلہ میں ان تحریروں کا مطالعہ ضروری ہے جن میں رسول اسلامؐ نے مختلف علاقوں سے آنے والے وفود کو اور مختلف قبائل کو دیے گئے امان ناموں میں جہاں اطاعت رسولؐ، برائت از مشرکین، نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا ہے وہاں ادائے خمس کا بھی حکم صادر فرمایا ہے۔

شیعہ و سنی ذخیرۂ احادیث میں بھی خمس مذکور ہے۔ ہماری دانست میں صحیح بخاری میں 6 بار خمس کا ذکر آیا ہے نمونہ کے طور پر ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

آمرکم بأربع۔۔ الایمان باللہ۔۔۔ و اقام الصلاۃ وایتاء الزکاۃ و صیام رمضان و أن تؤدّوا خمس ماغنمتم۔۔۔ (صحیح بخاری، ح ۳۰۹۵)

ترجمہ: ''کہ میں تمہیں چار کاموں کا حکم دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ پھر نماز قائم کرو، زکوۃ دو، ماہ رمضان کے روزے رکھو اور جو غنیمت تم نے حاصل کی ہے اس کا خمس ادا کرو۔'' (مزید احادیث ملاحظہ ہوں ۵۲۳، ۱۳۹۸، ۳۵۱۰، ۴۳۶۹، ۶۱۷۶)

مشہور فلسفی فقیہ ابن رشد اس حوالے سے مسئلہ کی مختلف جہات کا احاطہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ جنگ میں رومیوں کے ہاتھوں سے زمین کے علاوہ جو کچھ مال غنیمت، قوت کے ذریعہ حاصل کیا جاتا تھا اس کا پانچواں حصہ امامؑ کے لیے ہوتا تھا اور چار حصے مال غنیمت حاصل کرنے والوں کو ملتے تھے کیونکہ اللہ کا حکم ہے:

وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ۔۔۔ (الانفال:۴۱)

ترجمہ: ''اور تمہیں معلوم ہو کہ جو کچھ مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔''

خمس (پانچواں حصہ) کے سلسلہ میں چار مشہور مسالک کے مطابق علماء کا اختلاف ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ خمس کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جائے جیسا کہ آیت میں صراحت ہے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خمس کے چار حصے کیے جائیں۔ آیت میں فان للہ خمسہ محض افتتاحی الفاظ ہیں یہ کوئی مخصوص قسم نہیں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آج خمس کے تین حصے ہوں گے اور وصال نبویؐ کے بعد رسولؐ اور رشتہ داوں کے دو حصے ساقط ہو گئے۔ چوتھا قول یہ ہے کہ خمس فئی کی طرح ہے اس میں سے مالدار اور غریب دونوں کو دیا جاسکتا ہے۔ یہ امام مالکؒ اور عام فقہاء کا مسلک ہے۔

چار یا پانچ حصوں میں تقسیم کرنے کے قائل فقہاء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کے اور رشتہ داروں کے حصوں میں اختلاف کیا ہے۔ایک گروہ کہتا ہے کہ ان حصوں کو ان تمام اصناف میں پھیلا دیا جائے جن کے لیے خمس مخصوص ہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اسے باقی فوج میں تقسیم کر دیا جائے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ نبیؐ کا حصہ اب امامؒ کو ملے گا اور رشتہ داروں کا حصہ امامؒ کے قرابت داروں کے لیے مخصوص ہوگا۔ایک گروہ کی رائے ہے کہ یہ دونوں حصے ہتھیاروں اور جنگ کی تیاری پر صرف ہوں گے۔

قرابت سے کون مراد ہیں؟اس میں بھی اختلاف ہے۔ایک گروہ نے کہا کہ صرف بنوہاشم مراد ہیں۔ دوسرے گروہ نے کہا کہ بنو عبدالمطلب اور بنوہاشم دونوں مراد ہیں۔

خمس کے سلسلہ میں اس اختلاف کا سبب کہ آیا خمس مذکور اصناف ہی میں تقسیم ہوگا یا دوسری اصناف کو بھی اس میں شامل کیا جاسکتا ہے؟ یہ ہے کہ آیا ان اصناف کے ذکر سے مقصود ان کے لیے خمس کو متعین کرنا ہے یا ان کے ذریعہ دوسروں کی جانب متوجہ کرنا ہے اور اس کا تعلق خاص کے باب سے ہے جس سے عام مراد لیا جاتا ہے؟ جن فقہا نے کہا کہ اس آیت کا تعلق خاص سے ہے اور اس سے خاص ہی مراد ہے، ان کی رائے ہے کہ منصوص اصناف میں اسے محدود رکھا جائے اور یہی جمہور کی رائے ہے۔ جن فقہاء نے کہا کہ اس آیت کا شمار اس خاص کے باب میں ہے جس سے عام مراد لیا جاتا ہے انہوں نے کہا کہ امام جہاں مسلمانوں کا مفاد دیکھے اسے صرف کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؐ کا حصہ امامؒ کے لیے خاص کرنے والوں کی دلیل وہ روایت ہے جس میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا ہے:

اذا أطعم الله نبيا طعمة فهو للخليفة بعده۔

ترجمہ: "جب اللہ کسی نبی کو کچھ کھلاتا ہے تو وہ اس کی موت کے بعد خلیفہ کا ہو جاتا ہے)"

جن فقہاء نے حصہ نبوی کو بقیہ اصناف میں شامل کرنے یا فوجیوں میں تقسیم کرنے کی رائے قائم کی ہے انہوں نے اس کو اس صنف سے مشابہ قرار دیا ہے جس کے لیے وقف کیا جاتا ہے۔ جن فقہاء نے قرابت سے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب مراد لیے ہیں انھوں نے حدیث جبیر بن مطعمؓ سے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس سے ذوی القربیٰ کا حصہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب میں تقسیم کیا تھا۔'' وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کو ایک ہی صنف قرار دیتے ہیں۔ جو فقہاء صرف بنو ہاشم کو صنف قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہی وہی لوگ ہیں جن کے لیے صدقہ حلال نہیں ہے۔

خمس سے حصہ نبویؐ کتنا ہے؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک گروہ پانچواں حصہ مانتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ پانچواں حصہ واجب ہے خواہ وہ تقسیم کے وقت موجود رہا ہو یا غائب رہے۔ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ خمس (پانچواں حصہ) بھی نبیؐ کا حصہ ہے اور مال صفی (منتخب) بھی۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور حصہ تھا۔ یہ وہ چیز تھی جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت سے منتخب کر لیتے تھے جیسے کوئی گھوڑا، لونڈی یا غلام۔ روایت ہے کہ حضرت صفیہؓ مال صفی ہی سے پسند کی گئی تھیں۔ علماء کا اجماع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مال صفی پر کسی کا حق نہیں رہا۔ البتہ ابو ثور کی رائے ہے کہ مال صفی کا حکم وہی ہے جو حصہ نبویؐ کا حکم ہے۔

ابن رشد: بدایة المجتهد و نهایة المقتصد، ترجمہ: ڈاکٹر عبداللہ فہد فلاحی، (لاہور، دارالتذکیر ۲۰۰۹ء) ص ۵۰۴

یہیں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ''خمس'' کے وجوب پر اتفاق ہے لیکن اس کی تفصیلات میں اسلامی مسالک میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

پیش نظر گراں قدر کتاب ''قوانین خمس'' میں، مختلف فقہی مکاتب کے نظریے کو ان کے مستند مصادر و مآخذ سے بیان کرنے کے لیے بہت وسیع مطالعہ کرکے مطالب اخذ کیے

گئے ہیں۔ پاکستان میں اس سلسلے میں اپنے موضوع پر یہ ایک منفرد اور لائق تحسین علمی کاوش ہے جسے یقینی طور پر مسلکی تقسیم سے بالاتر پذیرائی حاصل ہو گی۔ اس لائق تشکر خدمت کے بعد دیگر اہل علم و تحقیق اس ضمن میں جب اپنی مخلصانہ علمی کاوشوں کو شامل کریں گے اور اپنی آراء کو دلائل و شواہد سے شامل کریں گے تو یقینی طور پر تکمیل و تتمیم میں اپنا گراں قدر حصہ ڈال رہے ہوں گے۔

پیش نظر کتاب میں خمس کے متعلق قرآن مجید، احادیث نبی کریمؐ اور فرامین آئمہ اہل بیت سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں شیعہ و سنی مفسرین، محدثین اور فقہاء (جیسے امام ابو حنیفہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل وغیرہ) کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ یوں یہ کتاب فقہی آراء کے تقابلی مطالعے کے لیے بھی راہنمائی کرتی ہے۔

کتاب کے آخر میں منابع وماخذ بھی درج ہیں جن سے استفادہ کیا گیا ہے۔

ملحوظ رہے کہ خمس کے وجوب کی حکمت، عہد رسالتؐ میں اس کی ادائیگی اور طریقہ کار نیز مصارف پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح یہ کتاب مفید تر ہو گئی ہے۔

علامہ سید افتخار حسین نقوی لائق تحسین ہیں کہ انہوں نے ایسے علمی کاموں کی طرح ڈالی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور مسلمانوں کے لیے نافع بنائے۔ اس کتاب کے تجزیاتی مطالعے میں البصیرہ کے شعبہ تحقیق کے ریسرچ فیلو مفتی امجد عباس صاحب کے تعاون پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

اختتامیہ

اللہ کا بے حد و حساب شکر ہے اور وہی لائق حمد ہے کہ اس نے مجھ جیسے کمزور اور کم مایہ کو توفیق دی کہ میں اسلامی مالیات میں خمس جیسے اہم فریضہ کے متعلق ابحاث، مسائل اور قوانین کو صفحہ قرطاس پر مرتب کرکے تشنگان علم و تحقیق کے لیے پیش کروں۔ اس کتاب کی ابحاث میں کوشش کی گئی ہے کہ انہیں سلیس اور آسان زبان میں پیش کیا جائے، پیچیدہ اور گنجلک بحثوں، مشکل محاورات سے گریز کیا جائے، اس کتاب میں جہاں پر ہم نے شیعہ بارہ امامی (فقہ جعفری کے مطابق) کی فقہی آراء کو بیان کیا ہے اور پیش کردہ بنیادی مسائل کو قرآن و حدیث سے مستند قرار دیا ہے تاکہ پڑھنے والے کی خمس کے فریضہ کے بارے میں تشفی و تسلی ہو جائے اور جن کے ذہن میں اس فریضہ کے بارے میں کچھ اشکالات و سوالات ہیں تو ان کا ازالہ بھی ہو جائے اور یہ کوشش بھی کی ہے کہ خمس کے متعلق جو مسائل در پیش ہیں اور اکثر افراد کا ان مسائل سے سامنا ہوتا ہے تو انہیں قوانین کی صورت میں بیان کر دیا جائے۔

ہمیں قوی امید ہے کہ ہماری اس کوشش کو عوام میں بالعموم اور علماء میں بالخصوص پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

میری تمام احباب سے یہ درخواست ہے کہ وہ اس کتاب میں جہاں کہیں کمزوری محسوس کریں یا اصلاح اور بہتری کی گنجائش دیکھیں تو وہ مجھے اس سے ضرور آگاہ کریں تاکہ آئندہ کی اشاعتوں میں اصلاح کی جاسکے۔

دعاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ بحق محمدؐ وآل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام میری اس معمولی سی سعی و کوشش کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے والدین اور ہر اس کو پہنچائے جس کا میرے اوپر کسی بھی حوالے سے کوئی احسان اور حق بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا ہے کہ اپنے کرم کے صدقہ میں مجھے **"موسوعۂ قوانین اسلام"** کو مکمل کرنے کی توفیق دے کہ یہ کتاب موسوعۂ قوانین اسلام کی چوتھی جلد ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے عدل کے پوری زمین پر نفاذ کے لیے اپنے ولی، خلیفہ، بقیۃ اللہ، صاحب الزمان حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور و قیام کے اسباب جلد مکمل کر دے اور ہمیں ان کے ناصرین و معاونین سے قرار دے، ان کے وسیلہ سے ہماری تمام مشکلات کا خاتمہ کر دے اور پورے عالم میں امن قائم ہو، فساد کا خاتمہ ہو، حق کا غلبہ ہو، باطل نابود ہو، ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو اور لاالہ الااللہ کا پرچم لہرائے۔ (آمین)

منابع وماخذ(Sources)

☆الاحتجاج

☆احیاء الاحیاء

☆الاسبتصار

☆الاستذکار

☆الاستیعاب ھامش الاصابۃ فی ترجمۃ النمر بن تولب

☆اسد الغابۃ

☆اشپرنکر

☆الاصابۃ

☆اصول الکافی

☆اصول الکافی مع مراۃ العقول

☆اعلام السائلین

☆الافصاح

☆الاقناع لابن القطان

☆الامام امتاع الاسماع للمقریزی

☆الاموال

☆البحار

☆بحار الانوار

☆بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد

☆البدایۃ والنہایۃ

☆بدائع الصنائع

☆البدیۃ والنہایۃ

☆البرہان

☆البیان للعمرانی

☆تاویلات القرآن، الماتریدی السمرقندی

☆التحقیق فی کلمات قرآن کریم

☆تفسیر ابن کثیر

☆تفسیر الصافی

☆تفسیر آیات الاحکام، شیخ محمد علی السایس

☆تفسیر درّ منثور

☆تفسیر راہنما

☆تفسیر فخر الدین رازی

☆تفسیر قرطبیؒ

☆تفسیر کنز الد قائق و بحر الغرائب

☆تفسیر مجمع البیان

☆تفسیر نور الثقلین

☆ تفسیر نور تالیف آقائ محسن قرآئتی

☆تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ

☆ تفہیم القرآن ابو الاعلیٰ مودودی

☆تفیسر البرہان

☆التہذیب

☆تہذیب الاحکام

☆الجمہرۃ

☆جواہر الکلام شرح شرائع الاسلامحوالہ سابق

☆حلیۃ العلماء

☆الخصال

☆دعائم الاسلام

☆رسالات نبویۃ لعبدالمنعم خان

☆رسالۃ المحکم والمتشابہ

☆الروض الانف

☆سنن ابن ماجہ مترجم، علامہ وحید الزمان

☆سنن ابوداؤد

☆سنن الکبریٰ للبیہقی

☆السہیلی

☆سورۃ الانفال

☆سیرۃ ابن ہشام

☆السیرۃ الحلبیہ

☆سیرۃ زینی دحلان ہامش الحلبیہ

☆شرائع الاسلام

☆صبح الاعشیٰ

☆ صحیح بخاری

☆ صحیح حفص بن البکتری

☆ صحیح مسلم

☆ صحیح مسلم شریف مع شرح نووی (مختصر) مترجم

☆الطبری

☆الطبقات الکبریٰ

☆العروۃ الوثقیٰ مع المستمسک

☆العقد الفرید

☆فتوح البلدان للبلاذدی

☆فروع الکافی بر حاشیہ مرأۃ العقول

☆الفقہ المقارن (العبادات والاحوال الشخصیہ) سید کاظم المصطفوی

☆الفقیہ

☆قلائد الدرر فی بیان آیات الاحکام بالاثر، محقق علامہ شیخ احمد الجزائری

☆الکافی

☆الکافی فی فقہ اھل المدینۃ

☆الکافی لابن قدامۃ

☆الکامل

☆کنزالاعمال

☆لسان المیزان لابن حجر

☆مثلہ تغیر یسیر

☆مجمع البحرین

☆المجمہرۃ

☆المحاسن

☆مختصر اختلاف العلماء

☆المدونۃ الکبریٰ

☆مرأۃ العقول

☆مراتب الاجماع

☆مسالک الافہام الی آیات الاحکام، علامہ شیخ فاضل الجواد الکاظم

☆مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل

☆مستدرک الوسائل للعلامۃ النوری

☆مستمسک العروۃ الوثقیٰ

☆مسند احمد

☆معجم البلدان عن کتاب الفتوح لاحمد بن جابر

☆المقدمات الممہدات

☆من لایحضرہ الفقیہ

☆المناقب لابن شہر آشوب

☆منہاج الصالحین للسید محسن طبا طبائی

☆المواہب شرح الزرقانی

☆المہذب للشیرازی

☆نصب الرایہ للزیلعی

☆نہایۃالارب

☆نہج الفصاحت

☆الہدایۃ للمرغینانی

☆الوسائل

☆وسائل الشیعہ

☆وسیلۃ النجاۃ۔ آقا سید ابو الحسن اصفہانی اعلی اللہ مقامہ